فتاویٰ عالمگیری اردو

III

مکتبہ آفتاب ہدایت آستانہ مفتی اعظم ابو المعالی دیوبند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا

فتاویٰ عالمگیری

اردو جدید

کتاب الصلوٰۃ نصف ثانی

جز نمبر ۳

حضرت اورنگ زیب عالمگیر قدس اللہ سرہٗ کا عظیم کارنامہ اسلامی دستور کی مکمل انسائیکلوپیڈیا "فتاویٰ عالمگیری" تازہ فٹ نوٹس مفید ضمیموں سلیس وشگفتہ اور بامحاورہ زبان کے ساتھ اردو کے حسین قالب میں

زیر نگرانی

۱۔ حضرت مولینا مفتی محمود احمد صاحب صدیقی نانوتوی اعزازی صدر مفتی دار العلوم دیوبند

۲۔ حضرت مولانا مفتی جمیل الرحمٰن صاحب۔ نائب مفتی دار العلوم، دیوبند

مترجم :۔ مولانا لقمان الحق فاروقی۔ (فاضل دیوبند۔)

ناشر مکتبہ آفتاب ہدایت آستانہ مفتی اعظم ابو المعالی دیوبند یو۔پی

فتاویٰ عالمگیری اردو جدید

کے

مکتبہ آفتاب ہدایت دیوبند

ایک خالص دینی اور علمی ادارہ ہے جو ہندوستان کے ممتاز علمائے کرام کی نگرانی میں اسلام اور مسلمانان ہند کی شاندار خدمات انجام دے رہا ہے۔ آپکا تعاون اس ادارہ کے علمی پروگراموں کیلئے ازبس ضروری ہے۔

قیمت فی جزء ——— دو روپے پچیس نئے پیسے (علاوہ محصول)
ممبران کرام سے ——— ایک روپیہ پچاس نئے پیسے (علاوہ محصول)
فیس ممبری، دائمی شرکت کے لئے ——— ایک روپیہ
طباعت ——— وسیم پرنٹنگ پریس دیوبند
تعداد اشاعت ——— بار اول ——— ایک ہزار
عرصۂ اشاعت ——— دو ماہ
کتابت ——— ظہیر الاسلام خوشنویس سہارنپوری

فہرست عنوانات فتاوی عالمگیری اردو جدید

کتاب الصلوٰۃ نصف ثانی

مکتبہ آفتاب ہدایت ابوالمعالی دیوبند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آٹھواں باب ۔ وتر[1] کی نماز

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے وتر کے سلسلہ میں تین روایتیں ہیں ایک روایت میں فرض ہے۔ ایک روایت میں سنت مؤکدہ ہے اور ایک روایت میں واجب ہے۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا آخری قول یہی ہے اور یہی صحیح ہے[2] (محیط سرخسی) اگر عشاء کے تابع ہو کر وتر سنت ہوتے تو آخر شب تک اس کو موخر کرنا مکروہ ہوتا جیسا کہ عشا کی سنتوں کو اسوقت تک موخر کرنا مکروہ ہے (تبیین) جو شخص کھڑا ہو سکتا ہے اس کیلئے بیٹھ کر وتر پڑھنا اور بلا عذر سواری پر وتر پڑھنا جائز نہیں ہے (محیط سرخسی) اگر بھول کر یا جان کر وتر کی نماز نہیں پڑھی اس کی قضا واجب ہے۔ اگرچہ ایک مدت گذر جائے اور وہ نماز نیت وتر کے بغیر جائز نہ ہوگی (کفایہ) وتر کی نماز جب قضا پڑھے تو قنوت بھی پڑھے (محیط) وتر کو آخر شب تک موخر کرنا مستحب ہے مکروہ نہیں ہے جیسا کہ عشا کی تابع سنتوں کو آخری رات تک موخر کرنا مکروہ ہے (تبیین) وتر کی تین رکعات پڑھے اور ان کے درمیان سلام سے فصل نہ کرے (ہدایہ) صحیح قول کے بموجب دعا قنوت واجب[3] ہے (جوہرہ نیرہ) تیسری رکعت میں جب قراءت سے فارغ ہو جائے تو اللہ اکبر کہہ کر دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھائے اور سال بھر قنوت رکوع سے پہلے پڑھے اور اذا السماء انشقت الخ کی مقدار اسمیں قیام کرے (محیط) اسمیں اختلاف ہو

---

[1] وتر واؤ پر فتحہ اور کسرہ دونوں پڑھے جا سکتے ہیں لغت میں طاق عدد کو کہتے ہیں اور شریعت کی اصطلاح میں عشا کے بعد حیثیت واجب تین رکعتوں کا نام وتر ہے۔

[2] امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے وتر کی سلسلہ میں جو تین روایتیں منقول ہیں ان میں شامی رحمۃ اللہ علیہ نے بہترین تطبیق دی ہے فرماتے ہیں۔ امام صاحب کے نزدیک جس روایت کے مطابق وتر فرض ہے اسکا مطلب یہ ہے کہ عملی اعتبار سے وتر فرائض کے حکم میں ہے۔ جس طرح فرائض کے چھوڑنے سے انسان گنہ گار ہوتا ہے اسی طرح وتر کے چھوڑنے سے بھی گنہ گار ہوگا۔ اور جس طرح فرائض میں قضا اور ترتیب واجب ہے۔ اسی طرح وتر میں بھی قضا اور ترتیب واجب ہے۔ اور جس روایت میں وتر واجب ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ اعتقاد کے لحاظ سے وتر واجب ہے اور جس روایت میں سنت ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ وتر کا ثبوت سنت اور حدیث سے ہے قرآن سے نہیں ہے۔ چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا الوتر حق فمن لم یوتر فلیس منا قالہ ثلاثاً (ابوداؤد) اس تشریح کے بعد تینوں روایتوں میں تطبیق ہو جاتی ہے۔ (مترجم)۔

[3] یہ روایت امام اعظم کی ہے اور امام ابویوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک دعاء قنوت پڑھنا سنت ہے۔ مترجم

کہ قنوت میں ہاتھ چھوڑ دے یا باندھ لے اور مختار یہ ہے کہ ہاتھ باندھ لے (فتاویٰ قاضی خاں) امام اور جماعت کے حق میں مختار یہ ہے کہ قنوت آہستہ پڑھا جائے (نہایہ) جو شخص اکیلا وتر کی نماز پڑھ رہا ہے وہ بھی قنوت آہستہ پڑھے یہی مختار ہے (شرح مجمع البحرین مصنفہ ابن ملک) قنوت میں کوئی دعا متعین نہیں ہے[۱] (تبیین) اولیٰ یہ ہے کہ یہ دعا پڑھے:-

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ وَنُؤْمِنُ بِكَ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْكَ وَنُثْنِيْ عَلَيْكَ الْخَيْرَ وَنَشْكُرُكَ وَلَا نَكْفُرُكَ وَنَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ يَّفْجُرُكَ اَللّٰهُمَّ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَلَكَ نُصَلِّيْ وَنَسْجُدُ وَاِلَيْكَ نَسْعٰى وَنَحْفِدُ وَنَرْجُوْ رَحْمَتَكَ وَنَخْشٰى عَذَابَكَ اِنَّ عَذَابَكَ بِالْكُفَّارِ مُلْحِقٌ -

اے اللہ ہم تجھ سے مدد چاہتے ہیں اور تجھ سے معافی چاہتے ہیں اور تجھ پر ایمان لاتے ہیں اور تجھ پر بھروسہ رکھتے ہیں - اور تیری بہت اچھی تعریف کرتے ہیں اور تیرا شکر کرتے ہیں اور تیری ناشکری نہیں کرتے اور الگ کرتے ہیں اور چھوڑتے ہیں اس شخص کو جو تیری نافرمانی کرے، اے اللہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تیرے ہی لئے نماز پڑھتے ہیں اور سجدہ کرتے ہیں اور تیری ہی طرف دوڑتے اور خدمت کیلئے حاضر ہوتے ہیں اور تیری رحمت کے امیدوار ہیں اور تیرے عذاب سے ڈرتے ہیں بیشک تیرا عذاب کافروں کو ملنے والا ہے -

اس کے بعد یہ دعا پڑھے[۲]:-

اَللّٰهُمَّ اهْدِنَا فِيْمَنْ هَدَيْتَ وَعَافِنَا فِيْمَنْ عَافَيْتَ وَتَوَلَّنَا فِيْمَنْ تَوَلَّيْتَ وَبَارِكْ لَنَا فِيْمَا اَعْطَيْتَ وَقِنَا شَرَّ مَا قَضَيْتَ فَاِنَّكَ تَقْضِيْ وَلَا يُقْضٰى عَلَيْكَ وَلَا يَذِلُّ مَنْ وَّالَيْتَ وَلَا يَعِزُّ مَنْ عَادَيْتَ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ -

اے اللہ ہمیں ہدایت دے ان لوگوں کیساتھ جن کو تو نے ہدایت دی ہے اور ہمیں عافیت دے ان لوگوں کے ساتھ جن کو تو نے عافیت دی ہے اور ہم کو دوست رکھ ان لوگوں کیساتھ جن کو تو نے دوست رکھا ہے اور اس چیز میں برکت عطا فرما جو تو نے عطا فرمائی اور اس چیز کی برائی سے بچا جو تو نے مقدر کر دی ہے بیشک تو حکم کرتا ہے اور تجھ پر حکم نہیں ہوتا اور جس کو تو دوست رکھے وہ ذلیل نہیں ہو سکتا اور جس سے تو عداوت رکھے وہ عزت نہیں پا سکتا۔ اے ہمارے رب تو برکت والا ہے اور بزرگ ہے -

جو شخص قنوت اچھی طرح نہیں پڑھ سکتا وہ یہ پڑھے:-

رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ (محیط)

اے اللہ ہم کو دنیا میں بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھلائی عطا فرما اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھ -

---

[۱] صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مختلف طریقوں سے دعا قنوت منقول ہے اس بنا پر کسی ایک دعا کی تعیین نہیں کی جا سکتی لیکن مشہور اور اولیٰ یہی دعا قنوت ہے اللهم انا نستعينك الخ -

[۲] حضرت امام حسن ابن علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قنوت کیلئے مجھے یہ دعا اللهم اهدنا الخ سکھلائی طحاوی اور شارح منیہ نے کہا بہتر یہ ہے کہ قنوت میں دونوں دعاؤں کو جمع کرے - (مترجم)

یا تین مرتبہ اللھم اغفرلنا (اے اللہ ہماری مغفرت فرما) پڑھے ابواللیث نے یہی اختیار کیا ہے۔ (سراجیہ) اگر دعاء قنوت بھول گیا اور رکوع میں یاد آئی صحیح یہ ہے کہ رکوع میں قنوت نہ پڑھے اور پھر قیام کی طرف نہ لوٹے (تاتارخانیہ) اگر قیام کی طرف لوٹا دعاء قنوت پڑھی اور رکوع کا اعادہ نہ کیا تو نماز فاسد نہ ہوگی (بحرالرائق)[1] رکوع سے سر اٹھانے کے بعد یاد آیا کہ دعاء قنوت بھول گیا ہے بالاتفاق یہ حکم ہے کہ اسے پڑھنے کیلئے نہ لوٹے (مضمرات) اگر الحمد کے بعد قنوت پڑھ کر رکوع کر دیا اور سورت چھوڑ دی رکوع میں خیال آیا سر اٹھائے اور سورت پڑھے۔ قنوت اور رکوع کا اعادہ کرے اور سجدہ سہو ادا کرے۔ اگر الحمد چھوڑ دی تو الحمد کے ساتھ سورت اور قنوت دوبارہ پڑھے اور رکوع کا بھی اعادہ کرے اگر رکوع کا اعادہ نہ کیا تو جائز ہے (سراج الوہاج)۔

امام کو وتر کے رکوع میں یاد آیا کہ اس نے دعاء قنوت نہیں پڑھی ہے تو اسے قیام کی طرف نہ لوٹنا چاہیئے اس کے باوجود اگر قیام کی طرف لوٹا اور دعاء قنوت پڑھی تو رکوع کا اعادہ نہ کرنا چاہیئے۔ اور اگر اس نے رکوع کا بھی اعادہ کر لیا اور جماعت کے لوگوں نے پہلے رکوع میں اس کی متابعت نہیں کی تھی اور دوسرے رکوع میں اس کی متابعت کی یا پہلے رکوع میں اس کی متابعت کی تھی دوسرے میں نہ کی ان لوگوں کی نماز فاسد نہ ہوگی (خلاصہ) قنوت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ پڑھے ہمارے مشائخ کا یہی مختار ہے[2] (ظہیریہ) وتر کے قنوت میں مقتدی امام کی متابعت کرے اگر مقتدی کے فارغ ہونے سے پہلے امام نے رکوع کر دیا مقتدی متابعت کرے اور اگر امام نے قنوت پڑھے بغیر رکوع کر دیا اور مقتدی نے ابھی کچھ دعاء قنوت نہیں پڑھی اگر رکوع کے جاتے رہنے کا اندیشہ ہو رکوع میں چلا جائے اور اگر اندیشہ نہ ہو قنوت پڑھ کر پھر رکوع کرے (خلاصہ) ناطقی نے اپنی اجناس میں ذکر کیا ہے اگر کسی کو وتر کی نماز میں شک ہوا کہ وہ پہلی رکعت میں ہے یا دوسری میں یا تیسری میں تو جس رکعت میں ہے اس میں قنوت پڑھے پھر قعدہ کرے اور کھڑا ہو جائے اور دو رکعتیں دو قعدوں سے پڑھے اور دونوں میں احتیاطاً قنوت پڑھے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ کسی رکعت میں قنوت نہ پڑھے۔ پہلا قول اصح ہے اس لئے کہ قنوت واجب ہے، اور جس چیز کے واجب ہونے اور بدعت ہونے میں تردد اور شک ہو اسے احتیاطاً ادا کر لینا چاہیئے (محیط سرخسی) مسبوق امام کے ساتھ قنوت پڑھے (محیط سرخسی) سب کا یہی قول ہے (مضمرات) اگر تیسری رکعت کے رکوع میں شریک ہوا اور امام کیساتھ دعاء قنوت نہیں پڑھی تو اپنی بقیہ نماز میں قنوت نہ پڑھے (محیط) وتر کے سوا کسی اور نماز میں قنوت نہ پڑھے[3] (متون) اگر وتر کسی ایسے شخص کے پیچھے پڑھ رہا ہے جو رکوع کے بعد قومہ میں دعاء قنوت پڑھتا ہے اور مقتدی کا یہ مذہب نہیں ہے مقتدی اس میں امام کی متابعت کرے (فتاویٰ قاضی خاں) اگر امام نے فجر کی نماز میں دعاء قنوت پڑھی تو مقتدی خاموش کھڑے رہیں (ہدایہ)۔ مقتدی ساکت کھڑا رہے یہی صحیح ہے (نہایہ)۔

---

[1] اس مسئلہ کی چار صورتیں ہیں۔ (۱) ایک صورت یہ ہے رکوع میں دعاء قنوت پڑھی (۲) دوسری صورت یہ ہے رکوع سے سر اٹھا کر دعاء قنوت پڑھی اور دوبارہ رکوع کیا (۳) تیسری صورت یہ ہے کہ رکوع سے سر اٹھا کر دعاء قنوت پڑھی اور دوبارہ رکوع نہ کیا۔ (۴) چوتھی صورت یہ ہے کہ دعاء قنوت بالکل نہ پڑھی نہ رکوع میں اور نہ رکوع کے بعد ان چاروں صورتوں میں سجدہ سہو واجب ہے۔ اس لئے کہ دعاء قنوت اپنے محل سے ہٹ گئی۔ مترجم۔

[2] درمختار میں ہے ولیس الدعا المشہور ویصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وبہ یفتی۔ یعنی دعاء قنوت پڑھنے کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ طبرانی میں حضرت علی سے ایک روایت ہے کہ ہر (بقیہ اگلے صفحہ)

نواں باب۔ نوافل[1] کا بیان

فجر کی نماز سے پہلے ظہر، مغرب اور عشا کی نماز کے بعد دو رکعتیں سنت ہیں۔ ظہر اور جمعہ سے پہلے اور جمعہ کے بعد چار رکعتیں سنت ہیں (متون)، ہمارے نزدیک چار رکعات ایک سلام سے پڑھے۔ یہاں تک کہ چار رکعتیں اگر دو سلاموں سے پڑھیں تو سنتوں میں ان کا شمار نہ ہوگا۔ فجر کی دو سنتیں سب سے زیادہ موکد ہیں اس کے بعد مغرب کی سنتیں پھر ظہر کے بعد کی سنتیں پھر عشا کے بعد کی سنتیں پھر ظہر سے پہلے کی سنتیں موکدہ ہیں[2]۔ (تبیین)، ہمارے مشائخ نے لکھا ہے اگر کوئی ایسا عالم ہے جس سے لوگ برابر فتوے دریافت کرتے رہتے ہیں تو لوگوں کی ضرورت اور حاجت کی بنا پر اس کیلئے سب سنتوں کا چھوڑنا جائز ہے لیکن فجر کی دو سنتیں چھوڑنی

دعا کی رہتی ہے جب تک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ پڑھا جائے اس لئے اگر کوئی شخص دعاء قنوت کے بعد درود کا صیغہ جیسے "وصلی اللہ علی النبی" بھی پڑھے تو مستحسن ہے۔ درود کے بعینہ یہ الفاظ نسائی کی ایک روایت میں مذکور ہیں "نعمان الحق"۔ ۳ یعنی عام حالات میں وتر کے علاوہ دعاء قنوت نہ پڑھی جائے لیکن اگر مسلمانوں پر کوئی ناگہانی حادثہ پیش آجائے تو ہمارے یعنی احناف کے نزدیک فجر کی نماز میں دوسری رکعت کے رکوع کے بعد ہاتھ چھوڑ کر قنوت نازلہ پڑھے چنانچہ صحیح روایات سے ثابت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز میں دوسری رکعت کے رکوع کے بعد عرب کے چند قبیلوں پر جنھوں نے ستر یا اسّی قاریوں کو مار ڈالا تھا قنوت نازلہ میں بد دعا فرماتے تھے جب آپ نے ان پر فتح پائی تو دعاء قنوت ترک فرما دی۔ قنوت نازلہ کے وہی الفاظ ہیں جو ابھی فتاوی میں ذکر کئے گئے ہیں۔ یعنی اللّٰھم اھدنا فیمن ھدیت سے تبارکت ربنا وتعالیت تک اور ایک صحیح روایت میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دعاء قنوت کے بعد یہ دعا بھی پڑھتے تھے:۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَاَلِّفْ بَیْنَ قُلُوْبِھِمْ وَاَصْلِحْ ذَاتَ بَیْنِھِمْ وَانْصُرْھُمْ عَلٰی عَدُوِّکَ وَعَدُوِّھِمْ اَللّٰھُمَّ الْعَنِ الْکَفَرَۃَ الَّذِیْنَ یُکَذِّبُوْنَ رُسُلَکَ وَیُقَاتِلُوْنَ اَوْلِیَآءَکَ اَللّٰھُمَّ خَالِفْ بَیْنَ کَلِمَتِھِمْ وَزَلْزِلْ اَقْدَامَھُمْ وَاَنْزِلْ عَلَیْھِمْ بَاْسَکَ الَّذِیْ لَا تَرُدُّہٗ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِیْنَ ۔ اس بنا پر قنوت کے ساتھ یہ دعا بھی شامل کرلی جائے۔ (نعمان الحق فاروقی)

[1] نوافل نفل کی جمع ہے لغت میں اس کے معنی زیادتی کے آئے ہیں اور شرعاً اس کا اطلاق ایسی عبادت پر کیا جاتا ہے جس کے کرنے پر ثواب ملے اور نہ کرنے پر عذاب نہ ہو۔ نفل کا لفظ عام ہو اور سنتوں کو بھی شامل ہے اسی وجہ سے اس عنوان کے تحت نوافل اور سنتیں دونوں کا بیان ہے۔ (نعمان الحق فاروقی)۔

[2] ان سنتوں کے موکد ہونے کی وجہ یہ ہو کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان پر مواظبت فرماتے تھے۔ چنانچہ مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہو کہ آپ ظہر سے پہلے چار رکعات اور ظہر کے بعد دو رکعتیں اور مغرب و عشا کے بعد دو رکعتیں اور فجر سے پہلے دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔ ان سنتوں میں سب سے زیادہ موکد فجر کی دو سنتیں ہیں۔ اس لئے کہ بخاری اور مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی نفل نماز کی اتنی خبر گیری نہ فرماتے جتنی فجر کی دو رکعتوں کی فرمایا کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ فجر کی دو سنتوں کو بلا عذر بیٹھ کر پڑھنا یا سواری پر پڑھنا بالاتفاق جائز نہیں ہے۔ اور اگر کوئی شخص کسی تاویل یا شبہ کی بنا پر (اگلے صفحہ)

جائز نہیں ہیں (نہایہ) ایک شخص نے دو رکعتیں پڑھیں اور اسے خیال تھا کہ ابھی رات باقی ہے۔ پھر ظاہر ہوا کہ فجر طلوع ہو گئی تھی۔ قاضی علاؤالدین محمود نسفی نے مختلفات کی شرح میں لکھا ہے کہ اس مسئلہ میں کوئی روایت نہیں ہے اور متاخرین نے کہا ہے کہ فجر کی دو رکعتیں ادا ہو گئیں اور شیخ اجل شمس الائمہ حلوانی نے "کتاب الصلوۃ" کی شرح میں تحریر فرمایا ہے "کہ ظاہر جواب یہ ہے کہ فجر کی دو رکعتیں ادا ہو گئیں"۔ اس لئے کہ ادا وقت میں واقع ہوئی ہے (محیط) جو شخص کھڑا ہو سکتا ہے اس کیلئے فجر کی سنتیں بیٹھکر پڑھنی جائز نہیں ہیں۔ اس لئے کہ فجر کی سنتیں واجب کے قریب ہیں (تاتارخانیہ میں نافع سے منقول ہے) فجر کی سنتیں بلا عذر سواری پر پڑھنی جائز نہیں ہیں (سراج الوہاج) فجر کی دو سنتوں میں پہلی رکعت میں سورۂ کافرون اور دوسری رکعت میں سورۂ قل ہو اللہ شریف پڑھنی سنت ہے۔ اور ان سنتوں کو شروع وقت میں اپنے گھر پڑھے (خلاصہ) فجر طلوع ہونے سے پیشتر فجر کی دو سنتیں پڑھنا جائز نہیں ہے۔ اگر سنتیں شروع کرتے ہی فجر طلوع ہو گئی نماز جائز ہو گی۔ اور اور اگر طلوع میں شک ہے نماز جائز نہ ہو گی۔ اگر فجر طلوع ہونے کے بعد دو مرتبہ سنتیں پڑھیں۔ آخری بار جو دو رکعتیں پڑھی ہیں یہی سنتوں میں شمار کی جائیں گی۔ اس لئے کہ یہ فرض نماز سے قریب ہیں اور ان میں اور فرض نماز میں کوئی اور نماز فاصل نہیں ہے۔ اور سنت فرض سے متصل ہونی چاہیئے۔ سنتیں اگر اپنے وقت میں فوت ہو جائیں تو ان کی قضا نہ ہو گی۔ لیکن فجر کی سنتیں اگر فرض کے ساتھ فوت ہو جائیں تو طلوع شمس سے زوال کے وقت تک ان کی قضا کرے اور بعد قضا نہ کرے۔

(محیط سرخسی) یہی صحیح ہے (بحرالرائق) اگر فجر کی دو سنتیں فرض کے بغیر فوت ہو جائیں تو حضرت امام ابو حنیفہ اور ... امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک ان کو قضا نہ پڑھے اور حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قضا پڑھے (محیط سرخسی) ظہر سے پہلے کی چار رکعات اگر فوت ہو جائیں مثلاً امام کیساتھ جماعت میں شریک ہو گیا اور چار سنتیں نہ پڑھیں تو اکثر فقہا کا مذہب ہے کہ فرضوں سے فارغ ہونے کے بعد جبتک ظہر کا وقت باقی ہے ان کو ادا کر لینا چاہیئے۔ یہی صحیح ہے (محیط)۔ حقائق میں ہے حضرت امام ابو حنیفہ اور حضرت امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک پہلے ظہر کے بعد کی دو سنتیں ادا کرے پھر چار سنتیں پڑھے اور حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے پہلے چار سنتیں پڑھے پھر دو سنتیں ادا کرے اسی پر فتوی ہے (سراج الوہاج)

بعض نے کہا ہے اگر اکیلا نماز پڑھے تو فجر اور ظہر کی سنتوں کو چھوڑ دینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اور بعض نے کہا ہے کہ سنتوں کا چھوڑنا کسی حالت میں درست نہیں ہے اور اسی میں زیادہ احتیاط ہے۔ ایک شخص نے سنتیں اگر اس بنا پر چھوڑی ہیں کہ وہ سنت کو نہیں مانتا تو کافر ہو جائے گا۔ اس لئے کہ اس نے سنتیں خفیف جان کر چھوڑی ہیں۔ اور اگر سنتوں کا قائل ہے تو صحیح یہ ہے کہ گنہ گار ہو گا۔ اس لئے کہ سنتوں کے چھوڑنے پر وعید آئی ہے (محیط سرخسی)۔

اگر ظہر کی نماز سے پہلے چار رکعات پڑھیں اور دو رکعتوں کے بعد نہ بیٹھا اس کی نماز استحساناً جائز ہو گی (محیط) عصر کی نماز سے پہلے چار رکعتیں، عشا کی نماز سے پہلے اور عشا کے بعد چار چار رکعتیں اور مغرب کی نماز کے بعد چھ رکعتیں مستحب ہیں[عله] (کنز)

اس کی مشروعیت کا منکر ہو تو اندیشہ کفر ہے۔ ظہر کی سنتوں کے بارے میں ترمذی کی ایک حدیث ہے من حافظ علی اربع قبل الظہر و اربع بعدها حرمه الله علی النار۔ یعنی جو شخص ظہر سے پہلے چار رکعتیں اور ظہر کے بعد چار رکعتیں پابندی سے پڑھے گا اللہ تعالی اس پر دوزخ کی آگ حرام کر دیتا ہے۔ (نعمان الحق)۔

عله مغرب کی نماز کے بعد چھ رکعتیں مستحب ہیں۔ اسکا نام "صلوۃ اوابین" ہے۔ اوابین اواب کی جمع ہے جس کے معنی (ربانی لگے ضرور

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عصر کی نماز سے پہلے اور عشاء کی نماز کے بعد اسے اختیار ہے چاہے دو رکعتیں پڑھے اور چاہے چار رکعتیں پڑھے لیکن دونوں نمازوں میں چار، چار رکعات پڑھنا افضل ہے (کافی)۔

مستحب نمازیں۔ ان میں سے چند یہ ہیں

چاشت کی نماز کم سے کم دو رکعتیں اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعتیں ہیں۔ اس کا وقت سورج کے بلند ہونے کو زوال تک رہتا ہے۔ [۱]

تحیۃ المسجد تحیۃ المسجد کی دو رکعتیں مستحب ہیں۔ [۲]

وضو کے بعد دو رکعتیں وضو کرنے کے بعد دو رکعات پڑھنا مستحب ہے۔ [۳]

استخارہ کی نماز اس کی بھی دو رکعتیں ہیں۔ [۴]

صلوٰۃ حاجت ضرورت اور حاجت کے وقت دو رکعتیں پڑھنا مستحب ہے۔ [۵]

تہجد کی نماز مستحب ہے (بحر الرائق)، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تہجد کی انتہا آٹھ رکعتیں تھیں اور کم سے کم دو رکعتیں (فتح القدیر میں مبسوط سے منقول ہیں)۔ [۶]

صلوٰۃ تسبیح اس کے پڑھنے کا قاعدہ ملتقط میں یہ لکھا ہے کہ شروع کی تکبیر پڑھ کر سبحانک الخ پڑھے پھر سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر پندرہ مرتبہ پڑھے اس کے بعد اعوذ باللہ الخ سورۃ فاتحہ الخ اور ایک

رجوع کرنے والے کے آتے ہیں یعنی بندہ اس نماز کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنیوالوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ ان چھ رکعتوں کے ادا کرنے میں اختلاف ہے بعض نے کہا چھ رکعتیں ایک سلام سے پڑھی جائیں بعض نے کہا دو سلام سے اور شامی رحمۃ اللہ علیہ نے خیر الدین رملی سے نقل کیا ہے اور یہی قول مفتیٰ بہ ہے کہ چھ رکعتیں پڑھے اور ہر شفعہ پر سلام پھیرے سند صحیح احادیث میں اس نماز کی بڑی فضیلت آئی ہے "ترجمان

[۱] در مختار میں ہے چاشت کی نماز کا افضل وقت ربع نہار ہو۔ اس کی کم سے کم دو رکعتیں اور اوسط آٹھ رکعتیں اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعتیں ہیں اور یہ سب رکعتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں چنانچہ بخاری میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو اس وقت دو رکعتیں پڑھنے کی وصیت کی۔ مسلم کی ایک حدیث سے ثابت ہے کہ آپ نے چاشت کے وقت چار اور اس سے زائد رکعتیں پڑھی ہیں کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی الضحی اربعًا ویزید ما شاء اللہ (رواہ مسلم)۔ ابن شحنہ نے ذخائر اشرفیہ میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل دونوں سے ثابت ہے کہ آپ نے چاشت کے وقت آٹھ رکعتیں ادا فرمائیں۔ ترمذی اور نسائی میں ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا چاشت کے وقت جو شخص بارہ رکعتیں پڑھیگا اس کیلئے اللہ تعالیٰ جنت میں سونے کا محل تیار کرے گا حدیث کے الفاظ یہ ہیں من صلی الضحی اثنا عشر رکعۃ بنی اللہ له قصرًا من ذھب فی الجنۃ " یہ حدیث (باقی اگلے صفحہ پر)

سورۃ پڑھے پھر یہی کلمات دس بار پڑھے پھر رکوع میں یہ کلمات دس بار پڑھے پھر رکوع سے کھڑے ہوکر (یہی کلمات) دس بار پڑھے پھر ہر سجدہ میں (یہی کلمات) دس بار پڑھے اور دونوں سجدوں کے درمیان دس مرتبہ پڑھے اور چار رکعتیں (اسی طرح) پوری کرے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا گیا۔ اس نماز کیلئے آپ کو کوئی سورۃ معلوم ہو آپ نے فرمایا الہاکم التکاثر۔ سورۃ والعصر۔ قل یا ایھا الکافرون اور قل ھو اللہ احد۔ معلیؒ نے کہا ہے صلوۃ تسبیح ظہر سے پہلے پڑھے (مضمرات) مطلق نفل نماز

ضعیف ہو اور اس کی سند میں کلام ہے۔ ۲ه مطلب یہ ہو کہ جب کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو رب مسجد (اللہ تعالیٰ) کیلئے کوئی تحیۃ اور تحفہ بھی ہونا چاہیئے۔ وہ تحفہ کیا ہو؟ اس کیلئے آپ کا ارشاد ملاحظہ فرمایئے۔ فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو اسوقت تک نہ بیٹھے جبتک کہ وہ دو رکعتیں نہ پڑھے۔ اسی لئے ان دو رکعتوں کا نام تحیۃ المسجد ہے۔ درمختار اور شامی میں ہو کہ اگر ایک شخص مسجد میں داخل ہونے کے بعد فوراً فرض یا نفل پڑھے اور اسی کے ضمن میں تحیۃ المسجد کی بھی نیت کرے تو فرض اور نفل کے ساتھ ساتھ تحیۃ المسجد بھی ادا ہو جائیگی اور اگر فرض نماز میں دیر ہو تو الگ سے دو رکعتیں پڑھے فجر اور عصر کے بعد چونکہ نوافل مکروہ ہیں اسلئے تحیۃ المسجد کی دو رکعات نہ پڑھے بلکہ سبحان اللہ لا الہ الا اللہ اور درود شریف کا پڑھنا اس کے قائم مقام ہو جاتا ہے۔

۳ه اس نماز کو تحیۃ الوضو کہتے ہیں شرنبلالیہ میں مواہب سے منقول ہو کہ وضو کے فوراً بعد اعضا کے خشک ہونے سے پہلے دو رکعتیں پڑھے شامی میں ہو کہ تحیۃ الوضو میں سورہ کافرون اور سورہ اخلاص کا پڑھنا مستحب ہے۔

۴ه یعنی جب کوئی اہم معاملہ درپیش ہو اور اس کے کرنے نکرنے میں تردد ہو تو استخارہ کی نماز پڑھنی چاہیئے چنانچہ بخاری شریف میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح قرآن کی سورۃ سکھاتے تھے اسی طرح ہمیں سب کاموں میں استخارہ کی تعلیم دیتے تھے۔ استخارہ کا طریقہ یہ ہے:-

دو رکعتیں نفل استخارہ کی نیت سے پڑھے۔ پہلی رکعت میں قل یا ایھا الکافرون اور دوسری رکعت میں قل ہو اللہ پڑھے۔ ایک بزرگ سے منقول ہو کہ پہلی رکعت میں یہ دو آیتیں بھی پڑھے۔ وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ○ وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُورُهُمْ وَمَا يُعْلِنُونَ۔ ترجمہ:- اور تیرا رب پیدا کرتا ہے جو چاہے اور پسند کرے جس کو چاہے۔ ان کے ہاتھ میں نہیں پسند کرنا۔ اللہ نرالا ہے اور بہت اوپر ہے اس چیز سے کہ شریک بتلاتے ہیں اور تیرا رب جانتا ہے جو چھپ رہا ہے ان کے سینوں میں اور جو کچھ کہ ظاہر میں کرتے ہیں۔

اور دوسری رکعت میں یہ آیت بھی پڑھے وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُولُهٗ أَمْرًا أَنْ يَّكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِينًا ○ ترجمہ کسی ایماندار مرد اور ایماندار عورت کا یہ کام نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کوئی کام مقرر کر دے تو ان کو اپنے کام کا اختیار رہے اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی سو وہ راہ بھولا صریح چوک کر۔

دو رکعتیں جب پڑھ چکے تو دعا استخارہ سے پہلے اور اس کے بعد درود شریف کا پڑھنا افضل ہو۔ اس کے بعد دعا استخارہ پڑھے:-

اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْتَخِيرُكَ بِعِلْمِكَ وَأَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَأَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيمِ فَإِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا أَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا أَعْلَمُ

اے اللہ میں تیرے علم سے بھلائی طلب کرتا ہوں اور تیری قدرت سے توانائی طلب کرتا ہوں اور تیرے فضل بے پایاں کا خواستگار ہوں بلا شبہ تو قدرت والا ہو اور میں عاجز ہوں اور تو جانے (باقی اگلے صفحہ پر)

ہر وقت پڑھنا مستحب ہے (اوقات ثلثہ "طلوع، زوال، غروب"۔ اور فجر کے وقت اور عصر کے بعد کا وقت صحیح احادیث اور روایات کے پیش نظر اس حکم سے مستثنیٰ ہے۔) (محیط سرخسی) دن کی نفلوں میں چار رکعات سے زائد ایک سلام سے پڑھنا اور رات کی نوافل میں آٹھ رکعات سے زائد ایک سلام سے پڑھنا مکروہ ہے اور دونوں میں افضل چار رکعتیں ہیں اس لئے کہ اس میں دیر تک تحریمہ باقی رہتا ہے۔ پس ان میں مشقت بھی زیادہ ہوگی اور فضیلت بھی زیادہ ہوگی۔ اس لئے اگر کوئی شخص ایک سلام سے چار رکعتیں پڑھنے کی نذر کرے تو دو سلام سے چار رکعتیں پڑھنے میں وہ نذر ادا نہ ہوگی۔ اور اگر کوئی شخص دو سلام سے چار رکعات پڑھنے کی نذر کرے تو ایک سلام سے چار رکعات پڑھنے میں وہ نذر ادا ہو جائے گی۔ (تبیین) سنتیں اور نفل گھر میں پڑھنا افضل ہے اس لئے

وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ فَاقْدُرْہُ لِیْ وَیَسِّرْہُ لِیْ ثُمَّ بَارِکْ لِیْ فِیْہِ اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ فَاصْرِفْہُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْہُ وَاقْدُرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ کَانَ ثُمَّ رَضِّنِیْ بِہٖ۔

والا ہے اور میں ناواقف ہوں اور تو بیشک پوشیدہ باتوں کا بہت زیادہ جاننے والا ہے۔ اے اللہ اگر اس کام میں دین، معاش اور انجام کار کے لحاظ سے بھلائی ہو تو میرے لئے اس کو مقدر فرما اور آسان بنا۔ اور اس میں برکت عطا فرما۔ اے اللہ اگر اس کام میں دینی، معاشی اور انجام کار کے لحاظ سے شر ہو تو اس کو باز رکھ۔ اور مجھے اس سے علیحدہ رکھ۔ اور میرے لئے بھلائی جہاں بھی ہو مقرر فرما۔ اور اس سے راضی ہو جائے

شرح شرعتہ میں ہے کہ دعاء استخارہ کے بعد باوضو قبلہ رخ سو جائے اور مسلسل سات دن تک یہ عمل کرے۔ اگر کوئی خواب دیکھے تو اس کی تعبیر لے اور اگر خواب میں کچھ نظر نہ آئے تو طبیعت کا رجحان جس طرف ہو جائے اسی پر عمل کرے۔ (نعمان فاروقی)۔

ؔ تجنیس۔ ملتقط اور خزانۃ الفتاوی میں نماز حاجت کی چار رکعتیں لکھی ہیں۔ بلکہ تجنیس میں بھی مذکور ہے کہ یہ چار رکعتیں عشاء کے بعد پڑھے پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد آیۃ الکرسی تین بار اور دوسری رکعت میں سورۃ فاتحہ کے ساتھ قل ھو اللہ اور تیسری رکعت میں الحمد کے ساتھ قل اعوذ برب الفلق اور چوتھی رکعت میں الحمد کیساتھ قل اعوذ برب الناس ایک ایک بار پڑھے۔ اور اس سلسلہ میں ایک مرفوع حدیث بھی نقل کی ہے۔

شرح منیہ میں ہے کہ نماز حاجت کی دو رکعتیں ہیں جیسا کہ "فتاوی عالمگیری" میں مذکور ہے اور یہی صحیح ہے۔ چنانچہ ترمذی میں حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جس شخص کو کوئی حاجت اللہ تعالیٰ سے یا کسی بندہ سے ہو تو اچھی طرح وضو کر کے دو رکعتیں پڑھے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی ثنا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے اس کے بعد یہ دعا مانگے:۔

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْحَلِیْمُ الْکَرِیْمُ سُبْحَانَ اللّٰہِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ اَسْئَلُکَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِکَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِکَ وَالْغَنِیْمَةَ مِنْ کُلِّ بِرٍّ وَّالسَّلَامَةَ مِنْ کُلِّ اِثْمٍ لَا تَدَعْ لِیْ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَہٗ وَلَا ھَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَہٗ وَلَا حَاجَةً

اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے جو بردبار اور کرم والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتا ہوں جو عرش عظیم کا مالک ہے ہر قسم کی تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔ میں تجھ سے ان چیزوں کا طلب گار ہوں جو تیری رحمت کا موجب ہیں اور تیری مغفرت کی جن سے توقع ہو جاتی ہو (باقی اگلے صفحہ پر)

کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ مرد کی نماز گھر میں افضل ہو لیکن فرض نماز مسجد میں افضل ہو۔ اس کے بعد اگر امام مسجد میں جماعت سے نماز پڑھتا ہے تو مسجد کے دروازہ پر سنتیں پڑھنا افضل ہو۔ اگر امام مسجد کے اندرونی حصہ میں نماز پڑھتا ہے تو مسجد کے باہر کے حصہ میں سنتیں پڑھنا افضل ہو اور اگر امام مسجد کے بیرونی حصہ میں نماز پڑھتا ہے تو مسجد کے اندرونی حصہ میں سنتیں پڑھنا افضل ہے۔ اور اگر مسجد اکہری ہے تو ستون کے پیچھے سنتیں پڑھنی چاہئیں۔ صفوں کے پیچھے کسی چیز کے حائل ہوئے بغیر سنتیں پڑھنی مکروہ ہیں۔ سب سے زیادہ کراہیت اس میں ہے کہ جماعت کی صف میں ملکر سنتیں پڑھے۔ یہ ساری صورتیں اسوقت ہیں جب امام نماز پڑھ رہا ہو۔ اور اگر امام نے نماز نہیں شروع کی تو مسجد میں جہاں چاہے نماز پڑھے فرض کے بعد جو سنتیں پڑھی جاتی ہیں ان کو مسجد میں اسی جگہ پڑھنا چاہئے جہاں فرض نماز پڑھی ہے۔ اور اولیٰ یہ ہے کہ ایک قدم ہٹ جائے اور امام کو اپنی جگہ سے ضرور ہٹنا چاہئے (کافی)۔

حلوائی نے ذکر کیا ہے کہ تمام سنتیں گھر میں پڑھنی افضل ہیں۔ لیکن تراویح مسجد میں پڑھے۔ بعض فقہا نے کہا ہے کہ کبھی کبھار سنتیں گھر میں پڑھنی چاہئیں۔ صحیح یہ ہو کہ سب برابر ہیں کسی جگہ میں زیادہ فضیلت نہیں ہے لیکن وہ نماز افضل ہے جس میں ریا و سمعہ نہ ہو اور اخلاص و خشوع سے بھرپور ہو (نہایہ) ظہر سے پہلے جمعہ سے پہلے اور جمعہ کے بعد جو چار رکعتیں ہیں ان میں پہلے قعدہ میں درود شریف نہ پڑھے (زاہدی) جب تیسری رکعت کیلئے کھڑا ہو تو سبحانک اللہم نہ پڑھے۔ اسی

ھی لک رضاً الا قضیتہا یا ارحم الرحمین۔ اور ہر نیکی سے غنیمت اور ہر گناہ سے سلامتی کا خواست گار ہوں اور کوئی گناہ نہ چھوڑ جس کو تو بخش نہ دے اور نہ کوئی غم کہ جس کو تو دفع نہ کردے اور نہ کوئی حاجت جو تیری رضا کی ہو کہ نہ پورا کرے تو اس کو یا ارحم الرحمین۔

انسان جب صدق دلی اور اعتماد کامل کے ساتھ یہ عمل کریگا۔ اس کی حاجت انشاء اللہ تعالیٰ ضرور پوری ہوگی۔ یہاں پر ایک اشکال ہوتا ہے کہ صلوٰۃ استخارہ بھی تو صلوٰۃ حاجت ہی ہے پھر ان دونوں میں کیا فرق ہے۔ نہر الفائق میں اس کا یہ جواب دیا ہے کہ صلوٰۃ استخارہ آئندہ کام کیلئے پڑھی جاتی ہے اور نماز حاجت موجودہ کام کیلئے پڑھی جاتی ہے۔

تہ تہجد کی نماز کی احادیث میں بڑی فضیلت آئی ہے مسلم شریف میں ہے کہ فرض نماز کے بعد سب سے زیادہ افضل تہجد کی نماز ہے اس میں اختلاف ہے کہ تہجد کی نماز مستحب ہے یا سنت۔ اس لئے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے یہ نماز مستحب معلوم ہوتی ہے اور چونکہ آپ نے اس پر مواظبت فرمائی ہے اس لئے سنت معلوم ہوتی ہے شامی رحمۃ اللہ علیہ نے طویل کلام کے بعد فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں تہجد کی نماز فرض تھی اور ہمارے لئے سنت ہے اسی لئے حلیہ میں ہے کہ اشبہ یہ ہے کہ تہجد کی نماز سنت ہے۔ پھر تہجد کی رکعات میں اختلاف ہے نسائی اور ابن ماجہ میں حدیث ہے کہ جو شخص رات کو جاگے اور اپنی بیوی کو جگائے پھر دونوں دو رکعتیں پڑھیں تو دونوں اللہ کے بہت ذکر کرنیوالوں میں لکھے جائیں گے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تہجد کی کم سے کم دو رکعتیں ہیں ابو داؤد کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تہجد کی کم سے کم رکعات چار تھیں۔ حاوی قدسی میں ہے کہ آپ کے تہجد کی کم سے کم دو رکعتیں ہیں اور زیادہ سے زیادہ آٹھ رکعتیں۔ فتاویٰ عالمگیری میں یہی مذکور ہے۔ ان مختلف روایات کے پیش نظر شامی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تہجد کی کم سے کم دو رکعتیں اوسط چار رکعات اور زیادہ سے زیادہ (باقی اگلے صفحہ پر)

علاوہ جب چار نفل پڑھے تو پہلے قعدہ میں درود پڑھے اور تیسری رکعت میں سبحانک اللہم پڑھے[۱]۔ (زاہدی) اور اگر فجر کی دو سنتیں اور ظہر کی چار سنتیں پڑھکر بیع و شراء یا کھانے پینے میں مشغول ہوا تو سنتوں کا اعادہ کرے[۲]۔ لیکن ایک لقمہ کھانے یا ایک بار پینے سے سنت باطل نہیں ہوتی (خلاصہ) اگر فرض نماز کے بعد بات چیت کر لی بعض فقہانے کہا ہے کہ سنتیں ساقط ہو جاتی ہیں[۳] اور بعض نے کہا ہے کہ ساقط نہیں ہوتیں لیکن ثواب کم ہو جاتا ہے (نہایہ)۔ نفل کی ہر رکعت میں الحمد شریف اور سورۃ پڑھے اور اگر ایک رکعت یا دو رکعت میں قرات چھوڑ دی دوگانہ باطل ہو جائیگا (مضمرات)۔

اگر نفل نماز اس خیال سے شروع کی کہ وہ اس کے ذمہ ہو پھر ظاہر ہوا کہ اس کے ذمہ نہیں ہے۔ اس نے نماز توڑ ڈالی تو دوبارہ قضا نہ کرے (زاہدی) ہمارے اصحاب کا اتفاق ہو کہ اگر مطلقاً نفل کی نیت کی یعنی دو یا چار رکعتوں کی تعیین نہیں کی تو دو رکعتوں سے زیادہ لازم نہیں ہوتیں اور اگر چار رکعتوں کی نیت کر کے جو نماز شروع کی ہے تو حضرت امام ابوحنیفہ اور حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دو رکعتوں کی نماز شروع ہوتی ہے (قنیہ) جس شخص نے چار رکعت نفل نماز پڑھی اور درمیانی قعدہ میں جان بوجھ کر نہیں بیٹھا تو حضرت امام ابوحنیفہ اور حضرت امام ابویوسف رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک استحساناً اس کی نماز فاسد نہ ہوگی۔ اور قیاس کے مطابق نماز فاسد ہونی چاہیئے۔ چنانچہ حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا یہی قول ہے (یعنی نماز فاسد ہو جاتی ہے) اور اگر تین رکعات نفل پڑھیں اور دو رکعتوں کے بعد قعدہ نہ کیا۔ اصح یہ ہو کہ اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور اگر چھ رکعتیں ایک قعدہ سے پڑھیں اس میں مشائخ کا اختلاف ہے اور اصح یہ ہے کہ اس میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قیاس کے مطابق نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور حضرت امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف رحمہما اللہ کے نزدیک استحساناً نماز فاسد نہ ہو گی۔

امام صفار نے اصل کے نسخہ میں تحریر فرمایا ہے کہ اگر ایک شخص نفل نماز کے پہلے قعدہ میں نہ بیٹھا اور تیسری رکعت کیلئے کھڑا ہو گیا۔ حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق پھر قعدہ کی طرف واپس آجائے اور قعدہ کرے اور حضرت امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف رحمہما اللہ کے قول کے مطابق قعدہ کی طرف نہ لوٹے اور آخر میں سجدہ سہو کرے (خلاصہ) یہ حکم اس صورت میں ہے جب چار رکعت کی نیت کی تھی اور اگر چار رکعت کی نیت نہیں تھی اور تیسری رکعت کیلئے کھڑا ہو گیا تو بالاجماع قعدہ کی طرف لوٹ آئے اور اگر قعدہ کی طرف نہ لوٹا تو نماز فاسد ہو جائے گی (برجندی) ظہر سے پہلے کی چار رکعتوں کا حکم نوافل کی طرح ہے اور حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اسمیں قیاس و استحسان ہے۔ اور استحسان یہ ہے کہ نماز فاسد نہیں ہوتی۔ یہی اختیار کیا

ہوگی تو اس صورت میں اختلاف ہے (خلاصہ) چار رکعات نفل کی نیت

آٹھ رکعتیں ہیں۔ بعض روایات میں اس سے زیادہ تعداد بھی منقول ہے۔ (نعمان الحق فاروقی) [۲] اس لئے کہ یہ سنتیں مؤکدہ ہونے کی وجہ سے فرض کے مشابہ ہو گئی ہیں اور جس طرح فرائض میں قعدہ اولیٰ میں درود اور تیسری رکعت کے شروع میں سبحانک اللہم الخ نہیں پڑھا جاتا۔ اسی طرح ان سنتوں میں بھی قعدۂ اولیٰ میں نہ درود پڑھا جائے گا۔ اور نہ تیسری رکعت کے شروع میں سبحانک اللہم الخ پڑھا جائے گا۔

[۱] نوافل میں اصل یہ ہے کہ اس میں دو دو رکعتیں مستقل نماز شمار کی جاتی ہیں۔ اور چونکہ نوافل کا ہر شفعہ (دو رکعتیں) مستقل نماز ہے۔ اسی لئے قعدۂ اولیٰ میں درود شریف اور تیسری رکعت کے شروع میں سبحانک اللہم پڑھنا چاہیئے۔ لیکن کچھ فقہا کی یہ رائے ہے کہ سنتوں اور نوافل میں بھی قعدہ اولیٰ میں نہ درود شریف پڑھے اور نہ تیسری رکعت کے شروع میں سبحانک اللہم پڑھے قنیہ میں اس قول کو صحیح کہا ہے۔ (مترجم نعمان الحق فاروقی) [۳] شامی میں لکھا ہے کہ یہ قول ضعیف ہو (باقی اگلے صفحہ پر)

گیا ہے۔ (مضمرات)۔ وتر کا حکم حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وہی ہے جو نوافل کا ہے اور حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس میں بھی قیاس اور استحسان ہے اور استحسان یہ ہے کہ وتر کی نماز فاسد نہیں ہوتی اور قیاس یہ ہے کہ فاسد ہو جاتی ہے اور یہی مختار ہے (خلاصہ) اگر وضو کئے بغیر یا ناپاک کپڑوں میں نفل نماز شروع کر دی تو وہ نماز میں داخل ہی نہیں ہوا۔ اور جب نماز ہی شروع نہیں ہوئی تو اس پر قضا بھی لازم نہ ہوگی (محیط)۔

جو شخص کھڑے ہونے پر قادر ہے وہ اصح قول کے مطابق بلا کراہت بیٹھ کر نفل نماز پڑھ سکتا ہے (شرح مجمع البحرین مصنفہ ابن ملک) ایک شخص نے نفل نماز کھڑے ہو کر شروع کی پھر بلا عذر بیٹھ جانے کا ارادہ کیا حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک استحساناً جائز ہے (محیط) ایک شخص نے کھڑے ہو کر نفل نماز شروع کی کچھ دیر کے بعد تھک گیا اور لاٹھی یا دیوار سے ٹیک لگالی۔ اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے (شرح جامع صغیر مصنفہ حسامی) بلا عذر نفل نماز اشارہ سے جائز نہیں ہے۔ اگر نفل نماز شروع کی اور توڑ دی تو اس نے نماز اگر اس طرح توڑی ہے کہ تحریمہ سے بھی نکل گیا جیسے حدث یا کلام کیا تو دوسری دو رکعتوں کی بنا اس پر جائز نہ ہوگی۔ اور اگر نماز اس طرح فاسد کی کہ تحریمہ سے باہر نہیں نکلا۔ جیسے قرات چھوڑ دی تو دوسری دو رکعتوں کی بنا اس پر جائز ہے (تاتارخانیہ)۔

اگر نفل یا فرض نماز بیٹھ کر پڑھی اور وہ کھڑے ہونے پر قادر نہیں ہے تو حالت قرات میں اسے اختیار ہے چاہے اس طرح بیٹھے کہ دونوں ہاتھوں کا دونوں زانوؤں کے گرد حلقہ باندھ لے یا چار زانوں بیٹھے (تاتارخانیہ میں شرح طحاوی سے منقول ہے) مختار یہ ہے کہ اسطرح بیٹھے جیسے تشہد کی حالت میں بیٹھتے ہیں (ہدایہ) اگر نفل نماز تھوڑی سی بیٹھکر پڑھی پھر کھڑا ہو گیا اور باقی نماز کھڑے ہو کر پڑھی۔ سب کے نزدیک جائز ہے (محیط) اور مکروہ نہیں ہے۔ (محیط سرخسی) ایک شخص نفل نماز بیٹھ کر پڑھتا ہے اور رکوع کھڑے ہو کر کرتا ہے اس کیلئے افضل یہ ہے کہ کھڑے ہو کر کچھ قرأت بھی کرے اور اگر سیدھا کھڑا ہو گیا۔ اور قرات کے بغیر رکوع میں چلا گیا تو جائز ہے اور اگر سیدھا کھڑا نہیں ہوا تھا کہ رکوع کر دیا نماز جائز نہ ہوگی۔ (خلاصہ) اگر چار رکعتوں کی نیت کر کے قعدہ اولیٰ کے بعد یا قعدہ اولیٰ سے پہلے نماز توڑ دی تو دو رکعتوں کی قضا کرے[1] (کنز) ظہر کی سنتوں کا بھی یہی حکم ہے۔ اس لئے کہ یہ بھی نوافل میں شامل ہیں۔ اور بعض نے کہا ہے کہ احتیاطاً چار رکعتوں کی قضا کرے اس لئے کہ یہ سب ایک نماز کے حکم میں ہے (ہدایہ۔ کافی) یہی اصح ہے (مضمرات) اور صاحب نصاب نے اس پر تصریح کی ہے کہ یہی اصح ہے (بحر الرائق) اگر نفل پڑھنے والا تیسری رکعت کیلئے کھڑا ہو گیا پھر خیال آیا کہ اس نے قعدہ نہیں کیا ہے وہ قیام سے لوٹ آئے اور قعدہ کرے ظہر کی سنتوں کا بھی یہی حکم ہے اور علی بزدوی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ

اور کھانے پینے یا بیچ و شراء سے سنتیں باطل نہیں ہوتیں۔ [2] یہ قول بھی نہایت ضعیف ہے اور صحیح یہ ہے کہ بات چیت کرنے سے سنتیں ساقط نہیں ہوتیں۔ اور اصل یہ ہے کہ فرض اور سنتوں کے درمیان ہر وہ عمل جو تحریمہ کے منافی ہو سنتوں کے ثواب کو کم کر دیتا ہے۔

[1] اس عبارت کا مطلب ہے کہ ایک شخص نے چار رکعات نفل غیر مؤکدہ کی نیت سے نماز شروع کی اور پہلے شفعہ کے قعدہ اولیٰ سے پہلے اس کو فاسد کر دیا تو دو رکعتیں لازم ہوں گی یا پہلے شفعہ کا قعدہ پورا کرنے کے بعد دوسرا شفعہ شروع کیا اور اس کو فاسد کر دیا تو اس صورت میں بھی دو رکعتیں لازم ہوں گی۔ نفل کے ساتھ غیر مؤکدہ کی قید کا اس وجہ سے اضافہ کیا ہے کہ اگر نوافل مؤکدہ ہوں تو بالاتفاق چار رکعات کی قضا لازم ہوگی۔ (نعمان الحق فاروقی)۔

قیام سے نہ لوٹے۔ ایک شخص نے چار رکعات کی نیت نہیں کی تھی وہ تیسری رکعت کیلئے کھڑا ہو گیا پھر اسے خیال آیا کہ اس نے قعدہ نہیں کیا ہے اس کیلئے بالاجماع یہ حکم ہے کہ قیام سے لوٹ آئے اگر نہ لوٹا نفل نماز فاسد ہو جائے گی (برجندی) ایک شخص نے چار رکعات نفل نماز کی نیت کی اور پہلی دو رکعتوں کے بعد قعدہ کیا اور سلام پھیر دیا یا کلام کیا اس پر کچھ لازم نہیں ہے اور حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایک روایت کے مطابق اسپر دو رکعتوں کی قضا لازم ہے۔ اگر چار رکعات نفل کی نیت کی اور کسی رکعت میں قراءت نہ کی۔ یا دوسری دو رکعتوں میں سے صرف ایک رکعت میں قراءت کی حضرت امام ابو حنیفہ اور حضرت امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک اسپر صرف پہلی دو رکعتوں کی قضا لازم ہوگی[1] اور حضرت امام ابو یوسف کے نزدیک چار رکعتوں کی قضا لازم ہوگی۔ اور اگر پہلی دو رکعتوں میں سے اور دوسری دو ......

[1] ان مسائل میں اصل یہ ہے کہ حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پہلی دو رکعتوں میں، یا پہلی دو رکعتوں میں سے ایک رکعت میں قراءت ترک کرنے سے تحریمہ باطل ہو جاتا ہے حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پہلی دو رکعتوں میں قراءت ترک کرنے سے بھی تحریمہ باطل نہیں ہوتا

اور حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پہلی دو رکعتوں میں قراءت چھوڑنے سے تحریمہ باطل ہو جاتا ہے۔ ان مسائل کی عقلی اعتبار سے سولہ صورتیں ہیں ہم ان کو تفصیل وار نقشہ کھینچکر تینوں ائمہ رحمہم اللہ کے مذہب کے موافق تحریر کرتے ہیں تاکہ ہر شخص آسانی کے ساتھ سمجھ جائے۔

نمبر شمار	پہلی رکعت	دوسری رکعت	تیسری رکعت	چوتھی رکعت	امام اعظم	امام یوسف	امام محمد
۱	.	.	.	.	دو رکعتیں لازم ہوں گی	چار رکعتیں	دو رکعتیں لازم ہونگی
۲	.	.	قرات	قرات	" " "	دو رکعتیں	"
۳	قرات	قرات	.	.	" " "	"	"
۴	قرات	قرات	قرات	.	" " "	"	"
۵	قرات	قرات	.	قرات	" " "	"	"
۶	قرات	.	قرات	قرات	" " "	"	"
۷	.	قرات	قرات	قرات	" " "	"	"
۸	.	.	قرات	.	" "	چار رکعتیں	"
۹	.	.	.	قرات	" " "	"	"
۱۰	قرات	.	قرات	.	چار رکعات کی قضا لازم ہوگی	"	"
۱۱	.	قرات	.	قرات	" " "	"	"
۱۲	قرات	.	.	قرات	" " "	"	"
۱۳	.	قرالات	قرات	.	" " "	"	"
۱۴	قرات	.	.	.	" " "	"	"
۱۵	.	قرات	.	.	" " "	"	"
۱۶	قرات	قرات	قرات	قرات	چاروں صحیح ہوں گی	چاروں صحیح	چاروں صحیح

رکعتوں میں سے ایک ایک رکعت میں قراءت کی یا صرف پہلی دو رکعتوں میں سے ایک رکعت میں قراءت کی اور کسی رکعت میں قراءت نہ کی تو امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک چار رکعتوں کی قضا لازم ہوگی اور حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صرف پہلی دو رکعتوں کی قضا کرے گا۔ اور اگر پہلی دو رکعتوں میں قراءت کی اور کسی رکعت میں قراءت نہ کی یا پہلی دونوں رکعتوں میں قراءت کی اور آخری دو رکعتوں میں سے ایک رکعت میں قراءت کی اس پر بالاتفاق آخری دو رکعتوں کی قضا لازم ہوگی۔ اور اگر دوسری دو رکعتوں میں قراءت کی اور کسی رکعت میں قراءت نہ کی یا دوسری دو رکعتوں میں قراءت کی اور پہلی دو رکعتوں میں سے ایک رکعت میں قراءت کی تو اس پر بالاتفاق پہلی دو رکعتوں کی قضا لازم ہوگی۔

قاعدہ کلیہ اس مسئلہ میں اصل یہ ہے کہ حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پہلی دو رکعتوں میں یا پہلی دو رکعتوں میں سے ایک رکعت میں قراءت ترک کرنے سے تحریمہ باطل ہو جاتا ہے اور جب قراءت کئے بغیر رکعت کا سجدہ کریگا تو اس کے اوپر بنا درست نہ ہوگی۔ اور حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پہلی دو رکعتوں میں قراءت چھوڑنے سے بھی تحریمہ باطل نہیں ہوتا۔ اس لئے قراءت ایک زائد رکن ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ بعض صورتوں میں نماز قراءت کے بغیر بھی درست ہو جاتی ہے۔ امی گونگے اور مقتدی کی نمازیں مثال میں پیش کی جا سکتی ہیں۔ اس بنا پر قراءت چھوڑنے سے ادا فاسد ہوگی تحریمہ باطل نہ ہوگا۔ اس لئے دوسری دو رکعتوں میں نماز کا شروع کرنا درست ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پہلی دو رکعتوں میں قراءت چھوڑنے سے تحریمہ باطل ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہ قراءت کے واجب ہونے میں تمام امت کا اجماع ہے اس لئے اس پر بنا درست نہ ہوگی۔ اور پہلی دو رکعتوں میں سے ایک رکعت میں قراءت چھوڑنے میں اختلاف ہے اس لئے ہم نے قضا کے لازم ہونے کے بارے میں اس کو باطل قرار دیا اور دوسری دو رکعتوں کے لازم ہونے کے سلسلہ میں احتیاطاً اس کو باقی رکھا (تبیین)، ایک شخص امام کے ساتھ نفل کی پہلی دو رکعتوں میں شامل ہوا اور اس نے امام کے دوسرے دوگانہ شروع کرنے سے پہلے کلام کر لیا تو امام اعظم اور امام محمدؒ کے نزدیک صرف پہلی دو رکعتوں کی قضا لازم ہوگی۔ اور اگر امام کے دوسرے دوگانہ شروع کرنے کے بعد کلام کیا اور چار رکعات میں قراءت کی تھی تو چار رکعات کی قضا کریگا۔ اور اگر دوسری دو رکعتوں میں اقتدا کی تھی اور امام کے ساتھ سلام پھیر دیا تو پہلی دو رکعتوں کی قضا کریگا۔ اگر ایک شخص نے نوافل کی نیت باندھ کر ظہر کی نماز پڑھنے والے کے پیچھے نماز کے شروع یا آخر میں اقتدا کی پھر کلام کیا تو وہ چار رکعات کی قضا کریگا۔ ایک شخص نے ظہر کی نماز پڑھنے والے کے پیچھے نوافل کی نیت کرکے اقتدا کی۔ پھر اسے خیال آیا کہ اس نے فجر کے فرض نہیں پڑھے ہیں۔ اسنے نماز توڑ دی اور ظہر کی نماز کیلئے از سرِ نو تکبیر کہی۔ اس پر قضا لازم نہیں ہوگی۔ ایک شخص ظہر کی نماز پڑھ رہا تھا۔ ایک دوسرا شخص آیا اور کہا بخدا میں اس شخص کے پیچھے یہ نماز نفل ہی کی نیت سے پڑھوں گا۔ پھر اسے خیال آیا کہ اس نے ظہر کی نماز نہیں پڑھی ہے اور وہ ظہر کی نماز کی نیت کرکے اس کے ساتھ شریک ہو گیا تو اس کی ظہر کی نماز ہو جائے گی اور کوئی قضا اس پر لازم نہ ہوگی۔

ایک شخص نے چار نفل پڑھ کر پانچویں رکعت شروع کی اور ایک شخص نے پانچویں رکعت میں اس کی اقتدا کی اس کے بعد امام نے اپنی نماز فاسد کر دی تو مقتدی چھ رکعتوں کی قضا کرے اور اگر ایک شخص نے دو رکعتیں پڑھی تھیں۔ ایک دوسرا شخص آیا اور اس کے پیچھے اقتدا کر لی پھر مقتدی کی نکسیر نکل آئی وہ وضو کیلئے گیا اور اس کے بعد امام نے تین رکعات پڑھیں پھر مقتدی نے کلام کر لیا اور امام نے چھ رکعتوں پر نماز پوری کر لی تو مقتدی چار رکعتوں کی قضا کرے (محیط سرخسی)۔

متعلقہ مسائل ایک شخص نے سنتوں کی نذر مانی اور اس نذر کو پورا کر دیا تو سنت ادا ہو جائے گی اور تاج الدین صاحب محیط نے لکھا ہے کہ اس کی سنت ادا نہ ہوگی اس لئے کہ نذر ماننے اور لازم کرنے کی وجہ سے وہ دوسری نماز

ہو گئی ۔ پس یہ نماز سنت کے قائم مقام نہ ہو گی (بحر الرائق) اگر ایک شخص نے کہا میں نے اللہ تعالیٰ کیلئے نذر مانی ہے کہ ایک دو رکعت نماز پڑھوں گا ۔ تو اس پر دو رکعتیں لازم ہوں گی (قنیہ) اگر ایک شخص نے مہینہ بھر کی نمازوں کی نذر مانی تو مہینہ بھر کے جتنے فرائض اور وتر ہیں وہ سب اسپر لازم ہوں گے ۔ سنتیں لازم نہ ہوں گی ۔ لیکن اسے وتر اور مغرب کی نمازوں کے بدلے چار چار رکعات پڑھنی چاہئیں (بحر الرائق) ایک شخص نے کہا میں نے اللہ کیلئے نذر مانی ہے کہ وضو کے بغیر دو رکعتیں پڑھوں گا ۔ تو اسپر کچھ لازم نہ ہو گا (سراج الوہاج) اگر ایک شخص نے .... نذر مانی ہے کہ میں قرات کے بغیر نماز پڑھوں گا ۔ تو حضرت امام ابو حنیفہ اور حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد رحمہم اللہ کے نزدیک اسپر قرارت کیساتھ نماز لازم ہو گی ۔

اگر ایک شخص نے نذر مانی کہ میں آدھی رکعت پڑھوں گا ۔ یا ایک رکعت پڑھوں گا تو اسپر دو رکعتیں لازم ہوں گی ۔ یہ حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اور یہی مختار ہے ۔ ایک شخص نے تین رکعتوں کی نذر مانی تو چار رکعتیں لازم ہوں گی ایک شخص نے نذر مانی کہ میں ظہر کی نماز آٹھ رکعتوں سے ادا کروں گا ۔ اسپر ظہر کی صرف چار رکعتیں لازم ہوں گی ۔ (خلاصہ) ایک شخص نے دو رکعتوں کی نذر مانی اور ان کو بیٹھ کر ادا کیا تو جائز ہے اور اگر دو رکعتیں سواری پر پڑھیں نماز جائز نہ ہو گی (سراجیہ) ایک شخص نے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی نذر مانی تو کھڑے ہو کر نماز پڑھنا ضروری ہو گا ۔ اور کسی چیز سے ٹیک لگانا مکروہ ہو گا (محیط سرخسی) ایک شخص نے اللہ کیلئے نذر مانی کہ میں آج دو رکعتیں پڑھوں گا ۔ اور اس نے دو رکعتیں نہیں پڑھیں تو وہ دو رکعتیں قضا کرے ۔ اور اگر اللہ کی قسم کھائی کہ میں دو رکعتیں پڑھوں گا ۔ اور پھر دو رکعتیں نہ پڑھیں تو قسم کا کفارہ دے اور قضا اسپر لازم نہ ہو گی ۔ ایک شخص نے نذر مانی کہ میں مسجد حرام یا بیت المقدس میں نماز پڑھوں گا ۔ اور کسی دوسری جگہ نماز پڑھ لی تو نماز جائز ہے ۔ حضرت زفر رحمۃ اللہ علیہ کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے ۔ (سراجیہ) ۔

فصل —— تراویح کا بیان[2]

تراویح میں پانچ ترویحے ہیں ہر ترویحہ میں چار رکعتیں دو سلاموں کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں[3] (سراجیہ) اگر جماعت میں پانچ ترویحوں پر زیادتی کرے تو ہمارے نزدیک مکروہ ہے (خلاصہ) صحیح یہ ہے کہ تراویح کا وقت عشاء کے بعد سے طلوع فجر تک رہتا ہے تراویح

---

[1] حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قید لغو ہو جائیگی اور دو رکعتیں لازم ہوں گی ۔ [2] تراویح ترویحہ کی جمع ہے جس کے معنی استراحۃ اور آرام کے آتے ہیں چونکہ تراویح کی نماز میں پانچ ترویحے ہوتے ہیں ۔ اسلئے اس نماز کو تراویح کہتے ہیں ۔ تراویح کی مشروعیت خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے لیکن آپنے اس نماز پر صرف اسوجہ سے مواظبت و مداومت نہیں فرمائی کہ کہیں یہ نماز فرض نہ ہو جائے اور بعد میں آنیوالے لوگ مشقت و حرج میں مبتلا ہوں (چنانچہ بخاری) اور مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک روایت ہے جس کے الفاظ یہ ہیں :-

عن عائشة ان النبي صلى الله عليه وسلم صلى في المسجد فصلى بصلوته ناس ثم صلى من القابلة فكثر الناس ثم اجتمعوا من الليلة الثالثة فلم يخرج اليهم رسول الله صلى الله عليه وسلم فلما اصبح

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں نماز پڑھی ۔ لوگوں نے آپ کی نماز کی اقتدا کی پھر اگلی شب میں آپنے نماز پڑھی لوگوں کا مجمع ہو گیا پھر تیسری شب میں بھی لوگ جمع ہوئے لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف نہیں لائے جب صبح ہو گئی

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

وتر سے پہلے بھی پڑھی جا سکتی ہیں اور وتر کے بعد بھی یہاں تک کہ اگر یہ بات معلوم ہوئی کہ عشاء کی نماز بلا وضو پڑھی تھی اور تراویح و وتر وضو سے پڑھے تھے تو عشاء کے ساتھ تراویح بھی دوبارہ پڑھے گا وتر دوبارہ نہیں پڑھے گا۔ اس لئے کہ تراویح عشاء کے تابع ہیں یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اس لئے کہ وتر اپنے وقت میں عشاء کے تابع نہیں ہے اور عشاء کی نماز وتر سے پہلے اس لئے پڑھی جاتی ہے کہ ترتیب واجب ہے۔ اور بھولنے کے عذر سے ترتیب ساقط ہو جاتی ہے۔ اس لئے اگر بھول کر وتر کی نماز عشاء سے پہلے پڑھ لی تو صحیح ہو جائے گی اور تراویح اگر عشاء سے پہلے پڑھ لیں تو صحیح نہ ہوں گی۔ اس لئے کہ تراویح کا وقت عشاء کی نماز ادا کر لینے کے بعد شروع ہوتا ہے۔

پس جو تراویح عشاء سے پہلے پڑھی ہیں وہ معتبر نہ ہوں گی۔ حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد رحمہما اللہ فرماتے ہیں جس طرح تراویح عشاء کے تابع ہیں اس طرح وتر بھی عشاء کے تابع ہے اور وتر کا وقت عشاء کی نماز ادا کر لینے کے بعد شروع ہوتا ہے۔ اسی لئے وتر کی نماز اگر بھول کر عشاء سے پہلے پڑھ لی تو تراویح کی طرح حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک وتر کا اعادہ بھی واجب ہے۔ حاصل یہ ہے کہ وتر کے اعادہ میں اختلاف ہے اور تراویح اور عشاء کی سنتوں کے اعادہ میں بشرطیکہ وقت میں گنجائش ہو اتفاق ہے (تبیین) دو ترویحوں کے درمیان ایک ترویحہ کی مقدار بیٹھنا اور اسی طرح پانچویں ترویحہ اور وتر کے درمیان اتنی ہی دیر بیٹھنا مستحب ہے۔ (کافی، ہدایہ) اور اگر امام محسوس کرے کہ پانچویں ترویحے اور وتر کے درمیان بیٹھنا لوگوں پر گراں گذرتا ہے تو نہ بیٹھے (سراجیہ) پھر جتنی دیر لوگ بیٹھے رہیں انہیں اختیار ہے خواہ تسبیح[۱] پڑھتے رہیں یا خاموش رہیں۔ اور مکہ کے لوگ سات مرتبہ طواف

قال قد رائیت الذی صنعتم فلم یمنعنی من الخروج الیکم الا انی خشیت ان تفرض علیکم وذلک فی رمضان۔"	تو آپ نے فرمایا جو تم کر رہے تھے وہ میں نے دیکھ لیا تھا۔ لیکن میں صرف اس وجہ سے باہر نہیں نکلا کہ کہیں وہ نماز تم پر فرض نہ ہو جائے۔"

اسی مفہوم کی روایت حضرت زید ابن ثابت رض حضرت ابوہریرہ رض سے بھی منقول ہے اس کے بعد خلفاء راشدین نے تراویح پر مواظبت فرمائی۔ چنانچہ سعید بن منصور حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب کو تراویح میں مردوں کا امام مقرر کیا تھا اور تمیم داری عورتوں کو نماز پڑھایا کرتے تھے۔ اس وقت سے لیکر آج تک صحابہ اور علماء کا تراویح میں اتفاق رہا ہے۔ شرح منیہ میں ہے کہ اکثر علماء نے تراویح کے مسنون ہونے پر اجماع نقل کیا ہے۔ ہدایہ میں تراویح کے سنت موکدہ ہونے کی تصریح موجود ہے۔ (نعمان الحق فاروقی)۔ [۲] یعنی تراویح کی بیس رکعات ہیں ابن ابی شیبہ رض حضرت ابن عباس رض سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں تراویح کی بیس رکعات اور وتر پڑھا کرتے تھے اس کی سند میں ضعف ہے بیہقی میں سند صحیح کے ساتھ یہ روایت مذکور ہے۔

انھم کانوا یعتمدون علی عھد عمر بعشرین رکعۃ وعلی عھد عثمان وعلی۔	لوگ حضرت عمر حضرت عثمان حضرت علی رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانہ مبارک میں تراویح کی بیس رکعات پڑھتے تھے

تراویح کی بیس رکعات مقرر کئے جانے میں ایک عقلی دلیل بھی ہے فقہاء کہتے ہیں کہ نوافل فرائض کی تکمیل کیلئے شروع ہوئے ہیں اور پانچوں اوقات کے فرائض کی تعداد مع وتر کے بیس ہے اس لئے تراویح بھی بیس ہونی چاہئیں۔ تاکہ مکمل (تراویح) مکمل (فرائض) کے ساتھ مطابق ہو جائے (نعمان الحق فاروقی) [۱] قہستانی نے لکھا ہے کہ ہر ترویحہ کے بعد تین بار اس تسبیح کا ورد کرنا چاہئے:۔

سُبْحَانَ ذِی الْمُلْکِ وَالْمَلَکُوْتِ سُبْحَانَ	میں پاکی بیان کرتا ہوں اس ذات کی

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

کر لیتے ہیں اور دو رکعت نماز پڑھ لیتے ہیں اور مدینہ کے لوگ (اس درمیانی وقفہ میں) چار رکعتیں پڑھ لیتے ہیں۔ (تبیین) پانچ سلاموں کے بعد آرام کرنا جمہور کے نزدیک مکروہ ہے (کافی) یہی صحیح ہے (خلاصہ) تراویح میں ایک تہائی رات تک یا آدھی رات تک تاخیر کرنا مستحب ہے۔ آدھی رات کے بعد تراویح پڑھنے میں اختلاف ہے اور اصح یہ ہے کہ مکروہ نہیں ہیں۔ تراویح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہیں اور بعض نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سنت ہیں۔ پہلا قول اصح ہے (جوہرا خلاطی) تراویح مردوں اور عورتوں دونوں کیلئے سنت ہیں (زاہدی) ہمارے نزدیک اصل تراویح سنت ہیں۔ یہ حضرت حسن کی امام اعظم سے روایت ہے اور بعض نے کہا کہ مستحب ہیں۔ اور پہلا قول اصح ہے اور جماعت اس میں سنت کفایہ ہے (تبیین) یہی صحیح ہے۔ (محیط سرخسی) تراویح جماعت کے بغیر اگر الگ الگ پڑھیں یا عورتیں تنہا تنہا اپنے گھروں میں تراویح ادا کریں تو تراویح ادا ہو جائیں گی۔ (معراج الدرایہ)۔ اگر سارے مسجد والے تراویح کی جماعت چھوڑ دیں تو انہوں نے برا کیا۔ اور گنہ گار ہوں گے۔ (محیط سرخسی)۔

اگر ایک شخص جماعت چھوڑ کر تراویح ..... گھر میں پڑھے تو فضیلت حاصل نہ ہوگی اور اس میں برائی اور ترک سنت نہیں ہے اور اگر ایسا شخص ہے جس کی لوگ اقتدا کرتے ہیں اگر وہ آجاتا ہے تو جماعت میں زیادتی ہوتی ہے اور اگر نہیں آتا ہے تو جماعت میں کمی ہو جاتی ہے۔ ایسے شخص کو جماعت نہ چھوڑنی چاہیئے (سراج الوہاج) اور اگر گھر میں جماعت سے تراویح پڑھیں تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ گھر میں جماعت کی فضیلت ہے اور مسجد میں دوسری فضیلتیں بھی ہیں اس لیے جو شخص گھر میں تراویح پڑھے گا اسے جماعت کی فضیلت حاصل ہو جائے گی اور دوسری فضیلتیں حاصل نہ ہوں گی۔ ابو علی نسفی نے یہی کہا ہے۔ تراویح کا مسجد میں جماعت سے پڑھنا افضل ہے۔ یہی صحیح ہے۔ فرائض کا بھی یہی حکم ہے۔ ایک شخص فقیہ اور قاری ہے تو اس کیلئے افضل اور احسن یہ ہے کہ اپنی قرات سے تراویح پڑھے۔ دوسرے شخص کی اقتداء نہ کرے۔ (فتاوی قاضی خان)۔ امام نے کہا ہے اگر محلہ کی مسجد کا امام قرآن شریف غلط پڑھتا ہے تو اپنی مسجد کے چھوڑنے اور دوسرے جگہ تراویح کی جماعت تلاش کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ یہی حکم اس صورت میں ہے جب دوسرے امام کی قرات نفیس اور آواز اچھی ہو۔ اور اس سے یہ بات بھی بخوبی ظاہر ہو گئی کہ اگر ایک شخص کے محلہ کی مسجد میں قرآن ختم نہیں ہوتا۔ تو اس کو اپنے محلہ کی مسجد چھوڑ کر دوسری مسجدوں میں ختم تلاش کرنا چاہیے (محیط) جماعت والوں کیلئے مناسب ہے، کہ وہ تراویح میں ایسے شخص کو اپنا امام نہ بنائیں جو صرف خوش الحان ہو بلکہ انہیں اپنا امام ایسے شخص کو بنانا چاہیئے جو قرآن شریف درست پڑھتا ہو اس لیے کہ امام جب خوش الحانی سے پڑھے گا تو حضور قلبی اور غور و فکر میں خلل واقع ہوگا۔ (فتاوی قاضی خاں) وتر جماعت سے صرف رمضان شریف میں پڑھے جاتے ہیں[له]۔ اسی پر مسلمانوں کا اجماع ہے (تبیین) رمضان میں

ذِی الْعِزَّةِ وَالْعَظَمَةِ وَالْقُدْرَةِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْجَبَرُوتِ سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ رَبُّ الْمَلٰئِكَةِ وَالرُّوحِ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ نَسْتَغْفِرُكَ الْجَنَّةَ وَنَعُوذُ بِكَ مِنَ النَّارِ ط	جو ملک و سلطنت والا ہے اور جو صاحب عزت و عظمت اور صاحب قدرت اور بڑائی اور جبروت والا ہے پاک ہے بادشاہ زندہ جو نہیں مرے گا وہ نہایت پاک ہے اور کامل منزہ ہے اور وہ فرشتوں اور جبرئیل کا مالک ہے اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔ ہم اللہ سے مغفرت چاہتے ہیں۔ اور تجھ سے جنت کا سوال کرتے ہیں اور دوزخ سے پناہ مانگتے ہیں۔

له۔ رمضان کے علاوہ کسی اور مہینہ میں وتر جماعت سے نہیں پڑھے جاتے اس کی وجہ یہ ہے کہ اسکا شمار من وجہ نوافل میں بھی ہے اور غیر رمضان میں نوافل کی جماعت مکروہ ہے شمس الائمہ نے ذکر کیا ہے کہ نوافل کی جماعت غیر رمضان میں اس صورت میں مکروہ ہے (بقیہ اگلے صفحہ پر)

وتر گھر میں پڑھنے سے جماعت کے ساتھ پڑھنا افضل ہے۔ یہی صحیح ہے۔ (سراج الوہاج) بعض نے کہا وتروں کو اکیلے گھر میں پڑھنا افضل ہے۔ یہی مختار ہے (تبیین) اگر ایک شخص کو اجرت دیکر مقرر کیا ہے کہ وہ تراویح کی جماعت گھر میں پڑھائے تو مکروہ ہے اس لئے کہ امام اجرت پر مقرر کرنا جائز نہیں ہے۔ اگر ایک مسجد میں دو مرتبہ تراویح کی جماعت پڑھے تو مکروہ ہے (فتاوی قاضی خاں) ایک امام دو مسجدوں میں پوری پوری تراویح پڑھاتا ہے تو جائز ہے (محیط سرخسی) اسی پر فتویٰ ہے (مضمرات) مقتدی اگر دو مسجدوں میں تراویح کی نماز پڑھے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور اس کیلئے مناسب ہے کہ اس مسجد میں وتر نہ پڑھے۔ اگر ایک مسجد میں تراویح کی نماز ہو چکی ہے۔ پھر لوگوں نے دوبارہ تراویح پڑھنے کا ارادہ کیا تو الگ الگ تراویح پڑھیں۔ اگر ایک شخص نے عشاء و وتر اور تراویح کی نماز پہلے خود پڑھ لی پھر اور لوگوں کو امامت کی نیت سے تراویح پڑھائی تو امام کیلئے مکروہ ہے اور جماعت والوں کیلئے مکروہ نہیں ہے۔ اور اگر پہلے امامت کی نیت نہیں کی تھی اور نماز شروع کردی اور لوگوں نے تراویح میں اس کی اقتدا کر لی تو کسی کیلئے مکروہ نہیں ہے (فتاوی قاضی خاں) افضل یہ ہے کہ پوری تراویح ایک امام پڑھائے اور اگر دو امام پڑھائیں تو مستحب یہ ہے کہ ہر ایک امام ترویحہ پورا کر کے الگ ہو اور ایک سلام پر اگر جدا ہو گیا تو صحیح قول کے بموجب یہ مستحب نہیں ہے۔ اور جب اس طرح دو اماموں کے پیچھے تراویح جائز ہے تو یہ بھی جائز ہے کہ فرض ایک شخص پڑھائے اور تراویح دوسرا شخص۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرض اور وتر کی امامت کیا کرتے تھے اور حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ تراویح میں امامت کیا کرتے تھے۔ (سراج الوھاج) بعض حضرات کے نزدیک تراویح اور ایسی نفلوں میں جن میں کچھ تخصیص نہیں ہے۔ سمجھدار لڑکے کی امامت جائز ہے اور اکثر کے نزدیک جائز نہیں ہے (محیط سرخسی)۔ اگر تراویح فوت ہو جائیں تو نہ جماعت سے قضا کرے اور نہ بغیر جماعت کے قضا کرے۔ یہی صحیح ہے (فتاوی قاضی خان) ایک شخص کو خیال آیا کہ گذشتہ شب میں دو رکعتیں فاسد ہو گئی تھیں۔

اگر وہ ان کو تراویح کی نیت سے قضا کرے گا تو مکروہ ہے اور اگر وتر پڑھنے کے بعد خیال آیا کہ تراویح کی دو رکعتیں چھوٹ گئیں ہیں۔ تو محمد بن فضل کی رائے ہے کہ ان دو رکعتوں کو جماعت سے نہ پڑھیں۔ اور صدر الشہید نے کہا ہے کہ ان رکعتوں کو جماعت سے پڑھیں (سراج الوہاج) امام نے ترویحہ کا سلام پھیرا بعض نے کہا تین رکعتیں پڑھی ہیں اور بعض نے کہا دو رکعتیں پڑھی ہیں۔ حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا قول یہ ہے کہ امام اپنی رائے پر عمل کرے اور اگر امام کو کسی بات کا یقین نہیں ہے تو اس شخص کا قول معتبر مانے جو اس کے نزدیک سچا ہے (فتاوی قاضی خان)۔

اگر سلاموں کی تعداد میں شک ہو جائے اس میں مشائخ کا اختلاف ہے کہ اعادہ کریں یا نہ کریں اور جماعت سے اعادہ کریں۔ یا الگ الگ اعادہ کریں اور صحیح یہ ہے کہ الگ الگ اعادہ کریں (محیط) ایک شخص نے عشاء کی نماز علیحدہ پڑھی ہے تو اس کے لئے جائز ہے کہ امام کے ساتھ تراویح پڑھے۔ اگر سب لوگوں نے عشاء کی فرض کی جماعت چھوڑ دی تو ان لوگوں کو جماعت چھوڑ دی تو ان لوگوں کو جماعت سے پڑھنا جائز نہیں ہے۔ اگر ایک شخص نے کچھ تراویح ایک امام کے پیچھے پڑھیں یا کچھ تراویح امام کے ساتھ نہ مل سکیں یا کسی نے کچھ تراویح دوسرے امام کے پیچھے پڑھی تھیں تو اس کو اس امام کے ساتھ وتر کی نماز پڑھنی جائز ہے۔ یہی صحیح ہے۔ (تتمہ) ایک شخص سے ایک ترویحہ یا دو ترویحے فوت ہو گئے اب اگر ان کو پڑھتا ہے تو وتر کی جماعت چھوٹ جائے گی اس کیلئے

جب کہ باقاعدہ لوگوں کو اس کی دعوت دی جائے جسے فقہا کی اصطلاح میں "تداعی" کہتے ہیں اور اگر تداعی کی صورت نہ ہو تو نوافل کی جماعت مکروہ نہ ہو گی۔ (نعمان الحق فاروقی)۔

مناسب ہے کہ پہلے وتر جماعت سے پڑھ لے اس کے بعد وہ ترویحے پڑھے جو اس سے فوت ہو گئے تھے۔ شیخ امام استاد ظہیر الدین اسی پر فتویٰ دیتے تھے (خلاصہ) اگر ایک شخص فرض نماز یا وتر یا نفل پڑھ رہا ہے تو اصح یہ ہے کہ اس کے پیچھے تراویح کی اقتدا درست نہیں ہے اس لئے کہ یہ مکروہ ہے اور سلف کے عمل کے مخالف ہے۔ ایک شخص تراویح کی پہلی دو رکعتیں پڑھ رہا تھا۔ اس کے پیچھے کسی ایسے شخص نے اقتدا کی جو دوسری دو رکعتیں پڑھ رہا تھا............ تو صحیح یہ ہے کہ جائز ہے جس طرح یہ جائز ہے کہ ایک شخص ظہر کی پہلی چار رکعتیں پڑھ رہا تھا اس کے پیچھے ایسے شخص نے اقتدا کی جو ظہر کی آخری دو رکعتیں پڑھ رہا تھا (محیط سرخسی) اگر عشا کے بعد سنتوں کی نیت سے تراویح پڑھنے والے کے پیچھے اقتدا تو جائز ہے۔

اصح یہ ہے کہ تراویح کی نیت ہر دو رکعتوں میں ضروری نہیں ہے اس لئے کہ کل بمنزلہ ایک نماز کے ہے (فتاوی قاضی خاں) اگر تراویح امام کے ساتھ پڑھیں اور ہر دو رکعتوں میں نئی نیت نہ کی۔ جائز ہے (سراجیہ) اگر عشاء کی نماز کا سلام نہ پھیرا اور تراویح کی اس پر بنا کر لی تو صحیح یہ ہے کہ بنا درست نہ ہو گی۔ اور یہ فعل مکروہ ہے۔ اگر عشا کی سنتوں میں تراویح کی بنا کی تو اصح یہ ہے کہ جائز نہیں (خلاصہ) تراویح میں ایک بار قرآن شریف کا ختم سنت ہے[1] لوگوں کی سستی کی وجہ سے ختم قرآن کو نہ چھوڑیں (کافی) اس کے برخلاف اگر تشہد کے بعد کی دعائیں جماعت والوں پر گراں گذریں تو ان کا چھوڑ دینا جائز ہے۔ لیکن درود شریف نہ چھوڑے (نہایہ) دوبارہ قرآن شریف ختم کرنے میں فضیلت ہے اور تین بار ختم کرنا افضل ہے۔ (سراج الوہاج)۔

تراویح کی ہر دو رکعتوں میں برابر قراءت کرنا افضل ہے۔ اور اگر کم و بیش قراءت کی تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ جس طرح دیگر نمازوں میں دوسری رکعت میں پہلی رکعت سے زیادہ قراءت کرنا مستحب نہیں ہے۔ اسی طرح تراویح میں بھی دوسری رکعت میں پہلی رکعت سے زیادہ قراءت کرنا مستحب نہیں ہے۔

اور اگر پہلی رکعت میں دوسری رکعت سے زیادہ قراءت کرے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے (فتاوی قاضی خاں) حضرت امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک دونوں رکعتوں میں برابر قراءت کرنا مستحب ہے اور حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پہلی رکعت میں دوسری رکعت سے زیادہ قراءت کرنا مستحب ہے (محیط سرخسی)۔ حسن نے حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے کہ ہر رکعت میں دس آیتیں یا اس کے مثل پڑھے۔ یہی صحیح ہے۔ (تبیین) قراءت میں اور ارکان میں جلدی کرنا مکروہ ہے (سراجیہ) جس قدر حروف اچھی طرح ادا کرے اتنا ہی بہتر ہے (فتاوی قاضی خاں)۔

ہمارے زمانہ میں اس قدر قراءت کرنی افضل ہے۔ جس سے لوگ سستی کی وجہ سے بیزار نہ ہو جائیں اس لئے کہ جماعت کا زیادہ ہونا قراءت کے زیادہ ہونے سے افضل ہے (محیط سرخسی) ہمارے زمانے کے واسطے علماء متاخرین یہ فتویٰ دیتے تھے۔ کہ ہر رکعت میں ایک بڑی آیت یا تین چھوٹی آیتیں پڑھے تاکہ لوگ بیزار نہ ہو جائیں اور مسجدیں خالی نہ پڑی رہیں۔ یہ احسن ہے (زاہدی) امام کیلئے مناسب ہے کہ ستائیسویں شب میں ختم کرے۔ قرآن میں جلدی کرکے اس کو اکیسویں تاریخ میں یا اس سے پہلے ختم کرنا مکروہ ہے اور منقول ہے کہ مشائخ رحمۃ اللہ نے تمام قرآن کریم میں پانچسو چالیس رکوع مقرر کئے ہیں اور

---

[1] قرآن مجید کی کل آیتیں چھ ہزار سے کچھ زائد ہیں اور رکعات تراویح کی تعداد اگر مہینہ تیس دن کا ہو چھ سو ہے۔ اس حساب سے اگر ہر رکعت میں دس آیتیں پڑھی جائیں تو مہینہ میں ایک بار قرآن شریف ختم ہو جائے گا۔ ایک بار قرآن شریف ختم کرنا سنت ہے اور دو بارہ ختم کرنا فضیلت ہے اور تین بار ختم کرنا افضل ہے۔ (نعمان الحق فاروقی)۔

قرآن شریف میں ان کی علامتیں مقرر کر دی ہیں۔ تاکہ قرآن شریف ستائیسویں شب میں ختم ہو جائے۔ دیگر ممالک میں قرآن شریف کے اندر دس دس آیتوں پر بھی علامات بنائی گئی تھیں۔ اور اسپر رکوع بنایا تھا۔ تاکہ تراویح کی ہر رکعت میں قدر مسنون قرات کی جا سکے (فتاویٰ قاضی خاں)۔ اگر انیسویں یا اکیسویں شب میں قرآن ختم ہو گیا تو باقی مہینہ میں تراویح نہ چھوڑے، اس لئے کہ تراویح سنت ہیں (جوہرہ نیرہ) اصح یہ ہے کہ تراویح کا چھوڑنا مکروہ ہے (سراج الوہاج) اگر تراویح میں قرارت کے اندر غلطی ہو جائے اور کوئی سورت یا آیت چھوڑ کر اس کے بعد کی سورۃ یا آیت پڑھی تو مستحب یہ ہے کہ جو آیت چھوٹ گئی ہے اس کو پڑھکر پڑھی ہوئی آیت کو بھی دوبارہ پڑھ لے تاکہ ترتیب کے موافق ہو جائے۔ (فتاویٰ قاضی خاں) اگر دو رکعتوں میں کچھ قرآن شریف پڑھا پھر دو رکعتیں فاسد ہو گئیں تو ان دو رکعتوں کی قرات معتبر نہ ہوگی۔ اور قرارت کا اعادہ کرے تاکہ نماز بس صحیح طریقہ پر قرآن کریم ختم ہو اور بعض نے کہا ہے کہ وہ قرات بھی معتبر ہو گی (جوہرہ نیرہ)۔

بعض شہروں میں لوگوں نے قرآن شریف ختم کرنا ترک کر دیا ہے اس لئے کہ دین کے کاموں میں سستی پیدا ہو گئی ہے پھر ان میں سے بعض تراویح کی ہر رکعت میں قل ہو اللہ پڑھتے ہیں اور بعض سورہ الم ترکیف سے آخر قرآن تک پڑھتے ہیں ان دونوں قولوں میں دوسرا قول بہتر ہے۔ اس لئے کہ اس قول پر تراویح کی رکعات کی تعداد میں غلطی نہیں ہوتی۔ اور تعداد یاد رکھنے میں کسی طرف دل نہیں بٹتا۔ (تجنیس) اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ بلا عذر تراویح کی نماز بیٹھکر پڑھنا مستحب نہیں ہے۔ جواز میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا کہ جائز ہے اور یہی صحیح ہے لیکن اس کا ثواب کھڑے ہو کر پڑھنے والوں سے آدھا رہجاتا ہے۔ اگر امام کسی عذر کی بنا پر یا بلا عذر بیٹھکر تراویح پڑھے اور اس کے پیچھے مقتدی کھڑے ہوئے ہوں۔ تو بعض فقہا نے کہا ہے کہ سب کے نزدیک نماز صحیح ہوگی۔ یہی صحیح ہے۔ اور جب کھڑے ہونے والے کی اقتدا بیٹھنے والے کے پیچھے صحیح ہے۔ تو اس میں اختلاف ہے کہ جماعت والوں کیلئے کیا مستحب ہے؟ بعض نے کہا ہے بیٹھنا مستحب ہے تاکہ مخالفت کی صورت باقی نہ رہے۔ (فتاوی قاضی خان) فتاوی میں ہے اگر چار رکعتیں ایک سلام سے پڑھیں اور دوسری میں رکعت کے بعد قعدہ نہ کیا تو استحساناً[1] نماز فاسد نہ ہوگی۔ امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف

---

[1] استحسان فقہ کی ایک خاص اصطلاح ہے اور چونکہ جگہ جگہ یہ لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ذرا شرح و بسط کیساتھ اس کو بیان کر دیا جائے۔ فقہا استحسان کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں۔ العدول بالمسئلۃ عن حکم نظائرھا الی حکم اٰخر لوجہ اقوی یقتضی ھذا العدول۔ یعنی ظاہری اور متبادر قیاس کے لحاظ سے کسی مسئلہ کا جو حکم ہونا چاہیے۔ اس کے خلاف اس متبادر قیاس سے زیادہ دقیق، قوی اور صحت مند علت کی بنا پر اس کے نظائر کے حکم سے کاٹ دینے کا نام استحسان ہے۔ کسی مسئلہ استحسانیہ کو اس کے قیاسی نظائر سے جس علت کی بنا پر منقطع کیا جاتا ہے اس کی نوعیت کے لحاظ سے استحسان کی دو قسمیں ہو جاتی ہیں۔ (۱) استحسان قیاسی۔ (۲) استحسان ضرورت۔

استحسان قیاسی کی تعریف تو وہی ہے جو اوپر دی گئی ہے یعنی ظاہری قیاس کے لحاظ سے کسی مسئلہ کا جو حکم ہونا چاہیئے اس کے خلاف کسی قوی اور دقیق علت کی بنا پر دوسرا حکم بیان کیا جائے فقہا رحمہم اللہ کے یہاں چونکہ استحسان کی یہی قسم شائع و ذائع ہے اس لئے ان کی کتابوں میں نفس استحسان کی تعریف مختصر طور پر اس طرح بیان کی جاتی ہے کہ استحسان "قیاس خفی" کا نام ہے۔ غرض کہ استحسان کی اس قسم کا مرجع قیاس ہی ہے اس لئے کہ کسی مسئلہ میں جب وجوہ قیاس متعدد ہوں اور باہم متعارض ہوں تو ان میں سے کسی ایک قیاس کو ترجیح دینے کا نام استحسان ہے۔ نفس مسئلہ کی وضاحت کیلئے ایک مثال ملاحظہ فرمائیے۔ دیکھئے فقہ کا ایک (باقی اگلے صفحہ پر)

رحمہما اللہ سے دو روایتیں ہیں اور دونوں روایتوں میں اظہر روایت کے مطابق یہی حکم ہے اور محمد بن فضل نے فرمایا کہ یہ چار رکعتیں ایک سلام یعنی دو رکعتوں کے قائم مقام ہوں گی۔ یہی صحیح ہے (سراج الوہاج) (فتاوی قاضی خان) اور ابو بکر اسکاف سے کسی نے دریافت کیا کہ اگر کسی شخص نے تراویح میں دو رکعتوں کے بعد قعدہ نہ کیا اور تیسری رکعت کیلئے کھڑا ہو گیا تو اس کا کیا حکم ہے؟ انہوں نے جواب میں ارشاد فرمایا اگر حالت قیام میں اسے یاد آگیا تو قیام سے لوٹے اور قعدہ کرے اور سلام پھیر دے اور اگر تیسری رکعت کے سجدہ کرنے کے بعد یاد آیا تو ایک رکعت اور پڑھے اور چاروں رکعتیں ایک تسلیم یعنی دو رکعتوں کے قائم مقام ہونگی۔ اور اگر

قاعدہ کلیہ ہے ایک شخص اپنے اوپر اگر کسی کے حق کے واجب ہونے کا اقرار کرے تو وہ حق اس سے دلوایا جائیگا۔ لیکن اگر اپنے ساتھ کسی دوسرے شخص کو بھی شامل کرلیا ہے۔ مثلاً ایک شخص اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ وہ اور اس کا بھائی فلاں شخص کے مقروض ہیں تو خود اس شخص پر اس قرض کی ادائیگی لازم ہوگی اور اس کے بھائی پر نہ ہوگی اگر وہ انکار کر بیٹھے۔

(۱) ایک شخص نے دعوی کیا کہ وہ قرض دینے والے شخص کی جانب سے قرض وصول کرلینے کے لئے وکیل ہے اور مقروض نے اس کا اعتراف کرلیا کہ ہاں یہ شخص قرض دینے والے شخص کا وکیل ہے تو مقروض سے وہ قرض اس وکیل کو دلوایا جائے گا۔ کیونکہ مقروض نے وصولی قرض کے سلسلہ میں اس شخص کے وکیل ہونے کا اعتراف واقرار کرلیا ہے۔

(۲) ایک دوسرا مسئلہ ملاحظہ فرمایئے۔

ایک شخص نے کسی دوسرے شخص کے پاس اپنی کوئی چیز برائے حفاظت بطور امانت رکھوائی اور اس کے بعد وہ شخص کہیں چلا گیا۔ اب ایک شخص آکر دعوی کرتا ہے کہ وہ امانت واپس لینے کیلئے امانت رکھوانے والے شخص کا وکیل ہے اور امانت دار نے اس بات کا اعتراف واقرار بھی کرلیا کہ یہ شخص امانت واپس لینے کے سلسلہ میں امانت رکھوانے والے کا وکیل ہے۔

تو ظاہر قیاس کے لحاظ سے مسئلہ کا یہ حکم ہونا چاہئے تھا کہ وہ امانت اس وکیل کو واپس کرادی جاتی۔ اس لئے کہ امانت دار اس بات کا اعتراف واقرار کرتا ہے کہ یہ شخص امانت واپس لینے کے سلسلہ میں امانت رکھوانے والے کا وکیل ہے جس طرح کہ اوپر ذکر کی گئی قرض والی مثال میں اقرار توکیل (وکیل بنائے جانے) کے بعد مقروض سے وکیل کو قرض لی ہوئی رقم واپس دلوائی گئی تھی۔ لیکن استحساناً امانت دار سے وکیل کو وہ امانت واپس نہیں کرائی جائے گی اس لئے کہ بہت ممکن ہے کہ امانت رکھوانے والا اصل شخص جب آجائے تو وہ اس توکیل سے انکار کردے (یعنی یہ کہے کہ میں نے اس شخص کو امانت واپس لینے کے سلسلہ میں اپنا وکیل نہیں بنایا تھا) دوسری طرف جب وکیل کے پاس وہ امانت چلی جائے گی تو عین ممکن ہے کہ پھر وکیل سے امانت کا واپس لیا جانا۔ ناممکن ہو جائے پھر اس کے علاوہ کوئی چارۂ کار نہیں ہے۔ کہ امانت دار سے اس امانت کے مثل دوسری شے یا اس کی قیمت امانت رکھوانے والے کو دلوائی جائے لیکن اس صورت میں ایک دوسری مشکل ہے اور وہ یہ ہے کہ امانت کی صورت میں امانت رکھوانے والے شخص کا حق بعینہ اس کی امانت رکھی ہوئی شے سے وابستہ ہوتا ہے اور تاوان دلوایا جائے گا تو اس کا حق بعینہ اس کی امانت سے منتقل ہو کر اس کے مثل یا اس کی قیمت کے ساتھ وابستہ ہو جائے گا۔ اور حالانکہ عوض کے ساتھ اس کا حق متعلق نہیں ہے ان تمام چیزوں کو سامنے رکھکر فقہائے استحساناً یہ حکم کیا ہے کہ امانت دار سے وکیل کو امانت واپس نہیں کرائی جائے گی۔ اس کے برخلاف قرض والی صورت میں قرض دینے والے کا حق بعینہ اس رقم سے وابستہ نہیں ہوتا جو اس نے قرض دی ہے۔ بلکہ اس کا محل وہ ذمہ داری ہے جو مقروض پر عائد ہوتی ہے لہذا قرض دینے والے کا حق بدستور قائم رہتا ہے۔ یعنی مقروض ذمہ دار ہوگا۔ لہذا قرض والی صورت میں اگر قرض دینے والا

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

دوسری رکعت میں بقدر تشہد بیٹھ چکا تھا تو اس میں اختلاف ہے اکثر حضرات کا یہ خیال ہے کہ دو تسلیمے یعنی چار رکعتیں ادا ہو جائیں گی۔ یہی صحیح ہے (فتاویٰ قاضی خاں)، ایک شخص نے تراویح میں دس تسلیمے پڑھے اور ہر تسلیمہ میں تین رکعتیں پڑھیں اور دوسری رکعت کے بعد قعدہ نہ کیا تو اس شخص پر تراویح کی قضا لازم ہوگی اور اس کے علاوہ اور کچھ لازم نہ ہوگا۔ یہی قیاس کے مطابق ہے اور یہی حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اور حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ایک روایت یہی ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وہ شخص جو اس نماز کو تراویح کے قائم مقام نہیں سمجھتا۔ استحساناً صرف تراویح کی قضا کرے گا ۔ اور حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق تیسری رکعت کی وجہ سے اسپر کچھ لازم نہ ہوگا۔ خواہ اس نے تیسری رکعت بھولے سے پڑھی ہو۔ یا جان کر پڑھی ہو۔ اور حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق اگر تیسری رکعت بھولے سے پڑھی ہو تب تو یہی حکم ہے اور اگر جان بوجھ کر پڑھی ہے تو ہر تیسری رکعت کے بدلے دو رکعتیں لازم ہوں گی۔ پس تراویح کے ساتھ بیس رکعتیں اور پڑھے گا۔ اور اگر وہ شخص اس نماز کو تراویح کے قائم مقام سمجھتا ہے تو حضرت امام ابو حنیفہ اور حضرت امام

اگر اس توکیل (وکیل بنائے جانے) سے انکار کر دے تو بات ثابت ہو جائے گی کہ قرض کی واپسی صحیح ہاتھوں میں نہیں ہوئی۔ کیونکہ لینے والے کی وکالت ثابت نہ ہوئی اور چونکہ قرض دینے والے کا حق بدستور باقی ہے تو پھر مقروض دوبارہ اس کا قرض ادا کریگا۔ اور اس سلسلہ میں مقروض جو نقصان برداشت کریگا۔ وہ نتیجہ سمجھا جائیگا۔ خود اس کے اقرار و اقبال کا جو اس نے توکیل سے متعلق کیا تھا۔

اس کو دوسرے لفظوں میں یوں سمجھئے کہ مقروض اگر کسی دوسرے شخص کی وکالت کا اقرار کرتا ہے تو دراصل وہ اس بات کا اعتراف و اقرار کرتا ہے کہ اس کی اپنی ذات ادائیگی قرض کے سلسلہ میں ذمہ دار ہے۔ لہٰذا خود اپنے نفس کے حق میں اس کے اعتراف و اقبال کے سبب قرض کی ادائیگی لازم ہو جائے گی اور اس کا قول نافذ العمل مانا جائیگا۔ اور اس کے اقرار سے قرض دینے والے کا حق بالکل متاثر اور متغیر نہ ہوگا۔ اس کے برخلاف امانت دار جب کسی شخص کی وکالت کا اقرار کرتا ہے۔ تو اس صورت میں صرف اپنے نفس ہی کے بارے میں اقرار نہیں کرتا۔ بلکہ اپنے ساتھ ایک دوسرے شخص (امانت رکھوانے والے) کے حق کو بھی ملا لیتا ہے۔ لہٰذا اس صورت میں اگر اس کا نفاذ مانا جائے تو دوسرے کا حق متاثر ہو جائے گا۔ اس لئے کہ امانت کی صورت میں امانت رکھوانے والے کا حق بعینہٖ اس کی امانت سے وابستہ ہے اس میں کسی طرح کا تغیر اور تبدل نہ ہونا چاہئیے۔

استحسان کی ایک دوسری قسم استحسان ضرورت ہے۔ یعنی کسی ضرورت کے داعی ہونے یا کسی مصلحت کے پیش نظر یا کسی نقصان کے دفیعہ کی خاطر کسی مسئلہ کا حکم اس حکم کے خلاف بیان کرنا استحسان ضرورت کہلاتا ہے۔ جو ظاہر قیاس کے لحاظ سے اس مسئلہ کا ہونا چاہئے تھا۔ یعنی استحسان ضرورت وہاں کیا جاتا ہے۔ جہاں قیاسی حکم کا اثبات و نفاذ کسی نقصان و حرج کا موجب بن رہا ہو

اس لئے کہ وہ مسائل جن کے بعض پر بعض مسائل کو قیاس کیا جاتا ہے وہ اگرچہ ایک ہی جنس کے ہوتے اور ایک ہی مشترک بنیاد پر قائم ہوتے ہیں لیکن بسا اوقات اپنے عوارض کے لاحق ہونے کی وجہ سے وہ اپنے نتائج اور ردعمل کے لحاظ سے بڑے مختلف ہو جاتے ہیں۔ کہ ایک شخص کے حق میں نتیجہ منصفانہ ہو جاتا ہے اور دوسرے شخص کے حق میں غیر منصفانہ ایسے نازک مراحل پر فقہائے کرام فقہی بصیرت اور مقاصد شریعت دونوں کے شفقہ اور مصلحت اندیش حکم تک پہونچنے کیلئے استحسان ہی کا راستہ اختیار کرتے ہیں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں استحسان کی ایک دلچسپ مثال ملاحظہ فرمایئے جو علم میراث سے متعلق ہے۔ ایک عورت کا انتقال ہو جاتا ہے۔ اس کے ورثاء یہ ہیں۔ (۱) شوہر (۲) ماں (۳) ماں کی جانب سے دو بھائی (یعنی ماں ایک اور باپ دو) (۴) دو سگے بھائی۔ پس شوہر اور میت عورت (بقیہ اگلے صفحہ پر)

ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک اگر تیسری رکعت بھولے سے پڑھی ہے تو اس پر کچھ لازم نہ ہوگا۔ اور اگر تیسری رکعت جان بوجھ کر پڑھی ہے تو بیس رکعات لازم ہوں گی۔ (ظہیریہ۔ فتاویٰ قاضی خاں)۔

اگر تراویح کی چھ، آٹھ، یا دس رکعتیں ایک سلام سے پڑھیں اور دو دو رکعتوں کے بعد قدر تشہد بیٹھا تو اکثر حضرات کا قول یہ ہے کہ ہر دو رکعتوں کا ایک تسلیمہ ہوگا۔ یہی صحیح ہے (فتاویٰ قاضی خاں) اگر کل تراویح ایک سلام سے پڑھیں اور ہر دو رکعت کے بعد قعدہ کیا تو سب تراویح ادا ہو جائیں گی۔ اور اگر کسی دوگانہ پر نہیں بیٹھا صرف اخیر ہی میں بیٹھا تو صحیح قول کے مطابق استحساناً ایک تسلیمہ ادا ہوگا۔ (سراج الوہاج) (فتاویٰ قاضی خان) مقتدی کیلئے مکروہ ہے کہ تراویح تو بیٹھکر پڑھے اور جب امام رکوع میں جانے کا ارادہ کرے تو کھڑا ہو جائے۔ اسی طرح اگر نیند کا غلبہ ہے تو جماعت کے ساتھ تراویح پڑھنی مکروہ ہے۔ بلکہ علیحدہ ہو جائے۔ اور خوب ہوشیار ہو جائے اس لئے کہ نیند کے ساتھ نماز پڑھنے میں سستی اور غفلت پیدا ہوتی ہے۔ اور قرآن شریف میں غور و فکر نہیں ہوتا۔ (فتاویٰ قاضی خاں)۔

ایک شخص نے تراویح کی نماز امام کے ساتھ شروع کی جب امام نے قعدہ کیا تو یہ سو گیا۔ اس عرصہ میں امام نے سلام پھیر دیا۔ اور دوسری دو رکعتیں بھی پڑھ لیں اور تشہد کے لئے قعدہ میں بیٹھا تو اب یہ شخص بیدار ہوا۔ اگر اس شخص کو یہ بات معلوم ہو گئی۔ تو سلام پھیر دے اور دوبارہ نیت باندھ کر امام کے ساتھ تشہد میں شریک ہو جائے اور جس وقت امام سلام پھیرے تو کھڑا ہو جائے اور جلدی سے دو رکعتیں پوری کر کے سلام پھیر دے اور امام کے ساتھ اگلی دو رکعتوں میں شریک ہو جائے۔ (خلاصہ)۔

کی ماں اور ماں کی طرف سے اس کے دو بھائی یہ ان ورثا میں سے ہیں جن کا شمار اصحاب فرائض میں کیا جاتا ہے۔ یعنی شریعت میں ان کے حصص متعین و مقرر ہیں۔ اور میت کے سگے بھائی عصبات میں سے ہیں۔

اور علم میراث کا قاعدہ کلیہ ہے کہ اصحاب فرائض سے جو بچ جاتا ہے وہ عصبات کو مل جاتا ہے۔ اس مسئلہ میں قیاس کے لحاظ سے ماں کی جانب سے بھائیوں کو تو، ترکہ ملے گا۔ لیکن میت کے سگے بھائیوں کو ترکہ نہ مل سکے گا۔ اس لئے کہ شوہر کا حصہ نصف ہوگا ماں کا چھٹا حصہ ہوگا۔ اور ماں کی جانب سے ان دو بھائیوں کو ثلث ملے گا۔ اس کے بعد کچھ باقی ہی نہیں بچتا۔ کہ میت کے سگے بھائیوں کو ملے جو عصبات میں سے ہیں۔

یہ عجیب بات ہے کہ میت کے سگے بھائی تو محروم ہو جاتے ہیں اور صرف ماں کی جانب سے جو بھائی ہیں ان کو ترکہ مل رہا ہے۔ بعض فقہانے اس کا فتویٰ دیا ہے۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ کے نزدیک استحساناً اس مسئلہ کا حکم قیاسی قاعدہ کے لحاظ سے مختلف ہے۔ یہ حضرات میت کے سارے بھائیوں کو ایک ثلث میں شریک قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ سارے بھائی ایک ہی ماں کی تو اولاد ہیں۔

یہ صورت حال فرضی نہیں ہے بلکہ روایات میں آتا ہے۔ ایک مرتبہ فی الواقع یہی صورت پیش آئی۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے واقعہ پیش ہوا۔ آپنے اولاً تو اسی رائے کا اظہار فرمایا کہ ماں کی جانب سے میت کے بھائیوں کا حصہ ثلث ہوگا۔ اس لئے کہ وہ اصحاب فرائض میں سے ہیں۔ یہ سن کر میت کے سگے بھائیوں نے جو عصبات میں سے تھے اور حصہ پانے سے محروم ہوئے جا رہے تھے انہوں نے حضرت عمر سے فرمایا۔ ہٹائیے ہمارے باپ کو۔ لیکن کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ ہم چاروں ایک ہی ماں کی اولاد ہیں؟۔ یہ سنکر حضرت عمر نے اپنی پہلی رائے سے رجوع فرمالیا اور میت کے چاروں بھائیوں کو ثلث میں شریک قرار دینے کا فیصلہ صادر فرمایا (نعمان الحق فاروقی مترجم)۔

دسواں باب : فرض جماعت میں شریک ہونے کا بیان

ایک شخص فجر یا مغرب کی نماز کی ایک رکعت پڑھ چکا تھا۔ اس کے بعد جماعت شروع ہوئی تو ایک رکعت کو توڑ ڈالے اور جماعت میں شریک ہو جائے اور اگر دوسری رکعت میں تھا۔ اور ابھی سجدہ نہیں کیا تھا۔ تب بھی ایک رکعت توڑ کر جماعت میں شریک ہو جائے اور اگر دوسری رکعت کا سجدہ کر چکا ہے تو پھر نماز نہ توڑے اور اس کو پورا کرے اور امام کے ساتھ شریک نہ ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ صبح کی نماز کے بعد نفل مکروہ ہے اور مغرب میں یا نفلوں کی طاق رکعتیں ہوں گی۔ اور چار رکعتیں پڑھے گا تو اس صورت میں امام کی مخالفت لازم آئے گی[1] (تبیین)۔ اور یہ سب بدعت ہے اور اگر امام کیساتھ شریک ہو گیا۔ تو چار رکعتیں پوری کرے اس لئے کہ سنت کی موافقت امام کی موافقت سے بڑھ کر ہے (کافی) لیکن اس نے برا کیا (محیط سرخسی)۔ اور اگر امام کے ساتھ سلام پھیر دیا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور اسے چار رکعتوں کی قضا کرنی چاہئے۔ اس لئے کہ یہ اقتدا کی وجہ سے اس پر لازم ہو گئی ہیں (شمنی) اور اگر اس نفل پڑھنے والے شخص نے مغرب کی نماز میں ایسے امام کی اقتدا کی جس نے تیسری رکعت میں قراءت نہیں کی۔ اب اگر مقتدی نے قراءت کر لی تو اس کی نماز جائز ہے۔ اور اگر قراءت نہیں کی تھی تو امام کے تابع ہو کر اس کی نماز جائز ہو گی یہ شیخ امام استاد خانی سے منقول ہے۔ اگر امام چوتھی رکعت کو تیسری رکعت سمجھ کر کھڑا ہوا۔ اور مقتدی نے اس چوتھی رکعت میں بھی متابعت کی تو مقتدی کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ خواہ امام تیسری رکعت میں بیٹھا ہو۔ یا نہ بیٹھا ہو یہی مختار ہے۔ اگرچہ امام کی نماز نفل ہو گئی ہے۔ لیکن پہلے امام کی نماز فرض تھی پھر فرض سے نفل کی طرف منتقل ہوا۔ گویا اس نے دو نمازیں دو تحریموں سے پڑھی ہیں۔ اس صورت میں مقتدی کی نماز عذر حدث کے بغیر دو اماموں کے پیچھے ہو گی۔ اس لئے جائز نہیں ہے۔

ایک شخص نے نفل نماز شروع کی پھر جماعت شروع ہو گئی مختار یہ ہے کہ نماز نہ توڑے خواہ اس نے ایک رکعت کا سجدہ کیا ہو یا نہ کیا ہو[2] یہی حکم اس صورت میں ہے جب نذر یا قضا کی نماز شروع کرے (خلاصہ) ایک شخص نے ظہر کی نماز کی ایک رکعت پڑھی تھی پھر جماعت شروع ہو گئی تو ایک رکعت اور پڑھے پھر امام کے ساتھ شریک ہو جائے۔ اور اگر پہلی رکعت کا سجدہ نہیں کیا تھا۔ تو اس کو توڑ کر امام کے ساتھ شریک ہو جائے یہی صحیح ہے۔ (ہدایہ)۔ یہاں لفظ اقامت سے مراد جماعت شروع ہونا ہے۔ مؤذن کی اقامت

---

[1] حاصل یہ ہے کہ ایک شخص نے فرض نماز پڑھنی شروع کی پھر جماعت شروع ہو گئی تو اگر پہلی رکعت کا سجدہ نہیں کیا ہے تو نماز توڑ کر جماعت میں شریک ہو جائے اور اگر پہلی رکعت کا سجدہ کر چکا ہے یا دوسری رکعت پڑھ رہا ہے لیکن ابھی اس نے سجدہ نہیں کیا ہے اور فجر یا مغرب کی نماز ہے تب بھی نماز توڑ کر جماعت میں شامل ہو جائے۔ اور اگر ظہر یا عصر یا عشا کی نماز ہے۔ تو ایک رکعت اس میں اور ملا کر دو رکعتیں پوری کرے تاکہ دو رکعت نفل ہو جائیں اور پھر جماعت میں شریک ہو جائے اور اگر فجر و مغرب میں دوسری رکعت کا بھی سجدہ کر چکا ہے۔ تو اب اس کو پورا کرے جماعت میں شریک نہ ہو۔ (لقمان الحق فاروقی مترجم)

[2] وجہ اس کی یہ ہے کہ نوافل میں نماز منقطع کرنا کمال کے لئے نہیں ہے۔ اس کے برخلاف فرائض کو جب منقطع کرتا ہے۔ تو ان کو جماعت سے دوبارہ پڑھتا ہے تو فرائض کو توڑنا کامل کرنے کے لئے ہے۔

(لقمان الحق فاروقی مترجم)

(تکبیر) مراد نہیں ہے - اگر مؤذن نے اقامت (تکبیر) شروع کی اور ایک شخص نے ابھی پہلی رکعت کا سجدہ نہیں کیا تھا - ہمارے اصحاب کا بالاتفاق یہ حکم ہے کہ دو رکعتیں پوری کرے (نہایہ) اگر دوسری جگہ جماعت کھڑی ہوئی - مثلاً ایک شخص گھر میں نماز پڑھ رہا تھا اور مسجد میں جماعت کھڑی ہوئی یا ایک مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا اور دوسری مسجد میں جماعت کھڑی ہوئی تو اپنی نماز کسی حالت میں نہ توڑے - ایک شخص ظہر کی تین رکعتیں پڑھ چکا تھا - اور پھر اسی جگہ جماعت کھڑی ہوئی تو اپنی نماز پوری کرنے کے بعد بہ نیتِ نفل اقتدا کرے - اور اگر تیسری رکعت میں ہے اور اس رکعت کا ابھی سجدہ نہیں کیا ہے تو نماز توڑ دے - اور اس شخص کو اختیار ہے خواہ پہلے قعدہ کرے - اور اس کے بعد سلام پھیرے یا سلام نہ پھیرے -

اسی طرح حالت قیام میں اللہ اکبر کہہ کر امام کے ساتھ نماز میں شریک ہو جائے قیام کی حالت میں سلام نہ پھیرے (تبیین) اصح یہ ہے کہ دونوں حالتوں میں اختیار ہے (یعنی قعدہ کرکے سلام پھیرے یا حالتِ قیام میں سلام پھیرے) (معراج الدرایہ) - بعض نے کہا ہے اسی طرح حالت قیام میں ایک سلام پھیر کر نماز توڑ دے - یہی اصح ہے اس لئے کہ بیٹھ کر سلام پھیرنا نماز پوری ہونے کیلئے شرط ہے - اور یہاں مقصد نماز توڑنا ہے نماز پوری کرنا نہیں ہے - اس لئے کہ ظہر کی نماز دو رکعتوں پر تمام نہیں ہوتی - اور ایک ہی سلام کافی ہے (محیط سرخسی) یہی حکم اس صورت میں ہے کہ عشاء یا عصر کی نماز شروع کی تھی اور پھر جماعت کھڑی ہو گئی - لیکن عصر کی نماز پوری کرنے کے بعد نفلوں کی نیت سے نماز میں شریک نہ ہو - ایک شخص کو ظہر کی ایک رکعت امام کے ساتھ ملی اس نے سب فقہا کے قول کے مطابق ظہر کی نماز جماعت سے نہیں پڑھی - لیکن سب کے نزدیک اس نے جماعت کی فضیلت حاصل کر لی -

اور اگر تین رکعتیں امام کے ساتھ پڑھی ہیں تو بالاتفاق ظہر کی نماز جماعت سے پڑھنے والا شمار کیا جائیگا - (سراج الوہاج) ایک شخص نے نفل کی نماز شروع کی پھر فرض کی جماعت کھڑی ہوئی - تو دو رکعتوں کو پورا کرے اسپر زیادتی نہ کرے - (محیط) - ایک شخص ظہر یا جمعہ سے پہلے کی سنتیں پڑھ رہا تھا - پھر ظہر کی جماعت کھڑی ہو گئی یا جمعہ کا خطبہ شروع ہو گیا تو دو رکعتوں پر نماز منقطع کر دے - یہ حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ہے - بعض نے کہا ہے نماز پوری کرے (ہدایہ) یہی اصح ہے (محیط سرخسی) یہی صحیح ہے (سراج الوہاج) ایک شخص نے دیکھا کہ امام فجر کی نماز پڑھ رہا ہے اور اس نے ابھی تک فجر کی سنتیں نہیں پڑھی ہیں - اگر اسکا خیال ہے کہ ایک رکعت فوت ہو جائے گی - اور دوسری رکعت امام کیساتھ مل جائے گی تو مسجد کے دروازہ کے قریب سنتیں پڑھے پھر نماز میں شامل ہو جائے - اور اگر دونوں رکعتوں کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو سنتیں نہ پڑھے اور امام کے ساتھ داخل ہو جائے (ہدایہ) کتاب میں یہ مذکور نہیں ہے کہ اگر اسے قعدہ مل جانے کا خیال ہو تو کیا کرے؟ لیکن اس عبارت سے یعنی اگر دونوں رکعتوں کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو سنتیں نہ پڑھے - ظاہر ہو رہا ہے کہ اگر ایک شخص کو خیال ہوا کہ اسے ایک رکعت بھی نہ ملے گی صرف قعدہ ملے گا وہ سنتیں نہ پڑھے بلکہ امام کے ساتھ نماز میں شریک ہو جائے - فقیہ ابو جعفر رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ اگر کسی شخص کو قعدہ ملنے کی امید ہو تو حضرت امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک سنتیں پڑھے -

اس لئے کہ ان دونوں کے نزدیک تشہد کا ملنا رکعت ملنے کے قائم مقام ہے (کفایہ) اس کے علاوہ باقی سنتوں کا یہ حکم ہے کہ نماز پڑھنے والا اگر یہ سمجھتا ہے کہ امام کے رکوع کرنے سے پہلے میں اپنی نماز پوری کر لوں گا تو مسجد سے باہر پڑھے - اور اگر رکعت فوت ہو جانے کا اندیشہ ہو تو امام کے ساتھ نماز میں شریک ہو جائے (تبیین) -

ایک شخص نے امام کو رکوع کی حالت میں پایا اور اسے معلوم نہیں ہے - کہ امام پہلے رکوع میں ہے یا دوسرے میں تو سنتیں چھوڑ کر امام کے ساتھ شریک ہو جائے (خلاصہ) اگر ایسی مسجد میں داخل ہوا جس میں اذان ہو چکی ہے تو نماز پڑھے بغیر

وہاں سے نکلنا مکروہ[1] ہے۔ لیکن اگر وہ کسی دوسری مسجد کا مؤذن یا امام ہے اور اس کے نہ پہنچنے سے جماعت متفرق ہو جائے گی تو ایسے شخص کیلئے مسجد سے باہر نکلنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ یہ حکم اس شخص کیلئے ہے جس نے ابھی تک یہ نماز نہیں پڑھی۔ اور اگر ایک بار نماز پڑھ چکا ہے تو عشا اور ظہر کی نماز میں جب تک مؤذن تکبیر نہ کہے۔ مسجد سے باہر چلے جانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اگر مؤذن نے تکبیر شروع کر دی تو مسجد سے باہر نہ جانا چاہیئے اور نفل کی نیت سے نماز پڑھے۔ اور عصر، مغرب اور فجر کی نماز دل میں یہ حکم ہے کہ مسجد سے باہر چلا جائے۔ اور اگر ٹھہرا رہا اور جماعت میں شریک نہ ہوا تو مکروہ ہے (محیط سرخسی)۔

ایک شخص نے امام کو رکوع کی حالت میں پایا اور اللہ اکبر کہہ کر کھڑا ہو گیا کہ اتنے میں امام نے رکوع سے سر اٹھا لیا تو اس رکعت کا پانے والا شمار نہ کیا جائے گا (ہدایہ) خواہ اتنی دیر میں وہ رکوع میں شریک ہو سکتا تھا یا نہیں ہو سکتا تھا۔ دونوں صورتوں میں ایک حکم ہے۔ اسی طرح اگر تکبیر کہہ کر نہ ٹھہرا اور جھک گیا۔ لیکن اس کے رکوع میں جانے سے پہلے امام نے سر اٹھا لیا تب بھی .... رکعت پانے والا شمار نہ کیا جائے گا۔

محبوبی نے کہا ہے اگر ایک شخص مسجد میں داخل ہوا اور امام رکوع میں ہے تو بعض مشائخ نے کہا ہے کہ اسے تکبیر کہہ کر رکوع میں چلا جانا چاہیئے۔ پھر چل کر صف میں مل جائے تاکہ رکوع فوت نہ ہو۔ اور ہمارے نزدیک اگر مسلسل تین قدم چلے گا۔ تو نماز باطل ہو جائے گی۔ ورنہ مکروہ ہو گی۔ اور اکثر مشائخ کا یہ قول ہے کہ وہ تکبیر نہ کہے تاکہ نماز میں چلنا نہ پڑے۔ جلابی نے ذکر کیا ہے کہ ایک شخص نے امام کو رکوع کی حالت میں پایا اور کھڑے ہو کر تکبیر اللہ اکبر کہی اور اس نے جھکنا شروع کیا تو امام نے اٹھنا شروع کیا۔ اگر یہ شخص امام کے سیدھا کھڑا ہونے سے پہلے اس کے ساتھ شریک ہو گیا تو صحیح یہ ہے کہ اس رکعت کا اعتبار ہو گا۔ اگرچہ شرکت بہت تھوڑی سی پائی گئی۔ (معراج الدرایہ)۔

فقہا کا اجماع ہے کہ اگر ایک شخص نے امام کو حالتِ قیام میں پایا اور تکبیر کہہ کر شریک ہو گیا۔ لیکن امام کے ساتھ رکوع نہ کیا یہاں تک کہ امام رکوع کر چکا۔ اس کے بعد پھر اس کے بعد اس نے رکوع کیا تو یہ رکعت معتبر ہو گی۔ اور اس پر بھی فقہا کا اجماع ہے کہ اگر ایک شخص نے رکوع کے قومہ میں امام کی اقتدا کی تو یہ رکعت معتبر نہ ہو گی (بحر الرائق)۔ ایک شخص نے امام کو رکوع میں پایا تو پہلے سیدھا کھڑے ہو کر اللہ اکبر کہہ نیت باندھے اور پھر رکوع کیلئے اللہ اکبر کہے اور اگر گمان غالب ہے کہ وہ امام کے ساتھ رکوع میں شریک ہو جائے گا تو سبحانک اللہم بھی پڑھے۔ اگر عید کی نماز ہے تو اس کی تکبیریں بھی کھڑے ہو کر ادا کرے اور رکوع فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو رکوع ہی میں عید کی تکبیریں کہہ لے (کافی باب صلوٰۃ العیدین) ایک شخص نے امام کو رکوع کی حالت میں پایا تو اس کو دو مرتبہ اللہ اکبر کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ بعض فقہا کا اس میں اختلاف ہے (یعنی ان کے نزدیک دو مرتبہ اللہ اکبر کہنا ضروری ہے) اور اگر اس تکبیر (اللہ اکبر) سے رکوع کی نیت کی۔ نماز شروع کرنے کی نیت نہیں کی تو نماز جائز ہو گی۔ اور اس کی نیت لغو ہو جائے گی (فتح القدیر) اگر مقتدی

---

[1] ابن ماجہ کی ایک روایت ہے عن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ۔ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ادرک الاذان فی المسجد ثم خرج لم یخرج لحاجۃ وھو لا یرید الرجوع فھو منافق۔ (ترجمہ:۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا جو شخص اذان کے بعد مسجد سے بلا عذر کے نکلا۔ اور وہ واپس ہونیکا ارادہ نہیں رکھتا تو منافق ہے۔ مراسیل ابو داؤد کی ایک روایت میں ہے عن سعید بن المسیب ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یخرج من المسجد احد بعد النداء الا منافق۔ (ترجمہ:۔ حضرت سعید بن المسیب رض حضور سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا۔ اذان کے بعد مسجد سے کوئی باہر نہیں نکلتا مگر منافق۔ (لقمان الحق فاروقی مترجم)

نے . . . ساری رکعات میں رکوع اور سجدے امام سے پہلے کئے تو اس کے لئے واجب ہے کہ ایک رکعت بلا قراءت ادا کرے اور اپنی نماز پوری کرے اور اگر رکوع امام کے ساتھ کیا اور سجدہ امام سے پہلے کیا تو دو رکعتیں قضا کرے۔ اور اگر اس نے رکوع امام سے پہلے کیا ہے اور سجدہ امام کے ساتھ کیا تو چار رکعتیں بلا قراءت اس پر واجب ہوں گی۔ اگر اس نے رکوع و سجدہ دونوں امام کے بعد کئے ہیں تو اس کی نماز جائز ہوگی۔

اور اگر اس نے امام کو رکوع اور سجدہ کے آخر میں پایا ہے تو یہ بھی جائز ہے (فتاوی قاضی خاں) ایک شخص کسی ایسی مسجد میں داخل ہوا جس میں نماز ہو چکی ہے اگر وقت میں گنجائش ہو تو فرض سے پہلے جس قدر چاہے نوافل پڑھ سکتا ہے اور اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ اور اگر وقت میں گنجائش نہ ہو تو نوافل چھوڑ دے۔ بعض نے کہا ہے کہ ظہر اور فجر کی سنتوں کے علاوہ دیگر نوافل کا یہ حکم ہے (ہدایہ) اس کو شمس الائمہ سرخسی، صاحب محیط، قاضی خان، تمرتاشی، اور محبوبی نے اختیار کیا ہے (کفایہ۔ نہایہ)۔ بعض نے کہا ہے سب کا یہی حکم ہے (ہدایہ) صدر الاسلام نے یہی اختیار کیا ہے (کفایہ) اولیٰ یہ ہے کہ ان سنتوں کو کسی بھی حالت میں نہ چھوڑے (ہدایہ) خواہ فرض جماعت سے پڑھے یا نہ پڑھے۔ لیکن اگر فرض نماز کا وقت ختم ہو رہا ہے تو چھوڑ دے (کفایہ)

گیارھواں باب

فوت شدہ نمازوں کی قضا کا بیان

جو نماز وقت میں واجب ہو کر چھوٹ جائے اس کی قضا لازم ہے[1]۔ خواہ اس نے جان کر چھوڑی ہو یا بھولے سے چھوٹی ہو یا نیند کے غلبہ سے فوت ہو گئی ہو۔ خواہ بہت سی نمازیں ہوں یا تھوڑی ہوں۔ مجنوں پر حالت جنون میں ان نمازوں کی قضا واجب نہیں ہے جو عقل کی حالت میں اس سے فوت ہو گئی ہیں۔ اس طرح عقل کی حالت میں ان نمازوں کی قضا واجب نہیں ہے۔ جو جنون کی حالت میں اس سے فوت ہو گئی ہیں۔ مرتد پر . . . . ان نمازوں کی قضا واجب نہیں ہے جو مرتد ہونے کی حالت میں اس سے چھوٹ گئی ہیں۔ ایک شخص دار الحرب میں مسلمان ہوا۔ اور ایک مدت تک اس نے اس لئے نماز نہیں پڑھی کہ وجوب نماز کا اسے علم نہ تھا تو اس پر نمازوں کی قضا واجب نہ ہوگی۔ ایک شخص بیہوش تھا یا ایسے مرض میں گرفتار تھا کہ اشارہ سے بھی نماز ادا کرنے پر بھی قادر نہ تھا۔ تو اس مدت کی فوت شدہ نمازیں اگر ایک دن ایک رات کی نمازوں سے بھی متجاوز ہیں تو ان کی قضا واجب نہ ہوگی۔

---

[1] جس روز خندق کھودی جا رہی تھی۔ اس دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چار نمازیں اوقات متعینہ پر ادا نہ فرما سکے کچھ رات ڈھلے آپ نے حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم فرمایا۔ انھوں نے اذان کہی۔ پھر تکبیر کہی۔ آپ نے ظہر کی نماز پڑھی پھر تکبیر کہی اور عصر کی نماز ادا کی پھر تکبیر کے بعد مغرب کی نماز ادا کی پھر تکبیر کے بعد عشا کی نماز ادا فرمائی۔ اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ فوت شدہ نمازوں کی قضا واجب ہے۔ نیز یہ معلوم ہوا کہ قضا نمازوں میں ترتیب واجب ہے۔ اگر ترتیب مستحب ہوتی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کی نماز موخر نہ فرماتے اس لئے کہ مغرب کی نماز میں تاخیر مکروہ ہے۔ (لقمان الحق فاروقی)۔

قضا نماز کا حکم

یہ ہے کہ جس صفت سے نماز فوت ہوئی ہے اسی صفت کے ساتھ ادا کی جائے لیکن عذر اور ضرورت کی حالت میں حکم بدل جاتا ہے۔ حضر کی حالت میں اگر ایک شخص سے چار رکعات فوت ہو گئیں تھی تو سفر کی حالت میں چار رکعتیں قضا کرے گا۔ اور اگر سفر میں فوت ہو گئیں ہیں تو حضر کی حالت میں دو رکعتیں قضا کرے گا۔ فرض نماز کی قضا فرض ہے۔ اور واجب کی قضا واجب اور سنت کی قضا سنت ہے قضا کیلئے کوئی وقت متعین نہیں ہے۔ تین اوقات کے علاوہ تمام عمر اس کا وقت ہے وہ تین اوقات یہ ہیں:-

(۱) سورج نکلنے کے وقت - (۲) زوال کے وقت - (۳) سورج غروب ہونے کے وقت - ان اوقات میں نماز جائز نہیں ہے (بحر الرائق) ایک شخص نے نماز پڑھی پھر مرتد ہو گیا۔ پھر اسی نماز کے وقت کے اندر مسلمان ہو گیا تو دوبارہ نماز پڑھے (کافی) - ایک لڑکے نے عشا کی نماز پڑھی اور سو گیا - رات کو احتلام ہوا۔ اور فجر کے طلوع ہونے سے پہلے بیدار ہو گیا تو عشا کی نماز دوبارہ پڑھے - لڑکی کا حکم اس کے برخلاف ہے پس اگر لڑکی فجر کے طلوع ہونے سے پہلے حیض کے ساتھ بالغ ہوئی تو عشا کی قضا اس پر واجب نہ ہو گی - اس لئے کہ جب نماز واجب ہونے کی حالت میں حیض آتا ہے تو وجوب (نماز) ساقط ہو جاتا ہے تو جب وجوب کے ساتھ حیض ہو تو بدرجہ اولیٰ حیض وجوب (نماز) سے مانع ہو گا - اور اگر لڑکی اپنی عمر کے حساب سے بالغ ہوئی ہے تو عشا کی نماز اس پر واجب ہو گی - اگر لڑکا طلوع فجر سے پہلے بیدار نہ ہوا تو بعض نے کہا کہ عشا کی نماز قضا کرے گا (محیط سرخسی) یہی مختار ہے (فتاویٰ قاضی خاں) اگر فوت شدہ نمازوں کو جماعت سے قضا کرے اور یہ نمازیں جہری ہیں تو امام کو نمازیں جہر کرنا چاہئے اور اگر اکیلا پڑھے تو اسے جہر سے پڑھنے میں اور آہستہ پڑھنے میں اختیار ہے - جس طرح وقت کے اندر تنہا نماز پڑھنے میں جہر افضل ہے اسی طرح یہاں بھی جہر افضل ہو گا -

اور اگر سری نمازیں ہیں تو آہستہ پڑھنا واجب ہے - امام کیلئے بھی یہی حکم ہے (ظہیریہ) وقت کی نماز اور فائتہ نماز اور چند فوت شدہ نمازوں میں ترتیب واجب ہے[۱] (کافی) یہاں تک کہ وقت کی نماز کو قضا نماز ادا کرنے سے پہلے پڑھنا جائز نہیں ہے - (محیط سرخسی) اسی طرح فرض اور وتر میں ترتیب واجب ہے[۲] (شرح وقایہ) اگر فجر کی نماز پڑھی اور اسے اچھی طرح یاد تھا کہ اس نے وتر نہیں پڑھے ہیں تو حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کی نماز فاسد ہو گی - اور اگر نفل نماز پڑھتے ہوئے کوئی واجب یا فرض نماز یاد آئی تو اس کی نفل فاسد نہ ہو گی - اس لئے کہ ترتیب کا وجوب فرائض میں خلاف قیاس ہے - اس بنا پر غیر فرائض میں اس کا الحاق نہ کیا جائے گا - (محیط سرخسی) فتاویٰ عتابیہ میں ہے کہ لڑکا جس وقت بالغ ہوا - اور اس نے وقت میں نماز پڑھی تو وہ صاحب ترتیب ہو جاتا ہے جس طرح عورت بالغ ہونے اور صحیح خون دیکھنے سے ایک بار کے حیض سے صاحب عادت ہو جاتی ہے (تاتارخانیہ) لیکن نماز کے بعض اعمال میں ہمارے نزدیک باہم ترتیب فرض نہیں ہے (محیط) یہاں تک کہ اگر ایک شخص امام کے ساتھ ابتدا سے شریک ہوا - اور اس کے پیچھے سو گیا یا اس کا وضو ٹوٹ گیا - اور امام آگے بڑھ گیا - پھر بیدار ہوا

---

[۱] وقت کی نماز اور فائتہ نماز میں ترتیب واجب ہے، اس سلسلے میں ایک صحیح حدیث ہے - نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا - اگر ایک شخص نماز بھول گیا اور اسے اس وقت یاد آئی جب وہ امام کیساتھ نماز پڑھ رہا تھا تو وہ اپنی نماز پوری کرے اور جب نماز سے فارغ ہو جائے تو وہ نماز پڑھے جو بھول گیا تھا اور اس کے بعد وہ نماز لوٹائے جو اس نے امام کے ساتھ پڑھی تھی - (نقان الحق) [۲] یہ حضرت امام ابو حنیفہ کا قول ہے اور حضرت امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک فرائض اور وتر میں ترتیب واجب نہیں ہے - اس لئے کہ وتر ان کے نزدیک سنت میں داخل ہے (بقیہ اگلے صفحہ پر)

یا وضو کرکے پھر نماز میں شریک ہوا۔ تو اس پر واجب ہے کہ پہلے فوت شدہ نماز پڑھے پھر امام کی متابعت کرے۔ اگر اس نے پہلے امام کی متابعت کی اور پھر امام کے سلام پھیرنے کے بعد فوت شدہ نماز کی قضا کی تو حضرت امام ابو حنیفہ اور حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد رحمہم اللہ تینوں کے نزدیک اس کی نماز جائز ہوگی۔

اس طرح جمعہ کی نماز میں اگر لوگوں کی کثرت کی وجہ سے پہلی رکعت امام کے ساتھ ادا نہ کر سکا۔ اور دوسری رکعت ادا کی تو اس صورت میں دوسری رکعت پہلی رکعت کے ادا کرنے سے پہلے ادا ہوئی۔ پھر امام کے سلام پھیرنے کے بعد پہلی رکعت قضا کی تو ہمارے نزدیک جائز ہے (شرح طحاوی۔ فصل ستر عورت) ترتیب نسیان سے اور جو چیز نسیان کے حکم میں شامل ہیں ساقط ہو جاتی ہے (مضمرات) اگر وقت کی نماز ادا کرنے کے بعد کوئی بھولی بسری نماز یاد آئی تو وقت کی نماز جائز ہوگی (فتاوی قاضی خاں)۔ اگر ظہر کی نماز یہ خیال کرتے ہوئے پڑھی کہ وہ باوضو ہے اس کے بعد وضو کرکے عصر کی نماز پڑھی پھر ظاہر ہوا کہ ظہر کی نماز بلا وضو پڑھی تھی تو صرف ظہر کی نماز کا اعادہ کرے اس لئے کہ اس کا حکم اس شخص کے مطابق ہے جس نے ظہر کی نماز بھول کر نہیں پڑھی ہے۔

اس کے برخلاف ایک شخص نے اگر عرفہ کے دن ظہر کی نماز یہ خیال کرتے ہوئے پڑھی کہ وہ باوضو ہے۔ پھر وضو کرکے عصر کی نماز پڑھی اس کے بعد ظاہر ہوا کہ ظہر کی نماز بلا وضو پڑھی تھی تو دونوں نمازیں دوبارہ پڑھے اس لئے کہ عصر کی نماز وہاں ظہر کے تابع ہے۔ (محیط سرخسی) اگر ایک شخص نے ظہر کی نماز پڑھی اور اسے یاد ہے کہ اس نے فجر کی نماز نہیں پڑھی تو اس کی ظہر کی نماز فاسد ہو جائیگی اس کے بعد اس نے فجر کی نماز قضا پڑھی اور عصر کی نماز پڑھی اور اسے ظہر کی نماز یاد ہے تو عصر کی نماز جائز ہوگی۔ اس لئے کہ عصر کی نماز ادا کرتے ہوئے اس کے خیال میں کوئی نماز اس پر قضا واجب نہیں ہے۔ اصطلاح میں اس کا نام گمان معتبر ہے[۱] (تبیین)۔ اگر ظہر کی نماز میں اسے شک ہوا کہ اس نے فجر کی نماز پڑھی ہے۔؟ یا نہیں؟ پس جب فارغ ہوا تو اسے یقین ہوگیا کہ اس نے فجر کی نماز نہیں پڑھی ہے تو پہلے فجر کی نماز پڑھے پھر دوبارہ ظہر کی نماز پڑھے (محیط سرخسی) ایک شخص کو نماز کے اندر یاد آیا کہ اس پر کچھ نمازیں قضا ہیں۔ فقیہہ ابو جعفر رحمۃ اللہ علیہ سے یہ منقول ہے کہ ہمارے نزدیک اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ لیکن یاد آتے ہی نماز نہ توڑے بلکہ دو رکعتیں پوری کرے اور یہ دو رکعتیں نفل شمار ہوں گی۔ خواہ فوت شدہ نماز پرانی ہو یا نئی (محیط) اگر ایک شخص جمعہ کی نماز پڑھ رہا ہے اور اسے یاد آیا کہ اس نے فجر کی نماز نہیں پڑھی ہے اور صورت حال یہ ہے کہ اگر وہ جمعہ کی نماز توڑ کر فجر کی نماز پڑھتا ہے تو جمعہ کی نماز فوت ہو جائے گی۔ لیکن وقت باقی رہے گا تو حضرت امام ابو حنیفہ اور حضرت امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک جمعہ کی نماز توڑ دے اور فجر کی نماز پڑھے اس کے بعد ظہر کی نماز پڑھے۔ اور حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پہلے جمعہ کی نماز ادا کرے۔ اور اگر فجر کی نماز قضا کرنے کے بعد جمعہ مل سکتا ہے۔ تو بالاتفاق پہلے فجر کی نماز پڑھے۔ اور اگر جمعہ چھوڑ کر فجر کی نماز پڑھتا ہے تو وقت باقی نہیں رہے گا۔ اس صورت میں بالاتفاق یہ حکم ہے کہ پہلے جمعہ کی نماز پڑھے اور پھر فجر کی قضا کرے۔ (سراج الوہاج)۔ وقت تنگ ہو جانے کے باعث بھی ترتیب ساقط ہو جاتی ہے[۲] (محیط سرخسی)۔ اور اگر تنگ وقت میں بھی پہلے قضا نماز ادا کرے تو اس کی نماز جائز ہوگی۔ لیکن گنہ گار ہوگا۔ (نہر الفائق) وقت کی تنگی کے معنی یہ ہیں کہ اس قدر وقت باقی نہ رہے۔ جس میں وقت کی نماز

اور سنت اور فرض کے درمیان وجوب ترتیب کا کوئی قائل نہیں ہے۔ (لقمان الحق) [۱] جن چیزوں سے لزوم ترتیب ساقط ہو جاتا ہے ان میں گمان معتبر بھی داخل ہے۔ بعض نے اس کو نسیان کے تابع قرار دیا ہے اور بعض نے اس کو مستقل شمار کیا ہے اور یہی صحیح ہے (لقمان الحق فاروقی)۔

[۲] یعنی اس وقت میں اس نے جو نماز پڑھی ہے وہ ادا ہوگی یہی صحیح ہے۔ "لقمان الحق مترجم۔

دونوں ادا کر سکے۔ مثلاً عشا کی نماز قضا ہو گئی۔ اب اگر وہ عشا کی نماز پڑھ کر پھر فجر کی نماز پڑھتا ہے تو اسے خیال ہے کہ قعدہ میں قدر تشہد بیٹھنے سے پہلے سورج طلوع ہو جائے گا تو فجر کی نماز وقت میں پڑھے اور عشا کی نماز سورج بلند ہونے کے بعد پڑھے (تبیین) اور اگر وقت میں اتنی گنجائش ہے کہ وقت کی نماز اور فوت شدہ نماز کو افضل طریقہ پر نہیں پڑھ سکتا۔ لیکن قضا پڑھنے کے بعد وقت کی نماز قراءت اور تمام ارکان میں تخفیف کے ساتھ ادا کر سکتا ہے تب بھی ترتیب کی رعایت ضروری ہے اور صرف اس پر اکتفا کرے جس سے نماز جائز ہو جاتی ہے (تمرتاشی) وقت کی تنگی کا اعتبار نماز شروع کرنیکے وقت سے کیا جائے گا۔

پس اگر نماز شروع کرتے ہوئے قضا نماز یاد تھی اور اس نے اتنی طویل قراءت کی کہ جس سے نماز کا وقت تنگ ہو گیا تو اس کی نماز جائز نہ ہوگی۔ لیکن اسے توڑ کر پھر نماز شروع کی تو جائز ہوگی۔ اور اگر قضا نماز شروع کرتے ہوئے قضا نماز یاد نہ تھی اور اس نے طویل قراءت کی پھر وقت تنگ ہو جانے پر قضا نماز یاد آئی تو اس کی نماز جائز ہوگی اور اس نماز کا توڑنا اس پر لازم نہیں ہے (تبیین) وقت تنگ ہونے کا اعتبار حقیقت اور واقع سے کیا جائیگا۔ نماز پڑھنے والے کا گمان اس سلسلہ میں معتبر نہیں ہے۔ (بحر الرائق) پس اگر ایک شخص سے عشا کی نماز قضا ہو گئی اور اسے خیال ہوا کہ فجر کا وقت تنگ ہو گیا ہے اور اس نے فجر کی نماز پڑھ لی پھر ظاہر ہوا کہ فجر کا وقت بہت باقی ہے تو فجر کی نماز باطل ہو جائے گی۔ اس کے بعد غور و فکر کرے اگر وقت میں دونوں نمازیں پڑھ سکتا ہے تو دونوں نمازیں پڑھے اور اگر اتنا وقت نہ ہو تو فجر کی نماز کا اعادہ کرے اور اس کے بعد پھر غور کرے کہ کس قدر وقت باقی ہے اگر فجر کے وقت میں وسعت ہے تو دونوں نمازیں پڑھے اور اگر اتنا وقت نہ ہو تو فجر کی نماز دوبارہ پڑھے۔ اسی طرح آخر وقت تک کرے۔ اگر عشا کی نماز پڑھی اور فجر کی نماز دوبارہ نہ پڑھی اور قعدہ میں مقدار تشہد بیٹھنے سے پہلے سورج طلوع ہو گیا تو فجر کی نماز صحیح ہو جائے گی۔ (تبیین) اسی طرح اگر ظہر کے آخر میں فجر کی نماز کی قضا یاد آئی اور اسے خیال ہے کہ وقت میں دونوں نمازیں نہیں پڑھ سکتا اس نے دوبارہ ظہر کی نماز پڑھی اس کے بعد بھی کچھ ظہر کا وقت نکل آیا۔ تو غور کرے۔ اگر وقت میں اتنی گنجائش ہے کہ فجر اور ظہر دونوں نمازیں پڑھ سکتا ہے تو ظہر کی نماز جو اس نے ابھی پڑھی ہے۔ فاسد ہو جائے گی۔ اس کیلئے مناسب ہے کہ پہلے فجر کی نماز پڑھے پھر ظہر کا اعادہ کرے۔ یہی حکم اس صورت میں ہے کہ۔

اگر اتنا وقت باقی ہو کہ فجر کی نماز پڑھ کر ظہر کی ایک رکعت وقت میں ادا کر سکتا ہے۔ (تاتارخانیہ میں حجہ سے منقول ہے) اگر فوت شدہ نمازیں ایک سے زیادہ ہیں اور وقت میں اتنی گنجائش ہے کہ وقت کے فرض کے ساتھ بعض نمازیں ادا کر سکتا ہے سب نمازیں نہیں پڑھ سکتا تو جبتک بعض نمازیں نہ پڑھے وقت کی نماز جائز نہ ہوگی۔ پس اگر فجر کے وقت یاد آیا کہ عشا اور وتر کی نماز رہ گئی تھی اور وقت میں صرف پانچ رکعتیں پڑھی جا سکتی ہیں۔ تو حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق پہلے وتر کی قضا پڑھے پھر فجر کی نماز پڑھے اور سورج طلوع ہونیکے بعد عشا کی نماز قضا کرے اور اگر عصر کے وقت یاد آیا کہ اس نے فجر اور ظہر کی نماز نہیں پڑھی ہے۔ اور وقت میں صرف آٹھ رکعتیں ادا کی جا سکتی ہیں تو اس کے لئے مناسب ہے کہ پہلے ظہر کی قضا کرے۔ پھر عصر کی نماز پڑھے اور اگر وقت میں صرف چھ رکعتیں ادا کی جا سکتی ہیں تو اس کے لئے مناسب ہے کہ پہلے فجر کی نماز پڑھے۔ پھر عصر کی نماز پڑھے اور اس کے بعد ظہر کی نماز قضا کرے۔ (فتاویٰ قاضی خاں)۔

عصر کے وقت میں حضرت امام ابو حنیفہ اور حضرت امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک آخر وقت کا اعتبار ہے (تبیین)۔ اور شمس الائمہ سرخسی نے مبسوط میں ذکر کیا ہے کہ اگر ظہر اور عصر کی نماز کا ادا کرنا سورج کے متغیر ہونے سے پہلے ممکن ہے تو ترتیب کی رعایت واجب ہے۔ اور اگر دونوں نمازیں سورج کے غروب ہونے سے پہلے ادا نہیں ہو سکتیں تو پہلے عصر کی نماز کا ادا کرنا واجب ہے۔ اور اگر ظہر کی نماز تغیر شمس سے پہلے ادا کی جا سکتی ہے۔ اور عصر کی تمام رکعتیں یا کچھ رکعتیں سورج متغیر ہونے کے بعد ادا ہوں گی تو ترتیب کی رعایت

واجب ہے۔ لیکن حسن ابن زیادؒ کے قول کے مطابق پہلے عصر کی نماز پڑھے اس لئے کہ سورج متغیر ہونے کے بعد ان کے نزدیک عصر کا وقت باقی نہیں رہتا (نہایہ) اگر مستحب وقت صرف اسقدر باقی ہے۔ جس میں ظہر کی نماز نہیں پڑھی جا سکتی تو بالاجماع ترتیب ساقط ہو جائے گی (تبیین) اگر عصر کی نماز وقت کے ابتدائی حصہ میں شروع کی اور اسے یہ معلوم نہیں ہے کہ اس پر ظہر کی نماز باقی ہے اور عصر کی نماز اتنی دیر میں پڑھی کہ رات کا وقت داخل ہو گیا پھر یاد آیا کہ اس پر ظہر کی نماز باقی ہے تو اس کے لئے مناسب ہے، کہ وہ اپنی نماز اسی طرح پڑھتا رہے۔ (جوہرہ نیرہ) وقت تنگ ہو جانے کی وجہ سے جو ترتیب ساقط ہو جاتی ہے وہ اصح قول کے مطابق وقت کے نکلنے بعد پھر نہیں لوٹتی۔ یہاں تک کہ اگر وقت کی نماز پڑھتے ہوئے وقت خارج ہو گیا تو اصح قول کے مطابق وہ نماز فاسد نہ ہو گی۔ اور اصح قول کے مطابق وہ نماز ادا ہو جائے گی۔ نہ قضا ....

(زاہدی) ایک شخص جب تک بھولا ہوا ہے تب تک ترتیب کا حکم ظاہر نہیں ہوتا۔ اور جب قضا نماز یاد آجاتی ہے تو ترتیب لازم ہو جاتی ہے (تاتار خانیہ میں خلاصہ سے منقول ہے) جب قضا نمازیں زیادہ ہو جائیں تو ترتیب ساقط ہو جاتی ہے یہ صحیح ہے (محیط سرخسی) زیادہ کی حد یہ ہے کہ چھٹی نماز کا وقت نکل کر چھ نمازیں جمع ہو جائیں اور حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے یہ منقول ہے کہ چھٹی .... نماز کا وقت داخل ہو جائے۔ پہلا قول صحیح ہے[1] (ہدایہ) معتبر یہ ہے کہ قضا نماز کے بعد چھ وقت درمیان میں آجائیں۔ اگرچہ ان کے بعد نمازیں اپنے وقت میں ادا کرتا رہے۔ بعض نے کہا ہے کہ چھ نمازیں جمع ہو جائیں اگرچہ متفرق ہوں۔ اور اس اختلاف کا فائدہ اس صورت میں ظاہر ہوتا ہے کہ اگر تین نمازیں فوت ہو گئیں۔ مثلاً ایک دن کی ظہر۔ ایک دن کی عصر، ایک دن کی مغرب۔ اور یہ معلوم نہیں ہے کہ ان میں کونسی پہلی ہے تو پہلے قول کے مطابق ترتیب ساقط ہو جائے گی۔ اس لئے کہ قضا نمازوں کے درمیان بہت سے وقت آگئے اور دوسرے قول کے مطابق ترتیب ساقط نہ ہو گی۔ اس لئے کہ اس قول میں چھ نمازیں قضا جمع ہونا معتبر ہے۔ تو وہ سات نمازیں پڑھے پہلے ظہر پڑھے پھر عصر ادا کرے پھر ظہر پڑھے اور اس کے بعد مغرب کی نماز پڑھے اس کے بعد ظہر ادا کرے پھر عصر کی نماز پڑھے ...... اور اس کے بعد ظہر کی نماز پڑھے۔ پہلا قول اصح ہے (تبیین)۔ اس میں سہولت زیادہ ہے۔

دوسرا قول ابوبکر محمد بن الفضل نے اختیار کیا ہے اور اس میں احتیاط زیادہ ہے (فتاویٰ قاضی خان)۔ زیادہ نمازیں فوت ہو جانے کی وجہ سے جس طرح ادا میں ترتیب ساقط ہو جاتی ہے۔ اسی طرح قضا میں بھی ترتیب ساقط ہو جاتی ہے۔ مثلاً ایک شخص کی مہینہ بھر کی نمازیں فوت ہو گئیں اور اس نے اس طرح قضا کیں پہلے فجر کی تیس نمازیں پڑھیں پھر ظہر کی تیس نمازیں پڑھیں تو صحیح ہو گا (محیط سرخسی) جب زیادہ نمازیں فوت ہو جانے کی وجہ سے ترتیب ایک بار ساقط ہو گئی اور اس میں سے کچھ نمازیں قضا پڑھیں اور فوت شدہ نمازیں چھ سے کم رہ گئیں۔ تو اصح قول کے مطابق ترتیب نہیں عود کرتی (خلاصہ) شیخ امام زاہد ابو حفص کبیر نے فرمایا ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے (محیط) یہاں تک کہ اگر ایک مہینہ کی نمازیں فوت ہو گئیں۔ اور ان سب کو قضا کیا۔ لیکن ایک نماز باقی رہ گئی اور اس کے یاد ہونے کے باوجود وقت کی نماز پڑھی تو جائز ہے (محیط سرخسی) فوت شدہ نمازیں دو قسم کی ہیں۔ پرانی۔ اور نئی۔ نئی فوت شدہ نمازوں سے بالاتفاق ترتیب ساقط ہو جاتی ہے۔ پرانی قضا نمازوں میں مشائخ کا اختلاف ہے۔ مثلاً ایک شخص سے مہینہ بھر کی نمازیں برابر فوت ہوئیں پھر ایک مدت تک وہ نماز پڑھتا رہا لیکن اس نے وہ نمازیں قضا نہ کیں اس کے بعد پھر ایک نماز فوت

---

[1] حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ علیہ کا ایک قول یہ ہے کہ پانچ فائتہ نمازوں سے ترتیب ساقط ہو جاتی ہے۔ حضرت امام مالک رحؒ کا یہی مذہب ہے۔ امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فوت شدہ نمازوں کی تعداد خواہ دس تک پہونچ جائے لیکن ترتیب اس وقت تک ساقط نہیں ہو گی جب تک وقت میں اتنی گنجائش ہو کہ وقت کی نمازوں کے ساتھ ساتھ فائتہ نمازوں کو ادا کر سکے۔ "نعمان الحق فاروقی"۔

ہو گئی اور نئی فوت شدہ نماز کے یاد ہونے کے باوجود اس نے دوسری نماز پڑھی تو بعض فقہا کے نزدیک دوسری نماز جائز نہ ہوگی۔ اور بعض کے نزدیک جائز ہوگی۔ اسی پر فتویٰ ہے (کافی)۔ اگر فوت شدہ نماز یاد آئی اور وہ اس کے پڑھنے پر قادر ہے اور اس کے باوجود نہیں پڑھی تو اصل میں مذکور ہے کہ ایسا کرنا مکروہ ہے۔ اس لئے کہ جس وقت قضا نماز یاد آئی وہی اس کا وقت ہے۔ اور نماز کو اپنے وقت سے مؤخر کرنا بالاتفاق مکروہ ہے (محیط)۔ اصل میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے عصر کی نماز پڑھی اور اس کو اچھی طرح یاد تھا کہ اس نے ظہر کی نماز نہیں پڑھی ہے تو وہ فاسد ہوگی۔ لیکن وقت کے آخر میں پڑھی تو فاسد نہ ہوگی۔

حضرت امام ابوحنیفہ اور حضرت امام محمد ابویوسف رحمہما اللہ کے نزدیک نماز کی وصفیت فاسد ہوتی ہے[1]۔ اصل نماز باطل نہیں ہوتی اور حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اصل نماز بھی باطل ہو جاتی ہے۔ یہ مشہور مسئلہ ہے۔ پھر حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عصر کی نماز (یعنی اس کی فرضیت) کا فساد موقوف رہتا ہے۔ یعنی اگر ایک شخص نے ظہر کی نماز قضا ہونے کے بعد چھ نمازیں یا اس سے زیادہ پڑھیں اور ظہر کی نماز قضا نہ کی تو اب عصر کی نماز جائز ہو جائے گی اور اس کا اعادہ واجب نہ ہوگا۔ اور حضرت امام ابویوسف اور حضرت امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک (فساد موقوف نہیں ہوتا) بلکہ قطعاً فاسد ہو جاتی ہے۔ کسی حالت میں جائز نہیں ہوتی۔ اس مسئلہ میں اصل یہ ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قضا اور وقت کی نمازیں ترتیب کی رعایت جس طرح کہ زیادہ نمازوں کے فوت ہو جانے سے ساقط ہو جاتی ہے۔ اسی طرح بہت سی ادا نمازوں کے جمع ہو جانے سے بھی ساقط ہو جاتی ہے (محیط)۔

ایک شخص کی ایک نماز فاسد ہو گئی اور اسے یاد نہ رہا کہ کون سی نماز تھی۔ اور گمان غالب بھی کسی جانب نہیں ہے تو ہمارے نزدیک ایک دن رات کی نمازیں دوبارہ پڑھے (ظہیریہ)۔ فقیہ ابواللیث رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں (تاتارخانیہ میں ینابیع سے منقول ہے)۔ اسی طرح اگر دو دن کی نمازیں فوت ہو گئیں اور اب یاد نہیں ہے کہ کون سی نمازیں تھیں تو دو دن کی نمازیں دوبارہ پڑھے۔ اس طرح اگر تین دن کی تین نمازیں یا پانچ دن کی پانچ نمازیں بھول گیا تھا تب بھی یہی حکم ہے۔

ایک شخص سے ایک دن کی ظہر اور دوسرے دن کی عصر فوت ہو گئی اور یہ یاد نہ رہا کہ پہلے کون سی نماز قضا ہوئی تھی تو گمان غالب سے ایک نماز کو اول متعین کر دے اور اگر کسی جانب گمان غالب نہ ہوا تو حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دونوں کو قضا پڑھے اور جو نماز پہلے پڑھی ہے وہ دوبارہ پڑھے اس لئے کہ بطریق احتیاط ترتیب کی رعایت ممکن ہے۔ اور عبادات میں احتیاط واجب ہے۔

حضرت امام محمد اور حضرت امام ابویوسف رحمہما اللہ علیہ کے نزدیک اگر ظن غالب سے ایک نماز کو متعین کرنا اس کے لئے ممکن نہیں ہے تو اس سے ترتیب ساقط ہو جائے گی۔ اور دوبارہ ادا کرنا لازم نہ ہوگا۔ (محیط سرخسی) پس اگر ظہر کی نماز پڑھی۔ پھر عصر کی پھر ظہر کی تو افضل ہے۔ اور اگر پہلے عصر کی نماز پڑھی پھر ظہر کی پھر عصر کی تب بھی جائز ہے۔ عصر کی نماز پڑھنے والے کو اگر یاد آیا کہ ایک سجدہ اس سے رہ گیا۔ اور یہ یاد نہ رہا کہ وہ ظہر کی نماز میں چھوٹا ہے یا عصر کی نماز میں جس کو وہ ادا کر رہا ہے تو ظن غالب پر عمل کرے۔ اور اگر کسی جانب ظن غالب نہ ہو تو عصر کی نماز پوری کرنے کے بعد احتمال ہے کہ شاید وہ سجدہ عصر ہی کی نماز میں چھوٹا ہو۔ ایک سجدہ ادا کرے پھر ظہر کی نماز کا اعادہ کرے پھر عصر کی نماز دوبارہ پڑھے۔ اور اگر عصر کی نماز دوبارہ نہ پڑھی تو اس پر کچھ واجب نہ ہوگا۔ (محیط)۔

متفرق مسائل

یتیمہ میں لکھا ہے کہ میرے والد سے کسی نے دریافت کیا کہ کسی شخص نے عصر کی نماز شروع کی اور نماز کے درمیان سورج غروب ہو گیا پھر عصر کی نماز میں ایک شخص نے اقتدا کر لی تو یہ اقتدا درست ہو گی یا نہیں۔

---

[1] حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نماز کی وصفیت بھی فاسد نہیں ہوتی بلکہ موقوف رہتی ہے۔ مترجم

انہوں نے جواب دیا۔ اگر امام مقیم (حالت اقامت) نہیں ہے اور مقتدی مسافر نہیں ہے تو جائز ہوگی (تاتارخانیہ) ایک شخص شافعی المذہب تھا۔ پھر حنفی مذہب اختیار کرلیا۔ اور اس کی کچھ نمازیں شافعی مذہب ہونے کے زمانہ میں قضا ہوگئیں تھی۔ پھر حنفی مذہب اختیار کرنے کے بعد اس نے اُن نمازوں کے قضا کرنے کا ارادہ کیا تو ان نمازوں کو حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے موافق ادا کرے (خلاصہ) ایک شخص تیمم صرف پہنچوں تک جائز سمجھتا ہے اور وتر کی ایک رکعت کا قائل ہے۔ پھر اس کے بعد تیمم کہنیوں تک اور وتر کی تین رکعتیں جائز سمجھنے لگا تو جو نمازیں اس حالت میں ادا کرچکا ہے ان کا اعادہ نہ کرے اور اگر کسی سے پوچھے بغیر اس نے صرف اپنی جہالت سے ایک رکعت وتر کی نماز پڑھی۔ پھر کسی سے دریافت کیا اور اس نے وتر کی تین رکعات بتلائیں تو وتر کی جس قدر نمازیں اس نے اس طرح ادا کی ہیں وہ دوبارہ پڑھے (ذخیرہ) اور صیرفیہ میں ہے کہ ایک عورت سے ایک نماز فوت ہوگئی پھر اسے حیض آگیا اس کے بعد پاک ہوگئی اور قضا نماز کے یاد رہتے ہوئے اس نے قضا نماز ادا نہ کی اور وقت کی نماز پڑھ لی تو جائز ہوگی۔ (تاتارخانیہ) ایک حربی کا دارالحرب میں مسلمان ہوا اور اس کو نماز روزے اور شریعت کے احکام معلوم نہ تھے پھر دارالاسلام میں داخل ہوا یا اس کا انتقال ہوگیا تو استحسان اور قیاس کے مطابق اس پر نماز، روزہ کی کچھ قضا لازم نہ ہوگی[1] اور مرنے کے بعد اس پر عذاب بھی نہیں ہوگا۔ اگر ایک شخص دارالاسلام میں مسلمان ہوا۔ اور شریعت کے احکام سے واقف نہ تھا تو اس پر استحساناً قضا لازم ہوگی۔ (فتاوی قاضی خاں)۔

اگر حربی کو دارالحرب میں ایک شخص نے احکام بتلائے تو قضا لازم ہوگی۔ اور حسن نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے کہ اگر ایک شخص کو دو مردوں نے یا ایک مرد اور دو عورتوں نے اطلاع نہیں دی ہے تو قضا لازم نہ ہوگی (محیط سرخسی) عتابیہ میں ابونصرؒ سے روایت ہے۔ اگر ایک شخص سے کوئی نماز فوت نہیں ہوئی۔ اور وہ احتیاطاً اپنی عمر کی نمازیں نقصان یا کراہت کی بنا پر قضا کرتا ہے تو بہتر ہے۔ اور اگر اس بنا پر نہیں کرتا تو قضا نہ کرے اور صحیح یہ ہے کہ جائز ہے۔ لیکن فجر اور عصر کی نماز کے بعد نہ پڑھے۔ سلف میں سے بہت سے لوگوں نے شبہ فساد کی بنا پر ایسا کیا ہے (مضمرات) وہ شخص تمام رکعات میں الحمد کے ساتھ سورۃ پڑھے (ظہیریہ)۔

فتاوی میں ہے کہ ایک شخص جب نمازوں کو قضا کرے تو وتر بھی قضا کرے۔ اگر ایک شخص کو یقین نہیں ہے کہ اس نے وتر پڑھے ہیں یا نہیں پڑھے تو تین رکعات پڑھے۔ دعا قنوت پڑھے پھر قدر تشہد بیٹھ جائے پھر ایک رکعت اور ملائے۔ پس اگر وتر کی نماز باقی تھی تو ادا ہوگئی۔ اور اگر باقی نہ تھی تو نفل کی چار رکعتیں ہو جائیں گی۔ نفل کی نماز میں قنوت پڑھنے سے کوئی نقصان نہیں ہے اور حجہ میں ہے کہ فوت شدہ نمازوں کو پڑھنا نوافل کے پڑھنے سے افضل ہے۔ لیکن مشہور سنتیں، چاشت کی نماز، صلوٰۃ تسبیح اور وہ نمازیں جن کے بارے میں احادیث کے اندر خاص خاص صورتیں اور اوراد مروی ہیں ان کو نفل کی نیت سے ادا کرے اور اس کے علاوہ تمام نمازیں قضا کی نیت سے پڑھے (مضمرات) فوت شدہ نمازیں مسجد میں ادا نہ کرے۔ بلکہ اپنے گھر پڑھے (وجیز کردری) ملتقط میں ہے اگر باپ نے اپنے لڑکے کو حکم دیا کہ میری جانب سے کچھ دنوں کی نمازیں اور روزے قضا کرد تو ہمارے نزدیک جائز نہیں ہے (تاتارخانیہ) ایک شخص کا انتقال ہوا۔ اور اس سے کافی نمازیں فوت ہوگئیں تھیں اس نے اپنی نمازوں کا کفارہ دینے کی وصیت کی تو اس کے تہائی مال سے ہر نماز کے بدلہ نصف صاع گیہوں اور ہر وتر کیلئے بھی نصف صاع گیہوں ادا کیا جائے۔ ہر روزہ کے بدلے بھی نصف صاع

---

[1] اس لئے کہ شریعت کے احکام اور اس کا خطاب اس وقت متوجہ ہوگا۔ جبکہ علم یا دلیل علم کا تحقق پایا جائے۔ دلیل علم سے مراد اس شخص کا دارالاسلام میں ہونا ہے۔ اس لئے کہ دارالاسلام میں شریعت کے احکام و مسائل ہر شخص جانتا ہے اور یہاں رہنے سے عذر جہالت معتبر نہ ہوگا اور انتقال کی صورت میں دونوں میں سے ایک چیز بھی نہیں پائی گئی۔ علم پایا گیا اور نہ دلیل علم ہی کا تحقق ہوا اسلئے نماز روزہ کی کچھ قضا اس پر لازم نہیں ہوگی۔

گیہوں ادا کیا جائے۔ اگر مرنے والے نے کچھ مال نہیں چھوڑا تو اس کے وارث نصف صاع گیہوں قرض لیں اور کسی مسکین کو دے دیں پھر وہ مسکین اس کے کسی وارث کو صدقہ کر دے پھر وہی نصف صاع اس مسکین کو دیدیں۔ اور اسی طرح کفارہ پورا کریں (خلاصہ) فتاویٰ حجۃ میں ہے۔ اگر اس نے اپنے وارثوں کو وصیت نہیں کی اور کسی وارث نے اپنی طرف سے احسان کرنا چاہا تو جائز ہے۔ اور ہر نماز کے بدلے نصف صاع گیہوں ادا کرے۔ نصف صاع کے تقریباً دو سیر گیہوں ہوتے ہیں۔ اگر سب گیہوں ایک ہی فقیر کو دیدیئے تو جائز ہے۔ اس کے برخلاف۔ قسم، ظہار اور روزہ کے کفارہ میں یہ جائز نہیں ہے۔

اگر پانچ نمازوں کے عوض نو سیر گیہوں ایک فقیر کو دیئے اور ایک سیر ایک فقیر کو دیئے تو فقیہہ کا یہ مختار ہے کہ یہ گیہوں چار نمازوں کے بدلے ادا ہوں گے۔ اور پانچویں نماز کے بدلے ادا نہ ہوں گے (ولواجبہ) تیمیہ میں ہے کہ حسن ابن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی شخص نے دریافت کیا۔ کیا ایک شخص مرض الموت میں اپنی نماز کی طرف سے صدقہ دے سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا جائز نہیں ہے۔ حمیر دبری اور امام ابو یوسف ابن محمد سے دریافت کیا گیا۔ کیا بوڑھے کھوسٹ پر اپنی زندگی میں نمازوں کا صدقہ دینا واجب ہے جس طرح اس پر روزوں کا صدقہ دینا واجب ہے۔ انہوں نے کہا ایسا نہیں ہے (تاتارخانیہ)۔ فتاویٰ اہل سمرقند میں ہے۔ ایک شخص نے پانچ نمازیں پڑھیں پھر اسے یاد آیا کہ ان نمازوں میں سے کسی ایک نماز میں پہلی دو رکعتوں کے اندر قرأت نہیں کی ہے اور اسے یہ معلوم نہ ہوا کہ وہ کون سی نماز تھی تو فجر اور مغرب کی نمازیں احتیاطاً قضا کرے۔ اور اگر یہ یاد آیا کہ صرف ایک رکعت میں قرأت نہیں کی ہے اور وہ نماز اسے معلوم نہیں ہے تو فجر اور وتر دوبارہ پڑھے۔ اور اگر یہ یاد ہو کہ دو رکعتوں میں قرأت نہیں کی ہے تو فجر، مغرب اور وتر کا اعادہ کرے۔ اور اگر یہ یاد ہو کہ چار رکعات میں قرأت چھوٹ گئی ہے تو ظہر عصر اور عشا کی نمازوں کا اعادہ کرے۔ فجر مغرب اور وتر کا اعادہ نہ کرے (محیط) جو شخص جان بوجھ کر نمازیں چھوڑتا ہے اس کو قتل نہ کیا جائے۔ (کافی)۔

بارھواں باب

سجدۂ سہو[1] کے مسائل

سجدہ سہو واجب ہے (تبیین)، یہی صحیح ہے (ہدایہ) اور یہ اس وقت واجب ہے کہ وقت میں گنجائش ہو۔ پس اگر ایک شخص پر فجر کی نماز میں سجدۂ سہو واجب تھا اور اس نے ابھی سجدہ نہیں کیا اور پہلے سلام کے بعد سورج طلوع ہو گیا تو سجدۂ سہو ساقط ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر ایک شخص عصر کی نماز کے بعد قضا پڑھ رہا تھا۔ اس میں سہو ہوا۔ اور سجدہ کرنے سے پہلے آفتاب سرخ ہو گیا تو سجدۂ سہو ساقط ہو جائے گا۔

---

[1] انسان بھول چوک کا پتلا ہے اور اس بات کا قوی امکان ہے کہ نماز میں کوئی واجب چھوٹ جائے یا تقدیم و تاخیر ہو جائے۔ ایسی صورت میں شریعت نے اس قسم کے نقصان کی تلافی کیلئے بھول چوک کے "دو سجدے" مقرر کئے ہیں فقہا کی اصطلاح میں اس کا نام سجدۂ سہو ہے۔ سجدۂ سہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور اس سلسلہ میں آپ سے متعدد روایات وارد ہوئی ہیں ان میں سے ایک حضرت ثوبان کی حدیث ہے جس میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہر سہو کے بدلے سلام کے بعد دو سجدے واجب ہیں سجدۂ سہو سلام سے پہلے ادا کئے جائیں یا بعد میں اس میں اختلاف ہے۔

قاعدہ کلیہ تمام وہ چیزیں جن پر نماز کی بنا درست نہیں ہے اگر سلام کے بعد واقع ہوں، تو سجدۂ سہو ساقط ہو جاتا ہے (بحر الرائق) قنیہ میں ہے اگر فرض نماز میں سہو ہوا اور اس پر نفل نماز کی بنا کرلی تو سجدہ سہو نہ کرے۔ (نہر الفائق) سجدہ سہو کا محل سلام کے بعد ہے۔ خواہ سجدہ سہو نماز میں زیادتی کی وجہ سے واجب ہو۔ یا کمی کی وجہ سے۔ اگر سلام سے پہلے سجدہ کرلیا تو ہمارے نزدیک جائز ہے۔ اصول کی روایت یہی ہے۔ دو سلام پھیرے یہی صحیح ہے[1] (ہدایہ) صواب یہ ہے کہ ایک سلام پھیرے۔ جمہور کا قول یہی ہے اور اصل میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے (کافی) اور داہنی طرف سلام پھیرے (زاہدی)۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ پہلا سلام پھیرنے کے بعد اللہ اکبر کہہ کر سجدہ میں چلا جائے اور سجدہ میں تسبیح پڑھے۔ پھر دوسرا سجدہ اسی طرح کرے پھر دوبارہ التحیات پڑھے اور سلام پھیردے (محیط) سجدہ سہو کے بعد والے قعدہ میں درود شریف اور دعا پڑھے یہی صحیح ہے اور بعض نے کہا کہ پہلے قعدہ میں پڑھ لے (تبیین) اس میں زیادہ احتیاط ہے کہ دونوں قعدوں میں پڑھے (فتاوی قاضی خاں) سہو کا حکم فرض اور نفل میں برابر ہے (محیط) فتاویٰ میں ہے کہ سہو کے دونوں سجدوں کے بعد قعدہ کرنا نماز کا رکن نہیں ہے۔ اور سجدہ سہو کے بعد قعدہ اس لئے کیا جاتا ہے تاکہ نماز کا اختتام قعدہ پر ہو جائے۔ چنانچہ اگر کسی نے یہ قعدہ چھوڑ دیا اور کھڑے ہو کر چلتا بنا تو اس کی نماز فاسد نہ ہو گی۔ (حلوائی۔ سراج الوہاج)۔

سجدہ سہو کے اصول ولواجبہ میں ہے اصل یہ ہے کہ نماز میں جو افعال چھوٹ جاتے ہیں ان کی تین قسمیں ہیں (۱) فرض (۲) سنت (۳) واجب۔ پس اگر کوئی فرض چھوٹ گیا ہے اور قضا میں اس کا عوض ممکن ہے تو قضا کرے۔ اور اگر ممکن نہیں ہے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور اگر نماز میں کوئی سنت چھوٹ گئی ہے تو نماز فاسد نہ ہو گی اس لئے کہ نماز تو اپنے ارکان سے قائم ہوتی ہے اور وہ ادا ہو گئے۔ اور اگر کوئی واجب چھوٹ گیا ہے۔ اور وہ بھولے سے فوت ہوا ہے تو سجدۂ سہو سے اس کی تلافی کردی جائے گی۔ اور اگر جان کر چھوڑا ہے تو سجدہ سہو کافی نہ ہوگا (تاتارخانیہ) پس ایک بڑی جماعت کا ظاہر کلام یہی ہے کہ اگر واجب جان کر چھوڑے تو سجدۂ سہو واجب نہ ہو گا۔ بلکہ اس نقصان کو پورا کرنے کیلئے نماز کا اعادہ واجب ہے (بحر الرائق) سجدۂ سہو واجب کے فوت ہو جانے سے یا واجب اور فرض کے موخر ہو جانے سے یا فرض کے مقدم ہو جانے سے یا فرض کے مکرر ہو جانے سے یا واجب کے بدل جانے سے مثلاً سری نمازوں میں جہر کرنے سے واجب ہوتا ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ سجدہ سہو ان تمام صورتوں میں ترک واجب ہی کی بنا پر واجب ہے (کافی) اعوذ، بسم اللہ، سبحانک اللھم اور جھکنے اور اٹھنے کی تکبیرات کے فوت ہو جانے سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا۔ لیکن عید کی نماز کی دوسری رکعت میں رکوع کی تکبیر فوت ہو جانے سے سجدۂ سہو واجب ہو جاتا ہے۔ عیدین کی نماز میں یا اور نمازوں میں

---

[1] اور صحیح یہ ہے . . . . . . کہ سلام کے بعد دو سجدے ادا کرے۔ یہی ہمارا مذہب ہے۔ حضرت امام شافعیؒ اور احمدؒ کے نزدیک سلام سے پہلے سجدہ سہو ادا کرے۔ امام مالکؒ نے بین بین کا طریقہ اختیار فرمایا۔ فرماتے ہیں کہ اگر نقصان کی صورت ہے یعنی کوئی واجب چھوٹ گیا ہے تو سلام سے پہلے دو سجدے ادا کرے اور اگر زیادتی کی صورت ہے یعنی کسی واجب کی زیادتی ہو گئی ہے تو سلام کے بعد دو سجدے ادا کرے۔

اس کے بعد ایک دوسرا اختلاف ہے کہ سجدۂ سہو سے پہلے ایک سلام پھیرے یا دو سلام۔ فخر الاسلام اور امام محمد کا ایک قول یہ ہے کہ ایک سلام پھیرے۔ یہی قول زیادہ صحیح ہے۔ اصح ہے۔ یہی مختار ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور بعض حضرات کے نزدیک اور حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے ایک قول کے مطابق سجدۂ سہو سے پہلے دو سلام پھیرے یہ قول مرجوح ہے۔ "نعمان الحق مترجم"

رفع یدین کے چھوڑنے سے سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا۔ اگر بھولے سے بائیں طرف کو پہلے سلام پھیر دیا تو سجدۂ سہو واجب نہ ہوگا۔ اگر بھول کر قومہ چھوڑ دیا۔ اور رکوع سے سجدہ میں چلا گیا تو فتاویٰ قاضی خاں میں ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمدؒ کے نزدیک سجدۂ سہو واجب ہوگا۔ (فتح القدیر)۔

واجبات نماز کی قسمیں

واجبات نماز کی چند قسمیں ہیں:۔

(۱) الحمد اور سورۃ کی قراءت کرنا

اگر پہلی دو رکعتوں میں یا ایک رکعت میں الحمد چھوڑ دی تو سجدۂ سہو واجب ہوگا۔ اور اگر الحمد شریف کی اکثر آیتیں پڑھیں۔ اور کچھ آیتیں یاد نہ رہیں تو سجدہ سہو واجب ہوگا[1] اور اگر الحمد شریف کی کچھ آیتیں پڑھیں۔ اور زیادہ باقی رہیں تو سجدہ سہو واجب ہوگا۔ خواہ امام ہو یا منفرد ہو (فتاویٰ قاضی خاں) اور اگر اخیر کی دونوں رکعتوں میں الحمد چھوڑ دی اور وہ فرض نماز پڑھ رہا ہے تو سجدۂ سہو واجب نہ ہوگا۔ اور اگر نفل یا وتر پڑھ رہا ہے۔ تو سجدہ سہو واجب ہوگا (بحرالرائق) اگر پہلی دونوں رکعتوں میں الحمد مکرر پڑھی تو سجدہ سہو واجب ہوگا۔ اس کے برخلاف اگر سورۃ کے بعد دوبارہ الحمد شریف پڑھی یا آخیر کی دونوں رکعتوں میں الحمد دوبارہ پڑھی تو سجدۂ سہو واجب نہ ہوگا (تبیین)۔

اگر پہلی مرتبہ پوری الحمد شریف پڑھی تھی لیکن ایک حرف باقی رہ گیا۔ یا الحمد شریف اکثر پڑھ لی تھی اور کچھ باقی تھی پھر اسی رکعت میں بھولے سے دوبارہ الحمد شریف پڑھی تو وہ دو مرتبہ پڑھنے کے قائم مقام ہے (ظہیریہ) اگر صرف الحمد شریف پڑھی اور سورۃ چھوڑ دی تو اس پر سجدہ سہو واجب ہوگا۔ اسی طرح اگر الحمد کے ساتھ ایک چھوٹی آیت پڑھی تو سجدہ سہو واجب ہوگا۔ (تبیین) اگر الحمد کے ساتھ دو آیتیں پڑھیں پھر بھول کر رکوع میں چلا گیا۔ اور رکوع میں یاد آیا تو پھر قیام کی طرف لوٹے اور تین آیتیں پوری کرے اور سجدہ سہو کرے (ظہیریہ) اگر پہلے سورۃ پڑھی اور بعد میں الحمد شریف پڑھی تو سجدہ سہو واجب ہوگا (تبیین) اگر آخر کی دونوں رکعتوں میں الحمد اور سورۃ پڑھی تو سجدہ سہو واجب نہ ہوگا۔ یہی اصح ہے۔ اگر رکوع سجدہ یا تشہد میں قراءت کی تو سجدہ سہو واجب ہوگا یہ حکم اس صورت میں ہے جب پہلے قراءت کرے پھر التحیات پڑھے اور اگر پہلے التحیات پڑھی اور پھر قراءت کی تو سجدۂ سہو واجب نہ ہوگا[2] (محیط سرخسی)۔ اور اگر دوسری دو رکعتوں میں الحمد شریف نہ پڑھی تو ظاہر روایت کے مطابق سجدۂ سہو واجب نہ ہوگا (سراج الوہاج) اور اگر دوسرے شفعہ میں نہ کچھ قرآن پڑھا اور نہ تسبیح ہی پڑھی تو حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ اس نے اگر جان بوجھ کر ایسا کیا تو برا کیا۔ اور اگر بھولے سے کیا تو اس پر سجدہ سہو واجب ہوگا۔ اور حضرت امام ابو یوسفؒ اور حضرت امام ابو حنیفہؒ سے ایک روایت یہ ہے کہ اگر اس نے جان بوجھ کر ایسا کیا تب بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ اور اگر بھولے سے کیا تب بھی سجدہ سہو واجب نہ ہوگا۔ اسی پر اعتماد ہے (فتاویٰ قاضی خان) اگر پہلی رکعت میں یا دوسری رکعت میں الحمد بھول گیا۔ اور تھوڑی سی سورۃ پڑھنے کے بعد اسے خیال آیا تو سورۃ چھوڑ کر الحمد شریف پڑھے۔ پھر سورۃ پڑھے۔ فقیہ ابو اللیث نے کہا ہے اگر سورۃ کا ایک حرف بھی پڑھ چکا تھا تو اس پر سجدہ سہو واجب ہوگا۔ اور اسی طرح اگر پوری سورۃ پڑھنے کے بعد یا رکوع میں یا رکوع سے سر اٹھانے کے بعد خیال آیا تو الحمد پڑھے۔ پھر سورۃ کا اعادہ کرے اس کے بعد سجدۂ سہو کرے اور خلاصہ میں ہے اگر سورۃ پڑھے بغیر رکوع کر لیا تو رکوع سے

---

[1] صحیح یہ ہے کہ اگر ایک آیت بھی چھوٹ گئی تو سجدہ سہو واجب ہوگا "مترجم"۔ [2] یہ آخری قعدہ کا حکم ہے اور اگر پہلے قعدہ میں یہ صورت پیش آئی ہے تو قیام میں تاخیر کی وجہ سے سجدہ سہو واجب ہوگا۔ "مترجم"

سر اٹھا کر سورۃ پڑھے۔ اور دوبارہ رکوع کرے۔ اور سجدہ سہو اس پر واجب ہوگا۔ یہی اصح ہے (تاتارخانیہ) اگر پہلی رکعت میں ایک سورۃ پڑھی اور دوسری رکعت میں اس سے پہلی والی سورۃ پڑھی تو سجدہ سہو واجب نہ ہوگا (محیط)۔ ولوالجیہ میں ہے اگر نماز میں سجدہ کی آیت پڑھی اور سجدہ کرنا یاد نہ رہا پھر اسے خیال آیا اور سجدۂ تلاوت ادا کر لیا تو سجدہ سہو واجب ہوگا۔ اس لئے کہ سجدۂ تلاوت کو آیت سجدہ سے ملانا واجب ہے اور ترک واجب پایا گیا۔ بعض نے کہا ہے کہ اس پر سجدہ سہو واجب نہیں ہے اور پہلا قول اصح ہے (تاتارخانیہ) اگر نماز میں ایک سورۃ پڑھنے کا ارادہ کیا اور بھول کر دوسری سورۃ پڑھ لی تو اس پر سجدۂ سہو واجب نہیں ہے (فتاوی قاضی خاں)۔

۲۔ شفعۂ اولیٰ میں قراءت کا معیّن کرنا

پہلی دونوں رکعتوں میں قراءت کا معین کرنا واجب ہے۔ (بحر الرائق)۔

۳۔ ترتیب کی رعایت

نماز میں جو افعال مکرر ہیں۔ ان میں ترتیب واجب ہے اگر کسی ایک رکعت میں سجدہ چھوڑ دیا اور نماز کے آخر میں یاد آیا تو وہ سجدہ ادا کرے اور پھر سجدہ سہو کرے اس لئے کہ اس سجدہ میں ترتیب چھوٹ گئی ہے اور اس سے پہلے جتنے ارکان ادا کر چکا ہے۔ ان کا اعادہ واجب نہیں ہے اگر ایک شخص نے قراءت سے پہلے رکوع کر لیا تو سجدہ سہو لازم نہ ہوگا۔ اور اس رکوع کا اعتبار نہیں ہے۔ قراءت کے بعد دوبارہ رکوع کرنا فرض ہے (بحر الرائق)۔

۴۔ تعدیل ارکان

رکوع اور سجدہ اطمینان سے کرنا واجب ہے اور اس کے فوت ہو جانے سے سجدہ سہو واجب ہونے میں اختلاف ہے اس لئے کہ تعدیل کے واجب یا سنت ہونے میں اختلاف ہے اور صواب یہ ہے کہ تعدیل ارکان واجب ہے اگر بھولے سے تعدیل ارکان نہ کی تو سجدہ سہو واجب ہوگا بدائع میں اسی کو صحیح قرار دیا ہے۔ (بحر الرائق)۔

۵۔ پہلا قعدہ

واجب ہے اگر یہ فوت ہو گیا تو سجدہ سہو واجب ہوگا۔ (تبیین)۔

۶۔ التحیات پڑھنا

واجب ہے اگر پہلے قعدہ یا دوسرے قعدہ میں التحیات نہ پڑھی تو سجدہ سہو واجب ہوگا۔ اور اسی طرح اگر کچھ التحیات پڑھی اور کچھ نہ پڑھی تب بھی سجدہ سہو واجب ہوگا (تبیین) خواہ فرض نماز ہو یا نفل (بحر الرائق)۔ ایک شخص نے حالت قیام میں التحیات پڑھی۔ اگر اس نے پہلی رکعت میں پڑھی ہے تو سجدہ سہو واجب ہوگا اور اگر اس نے دوسری رکعت میں پڑھی ہے مشائخ کا اس میں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ سجدہ سہو واجب نہ ہوگا۔ (ظہیریہ) اگر الحمد پڑھنے سے پہلے حالت قیام میں التحیات پڑھی تو سجدہ سہو واجب نہ ہوگا۔ اور اگر اس کے بعد پڑھی تو سجدہ سہو واجب ہوگا۔ یہی صحیح ہے اس لئے کہ الحمد شریف کے بعد سورۃ کا محل ہے اور جب اس وقت التحیات پڑھی تو واجب میں تاخیر ہوئی اور الحمد سے قبل سبحانک اللہم کا محل ہے (تبیین) اگر آخیر کی دونوں رکعتوں میں حالت قیام میں التحیات پڑھی تو سجدۂ سہو واجب نہ ہوگا (محیط سرخسی) اگر التحیات کی جگہ الحمد پڑھی تو سجدہ سہو واجب ہوگا (محیط)۔ اگر پہلے قعدہ میں دوبارا التحیات پڑھی تو سجدہ سہو واجب ہوگا۔

اسی طرح اگر پہلے قعدہ میں التحیات پر زیادتی کرکے درود بھی پڑھا تو سجدہ سہو واجب ہوگا (تبیین) اسی پر فتوی ہے۔ (مضمرات) زیادتی کی مقدار میں اختلاف ہے بعض نے کہا اگر اللہم صل علی محمد پڑھ دیا تو اس پر سجدہ سہو واجب ہو جائیگا۔ اور بعض نے کہا ہے جبتک وعلی آل محمد نہ کہیگا سجدہ سہو واجب نہ ہوگا۔ پہلا قول اصح ہے۔ اگر دوسرے قعدہ میں دوبارا التحیات پڑھی تو سجدہ سہو واجب نہ ہوگا۔ (تبیین) ایک شخص التحیات پڑھنا بھول گیا اور سلام پھیر دیا۔ اس کے بعد خیال آیا تو لوٹے اور التحیات پڑھے۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ اور حضرت امام ابو یوسفؒ کے قول کے مطابق اس پر سجدہ سہو واجب ہوگا (محیط) اگر کھڑے ہونے کی جگہ بیٹھ گیا یا بیٹھنے

کی جگہ کھڑا ہو گیا تو امام ہو یا منفرد سجدہ سہو لازم ہو گا۔ قیام سے مراد ہے کھڑے ہونا یا اس کے قریب ہو جانا۔ اس لئے کہ وہ قعدہ کی طرف نہیں لوٹ سکتا۔ (فتاوی قاضی خاں)۔ اگر قعدہ کی طرف لوٹ آیا تو صحیح قول کے مطابق نماز فاسد ہو جائے گی (تبیین) اگر قیام سے قریب نہیں ہوا ہے تو بیٹھ جائے اور اس پر سجدۂ سہو واجب نہیں ہے (فتاوی قاضی خاں)۔ یہی اصح ہے (ہدایہ، تبیین) اس کا اعتبار انسان کے نیچے کے آدھے بدن سے ہوتا ہے۔ اگر نیچے کا آدھا بدن سیدھا ہو گیا تو قیام سے قریب ہے اور اگر آدھا بدن سیدھا نہیں ہوا تو قیام سے قریب نہیں ہے (کافی) ایک روایت میں ہے اگر ایک شخص قعدہ کو بھول کر کھڑے ہونے کے ارادہ سے اپنے گھٹنوں پر کھڑا ہو گیا اور پھر یاد آیا تو بیٹھ جائے اور سجدۂ سہو واجب ہو گا۔ قعدہ اولی اور قعدہ ثانیہ دونوں اس حکم میں برابر ہیں اسی پر اعتماد ہے۔ اگر اپنے دونوں سرین اٹھائے اور دونوں گھٹنے زمین پر ہیں اور اس وقت یاد آیا تو اس پر سجدہ کچھ نہیں ہے۔ حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے اسی طرح منقول ہے (فتاوی قاضی خاں)۔

اسی طرح اگر رکوع کی جگہ سجدہ کر لیا یا سجدہ کی جگہ رکوع کر لیا یا کسی رکن کو دو بار کر دیا۔ یا کسی رکن کو اس کے محل سے پہلے ادا کیا یا بعد میں ادا کیا تو ان صورتوں میں سجدہ سہو واجب ہو گا۔ قدوری میں ہے اگر نماز میں کوئی ایسا فعل چھوٹ گیا ہے کہ جس میں کوئی ذکر مقرر ہے تو اس پر سجدہ سہو واجب ہو گا۔ اس لئے کہ جس فعل میں کوئی ذکر متعین ہے تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ وہ فعل فی نفسہٖ مقصود و مطلوب ہے۔ پس اس کے چھوٹ جانے سے نماز میں نقصان آ جائے گا اور اس کا تدارک سجدۂ سہو سے واجب ہے، اور اگر ایسا فعل ہے کہ جس میں کوئی ذکر متعین نہیں ہے تو اس کیلئے سجدۂ سہو نہیں ہے۔ مثلاً داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنا اور قومہ جو رکوع اور سجدہ کے درمیان ہوتا ہے (یعنی ان کے چھوٹ جانے سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا)۔

ایک شخص نماز میں التحیات کی مقدار بیٹھا۔ پھر اسے شک ہوا کہ اس نے تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار اور اس تامل کی وجہ سے نماز میں تاخیر ہوئی پھر یقین ہو گیا کہ اس نے چار رکعات پڑھی ہیں تو اس کی نماز پوری ہو گئی اور سجدہ سہو واجب ہے۔ اور اگر ایک سلام پھیرنے کے بعد یہ شک ہوا تو سجدہ سہو واجب نہیں ہے۔ اور اگر نماز میں وضو ٹوٹ گیا اور وضو کرنے کیلئے گیا اور اسوقت یہ شک ہوا۔ اور اس کی وجہ سے وضو میں کچھ تاخیر ہو گئی تو سجدۂ سہو لازم ہو گا۔ (محیط)۔

۷۔ دعائے قنوت

دعائے قنوت واجب ہے اگر چھوٹ گئی تو سجدہ سہو واجب ہو گا۔ دعائے قنوت کا چھوڑنا اسی وقت ثابت ہوتا ہے جب رکوع سے سر اٹھائے اور اگر وہ تکبیر چھوٹ گئی جو قرات کے بعد اور قنوت سے پہلے ہے تو سجدہ سہو کرے اس لئے کہ یہ عید کی تکبیروں کے قائم مقام ہے۔ (تبیین)۔

۸۔ عید کی تکبیریں

عید کی تکبیریں واجب ہیں۔ بدائع میں ہے اگر تکبیریں فوت ہو گئیں یا کم ادا کیں یا زیادہ ادا کیں یا ان تکبیرات کو دوسری جگہ ادا کیا تو سجدہ سہو واجب ہو گا (بحر الرائق) کمی اور زیادتی کی صورت میں قلت اور کثرت دونوں برابر ہیں۔ حسن نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے کہ اگر امام عید کی نماز میں ایک تکبیر بھی بھولا تو سجدہ سہو واجب ہے (ذخیرہ) کشف الاسرار میں ہے اگر امام تکبیریں بھول گیا اور اس نے رکوع کر لیا تو پھر قیام کی طرف لوٹے اس کے برخلاف مسبوق اگر امام کو رکوع میں پائے تو وہ تکبیریں رکوع میں کہے (بحر الرائق)۔ اگر عید کی نماز میں دوسرے رکوع کی تکبیر یاد نہ رہی تو سجدہ سہو واجب ہو گا۔ اس لئے کہ یہ بھی عید کی تکبیروں کے ساتھ ملکر واجب ہے۔ اس کے برخلاف پہلے رکوع کی تکبیر واجب نہیں ہے۔ اس لئے کہ یہ عید کی تکبیروں کے ساتھ ملحق نہیں ہے۔ (تبیین) جمعہ، عیدین اور فرض و نفل میں سہو کا ایک حکم ہے۔

احناف کے نزدیک جمعہ اور عیدین میں سجدہ سہو نہیں ہے

لیکن ہمارے مشائخ کے نزدیک جمعہ اور عیدین میں سجدہ سہو نہ کرے تاکہ لوگ فتنہ میں واقع نہ ہوں (یہ مضمرات میں محیط سے منقول ہے)۔

زور سے اور آہستہ سے پڑھنا

واجب ہے اگر آہستہ پڑھنے کی جگہ جہر کیا یا جہر کی جگہ آہستہ پڑھا تو سجدہ سہو واجب ہو گا۔ اس میں اختلاف ہے کہ جہر و اخفا کی وہ کیا مقدار ہے جس سے سجدہ سہو واجب ہو جاتا ہے بعض نے کہا ہے ان دونوں صورتوں میں اتنی مقدار کا اعتبار ہے جس سے نماز ہو جاتی ہے یہی اصح ہے۔ الحمد اور غیر الحمد میں کوئی فرق نہیں ہے منفرد پر جہر یا اخفا سے سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا اس لئے کہ یہ دونوں جماعت کے خصائص سے ہیں (تبیین) اگر اعوذ باللہ اور بسم اللہ یا آمین میں جہر کرے تو سجدہ سہو واجب نہ ہو گا (فتاوی قاضی خاں)۔

فصل

امام کے سہو سے امام اور مقتدی سب پر سجدہ سہو واجب ہے (محیط) مقتدی کیلئے یہ شرط نہیں ہے کہ امام کے سہو کے وقت نماز میں شریک رہے۔ پس اگر کوئی شخص امام کے سہو کے بعد نماز میں شریک ہوا تو امام کی متابعت کی بنا پر اس پر بھی سجدہ سہو واجب ہو گا۔ ایک شخص نماز میں اسوقت شریک ہوا کہ امام سہو کا ایک سجدہ کر چکا ہے تو دوسرے سجدہ میں اس کی متابعت کرے اور پہلے سجدہ کی قضا نہ کرے۔ اگر ایک شخص ایسے وقت میں شریک ہوا کہ امام سہو کے دونوں سجدے کر چکا ہے تو ان دونوں کو قضا نہ کرے (تبیین) مقتدی کے سہو سے سجدہ واجب نہیں ہوتا۔ اگر امام نے سجدہ سہو نہیں کیا۔ تو مقتدی پر واجب نہیں ہے (محیط) مسبوق سجدہ سہو میں امام کی متابعت کرے اس کے بعد اپنی بقیہ نماز قضا کرنے کیلئے کھڑا ہو جائے اور پھر اپنی نماز کے آخر میں دوبارہ سجدہ سہو نہ کرے۔

لاحق نے امام کے ساتھ اگر سجدہ سہو کیا ہے تو اس کا اعتبار نہیں ہے۔ اور اپنی نماز کے آخر میں دوبارہ سجدہ سہو کرے مسبوق کیلئے مناسب ہے کہ امام کے سلام کے بعد کچھ دیر ٹھہرا رہے اس لئے کہ بہت ممکن ہے کہ امام سجدہ سہو کرے (محیط سرخسی) اگر مقتدی نے امام کے ساتھ سجدہ سہو نہیں کیا ہے۔ اور اپنی نماز پڑھنے کھڑا ہو گیا تو سجدہ سہو اس سے ساقط نہ ہو گا۔ اور اپنی نماز کے آخر میں سجدہ کرے۔ اگر امام نے سلام پھیرا اور مسبوق کھڑا ہو گیا۔ پھر امام کو یاد آیا کہ اس پر سجدہ سہو واجب ہے۔ اور امام نے سجدہ سہو کیا تو مسبوق نے ابھی تک اگر اپنی رکعت کا سجدہ نہیں کیا ہے تو اس پر واجب ہے کہ اپنی نماز چھوڑ کر امام کی متابعت کرے اور جب امام سلام پھیر دے تو کھڑے ہو کر اپنی نماز پوری کرے اور قیام، قراءت، رکوع جو پہلے ادا کر چکا ہے اس کا کچھ اعتبار نہ ہو گا۔ اگر مسبوق نے امام کی متابعت نہ کی اور اسی طرح اپنی نماز پڑھتا رہا۔ تو اس کی نماز ہو جائے گی اور استحساناً نماز کے آخر میں سجدہ سہو کرے۔ اور اگر امام نے اس وقت سجدہ کیا جب مسبوق اپنی رکعت کا سجدہ کر چکا ہے تو امام کی متابعت نہ کرے اور اگر امام کی متابعت کی تو نماز فاسد ہو جائے گی (سراج الوہاج)۔

اگر امام نے صلوٰۃ خوف میں سجدہ سہو کیا اور دوسری جماعت نے امام کی متابعت کی تو پہلی جماعت والے جب اپنی نماز پوری کر چکیں اسوقت سجدہ سہو کریں (بحر الرائق) لاحق کو اپنی قضا نماز میں اگر سہو ہو جائے تو سجدہ سہو نہ کرے اور مسبوق کو اپنی نماز میں اگر سہو ہو جائے تو سجدہ سہو واجب ہو گا۔ اگر امام نے سجدہ سہو کیا اور مسبوق نے اس کے ساتھ سجدہ نہ کیا اور اس کو اپنی نماز ادا کرتے ہوئے بھی سہو ہوا تو دونوں سہوں کے عوض ایک مرتبہ سجدہ سہو کافی ہے۔ مقیم اگر مسافر کے پیچھے نماز پڑھے تو سجدہ سہو میں اس کا وہی حکم ہے جو مسبوق کا ہے۔ امام کو سہو ہوا پھر اس کا وضو ٹوٹ گیا۔ اور امام نے مسبوق کو آگے بڑھا دیا تو مسبوق اس

اس نماز کو تمام کرے لیکن سلام نہ پھیرے اور ایک ایسے شخص کو آگے بڑھا دے جو شروع سے نماز میں شریک ہے وہ شخص سلام پھیرے اور سجدہ سہو کرے۔ مسبوق اس کے ساتھ سجدہ کرے اور اگر ان میں کوئی ایسا شخص نہیں ہے جو ابتداء سے نماز میں شریک ہو تو سب اگ اپنی بقیہ نماز پوری کرنے کیلئے کھڑے ہو جائیں اور ہر شخص اپنی نماز کے آخر میں سجدہ سہو کرے (محیط سرخسی) ایک شخص نے ظہر کی پانچ رکعتیں پڑھیں اور چوتھی رکعت میں اس نے التحیات الخ کے بقدر قعدہ کر لیا تھا تو اگر اسے پانچویں رکعت کے سجدہ کرنے سے پہلے یاد آگیا کہ وہ پانچویں رکعت پڑھ رہا ہے تو قعدہ کی طرف لوٹ آئے اور سلام پھیر دے (محیط) اور سجدۂ سہو کرے (سراج الوہاج) اور اگر اس وقت یاد آیا جب پانچویں رکعت کا سجدہ کر چکا تھا تو قعدہ کی طرف نہ لوٹے اور سلام نہ پھیرے بلکہ ایک رکعت کا اضافہ کر کے پوری دو رکعتیں کرے اور التحیات پڑھکر سلام پھیر دے (محیط) اور استحساناً سجدۂ سہو کرے (ہدایہ)۔ یہی مختار ہے (کفایہ) پھر التحیات پڑھکر سلام پھیر دے (محیط) اور یہ دونوں رکعتیں نفل ہو جائیں گی اور صحیح کے قول کے مطابق ظہر کی دو سنتوں کے قائم مقام نہیں ہو سکتیں۔ (جوہرہ نیرہ) فقہانے کہا ہے کہ عصر کی نماز میں چھٹی رکعت نہ ملائے اور بعض نے کہا ہے کہ چھٹی رکعت کا اضافہ کرے۔ یہی اصح ہے (تبیین) اسی پر اعتماد ہے اس لئے کہ عصر کے بعد اپنے اختیار سے نفل پڑھنا مکروہ ہے۔ اور اگر اپنے اختیار سے نہ پڑھی تو مکروہ نہ ہوگی۔ (فتاویٰ قاضی خاں) فجر کی نماز میں اگر دوسری رکعت میں التحیات کی مقدار بیٹھ گیا تھا پھر تیسری رکعت کیلئے کھڑا ہو گیا اور سجدہ کر لیا تو چوتھی رکعت اس میں نہ ملائے (تبیین)۔

اور تجنیس میں تصریح ہے کہ ہشام کا فتویٰ اسی روایت پر ہے کہ ایک رکعت کے اضافہ کرنے میں صبح اور عصر میں کچھ فرق نہیں ہے۔ یعنی صبح اور عصر کی نماز میں بھی رکعت کا ملانا مکروہ نہیں ہے (بحر الرائق) اگر فجر کی نماز میں دو رکعتوں کے بعد التحیات کے بقدر قعدہ نہیں کیا تھا تو فرض کی دو رکعتیں باطل ہو گئیں اور فجر کی نماز سے پہلے دو رکعتوں سے زیادہ نفل پڑھنا مکروہ ہے۔ اس کے برخلاف اگر عصر کی نماز میں چوتھی رکعت میں قعدہ نہیں کیا اور پانچویں رکعت کیلئے کھڑا ہو گیا اور اس کا سجدہ بھی کر لیا تو چھٹی رکعت ملائے اس لئے کہ عصر سے پہلے نفل پڑھنا مکروہ نہیں ہے (تبیین) اور اگر عصر کی نماز میں چوتھی رکعت میں نہیں بیٹھا اور پانچویں رکعت کیلئے کھڑا ہو گیا اور ابھی سجدہ نہیں کیا ہے تو قعدہ میں چلا جائے (محیط)۔

خلاصہ میں ہے کہ التحیات پڑھے۔ سلام پھیرے اور سجدۂ سہو کرے (تاتارخانیہ) اگر ظہر کی نماز میں چوتھی رکعت میں قعدہ کیا اور پانچویں رکعت کیلئے کھڑا ہو گیا۔ اور پانچویں رکعت کا سجدہ کر لیا تو ہمارے نزدیک اس کی ظہر کی نماز فاسد ہو گئی (محیط) امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک اس کے فرض نوافل سے بدل گئے اور چھٹی رکعت اور شامل کرے اور اگر شامل نہ کی تو اس پر کچھ واجب نہیں ہے (ہدایہ)۔

پھر حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد رحمہما اللہ میں یہ اختلاف ہے کہ اس کی نماز . . . . کس وقت فاسد ہوتی ہے حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول ہے کہ جس وقت اس نے سجدہ کیلئے سر رکھا اس وقت اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ وہ جب سجدہ سے سر اٹھائے گا۔ اس وقت اس کی نماز فاسد ہو گی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک زمین پر سر رکھتے ہی سجدہ کا فرض ادا ہو جاتا ہے۔ اور حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سجدہ کا فرض اس وقت ادا ہو گا جب سجدہ سے سر اٹھائے (محیط) فخر الاسلام نے جامع صغیر میں لکھا ہے کہ حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول فتویٰ کیلئے مختار ہے (نہایہ) اختلاف کا فائدہ اس صورت میں ظاہر ہوتا ہے کہ جب سجدہ میں وضو ٹوٹ جائے۔ حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نماز کا درست ہونا ممکن نہیں ہے۔ اور حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک

ممکن ہے کہ وہ جائے اور وضو کرے (محیط) پھر قعدہ کرے التحیات پڑھے اور سلام پھیر دے (فتح القدیر) اصح یہ ہے کہ وہ سجدہ سہو نہ کرے (نہایہ)۔ ایک شخص پر سجدہ سہو واجب ہے اور اس نے نماز قطع کرنے کیلئے سلام پھیرا تو وہ سلام کے بعد بھی داخل صلوٰۃ رہتا ہے بشرطیکہ سجدۂ سہو کرے۔ اور اگر سجدۂ سہو نہ کیا تو حضرت امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک نماز میں داخل نہیں رہتا ہے۔ یہی اصح ہے اور حضرت امام محمدؒ اور حضرت امام زفرؒ کے نزدیک داخل صلوٰۃ رہتا ہے۔ اگرچہ سجدۂ سہو نہ کرے۔ پس سلام کے بعد اگر ایک شخص نے اس کی اقتدا کی تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہر صورت میں جائز ہے۔

اور حضرت امام ابو حنیفہؒ اور حضرت امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک اگر سجدۂ سہو کرے تو اس کی اقتدا صحیح ہے اور اگر سجدہ سہو نہ کیا تو اس کی اقتدا درست نہ ہوگی۔ اور اگر اسوقت اس نے قہقہہ لگایا تو حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وضو ٹوٹ جائے گا۔ اور حضرت امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک وضو نہ ٹوٹے گا۔ اس کی نماز بالاجماع تام ہوگئی اور سجدہ سہو اس سے ساقط ہوگیا۔ اور اگر اسوقت مسافر نے اقامت کی نیت کر لی تو حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کے فرض چار رکعات بن جائیں گے نماز کے آخر میں سجدہ سہو کرے اور حضرت امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک اس کے فرض چار نہ ہوں گے۔ اور سجدۂ سہو اس سے ساقط ہو جائے گا۔ اس لئے کہ اس کا ایجاب موجب بطال ہے (شرح نقایہ مصنف شیخ ابو المکارم) ایک شخص نے دو رکعت نفل پڑھی۔ اور ان میں سہو ہوا اور سجدہ سہو کر لیا۔ اس پر دوسرے شفعہ کی بنا نہ کرے (ہدایہ) اگر اس پر کسی نماز کی بنا کر لی تو صحیح ہو جائے گی۔ اس لئے کہ تحریمہ باقی ہے۔ مختار یہ ہے کہ دوبارہ سجدہ سہو کرے۔ اگر مسافر نے سجدہ سہو کے بعد اقامت کی نیت کر لی تو اب چار رکعتیں اس پر لازم ہو جائیں گی۔ اور سجدہ سہو دوبارہ کرے (تبیین)۔

ایک شخص نے عشا کی نماز پڑھی اس میں سہو ہو گیا اور اس نماز میں آیت سجدۂ تلاوت کی بھی اور اس کا سجدہ نہیں کیا اور ایک رکعت کا ایک سجدہ فوت ہو گیا۔ پھر سلام پھیر دیا تو اس مسئلہ کی چار صورتیں ہیں۔ یا تو سب فعل بھولے سے کئے تھے یا سب جان بوجھ کر کئے۔ یا سجدۂ تلاوت بھولے سے چھوٹ گیا۔ اور نماز کا سجدہ جان کر چھوڑا ہے یا نماز کا سجدہ بھولے سے چھوٹا اور تلاوت کا سجدہ جان کر چھوڑا۔ پہلی صورت میں بالاتفاق اس کی نماز فاسد نہ ہوگی اس لئے کہ یہ سلام سہواً ہوا ہے اور سہواً سلام سے انسان نماز کے تحریمہ سے خارج نہیں ہوتا۔

دوسری اور تیسری صورت میں بالاتفاق اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اس لئے کہ جان بوجھ کر سلام پھیرنے سے انسان تحریمہ سے خارج ہو جاتا ہے۔ چوتھی صورت میں ظاہر روایت کے مطابق اس کی نماز فاسد ہو جائے گی (محیط)۔ اگر سجدۂ سہو کے اندر سہو لاحق ہوا تو سجدۂ سہو واجب نہ ہوگا۔ اس لئے کہ یہ سلسلہ پھر کبھی ختم نہ ہوگا (تہذیب)۔ اگر سجدہ سہو میں سہوا تو ظن غالب پر عمل کرے۔ اگر نماز میں کئی بار سہو ہوا تو آخر میں صرف دو سجدے کافی ہیں (خلاصہ)۔

ایک شخص نے رات میں نفل نماز کی امامت کی۔ اگر اس نے جان کر آہستہ قرات کی ہے تو برا کیا۔ اور اگر بھولے سے قرات کی ہے تو سجدہ سہو واجب ہوگا (فتاویٰ قاضی خاں) تیمیہ میں ہے اگر تراویح اور وتر میں جہر نہ کیا تو سجدہ سہو لازم ہوگا (تاتارخانیہ) امام کو سہو ہوا ہو پھر اس کا وضو ٹوٹ گیا۔ اس نے ایک شخص کو اپنا خلیفہ بنا دیا تو خلیفہ سلام کے بعد سجدہ سہو کرے۔ اور اگر خلیفہ کو اپنی نماز میں بھی سہو ہوا تو امام اور خلیفہ دونوں کے سہو کے عوض صرف دو سجدے کافی ہیں۔ جس طرح کہ امام کو دو مرتبہ کے سہو میں ایک بار سجدہ سہو کافی ہے اگر پہلے امام کو سہو نہیں ہوا تھا۔ خلیفہ کو ہوا تو خلیفہ کے سہو سے پہلے امام پر بھی سجدہ سہو واجب ہوگا۔ اگر پہلے امام کو خلیفہ بنانے کے بعد سہو ہوا تو اس سے کچھ واجب نہیں ہوتا۔ (ذخیرہ) اصل میں ہے کہ چوتھی رکعت میں التحیات کے مقدار قعدہ کر کے بھولکر

سلام پھیر دیا اور التحیات نہیں پڑھی تو اس پر سجدہ سہو واجب ہے۔ پہلے التحیات پڑھے پھر سلام پھیر دے اور اس کے بعد سجدہ سہو کرے پھر التحیات پڑھ کر سلام پھیرے (محیط)۔

نماز میں شک پیدا ہونیکے مسائل

ایک شخص کو اپنی نماز میں شک ہوا اور یہ پتہ نہیں کہ اس نے تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار اور ایسا اتفاق پہلے بار ہی ہوا ہے تو از سرِ نو نماز پڑھے (سراج الوہاج) اور از سرِ نو نماز پڑھنا اسی وقت ممکن ہے جب وہ اپنی نماز سے سلام، کلام، یا کسی ایسے عمل کے ذریعہ سے جو منافی صلوٰۃ ہو باہر آجائے۔ بیٹھ کر سلام پھیرنا اولیٰ ہے نماز سے باہر نکلنے کیلئے صرف نیت کر لینا کافی نہیں ہے۔ اس لئے کہ نیت کر لینے سے انسان نماز سے باہر نہیں آتا (تبیین)۔

پہلی بار شک ہونے کا مفہوم

کیا ہے؟ مشائخ کا اس میں اختلاف ہے بعض فقہا نے کہا ہے کہ اسے بھولنے کی عادت نہ ہو۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ اسے کبھی اپنی عمر میں سہو ہوا ہی نہیں۔ اور بعض نے کہا ہے کہ اس کے یہ معنی ہیں کہ اس نماز میں اسے پہلی مرتبہ سہو ہوا ہو۔ پہلا قول فقہ کے زیادہ مناسب ہے (محیط) اور اگر اکثر شک ہوتا رہتا ہے تو ظن غالب پر عمل کرے (تبیین) اور غور و فکر کے بعد اگر کوئی جانب راجح نہ ہو تو کم والی صورت پر عمل کرے۔ مثلاً ایک شخص کو شک ہوا کہ پہلی رکعت ہے یا دوسری تو پہلی رکعت کو مقرر کرے۔ اور اگر دوسری اور تیسری میں شک ہوا۔ تو دوسری رکعت متعین کرے اور اگر تیسری اور چوتھی میں شک ہوا تو تیسری رکعت متعین کرے۔ لیکن جہاں جہاں قعدہ کا شک ہے ان سب جگہ قعدہ کرے خواہ قعدہ فرض ہو یا واجب تاکہ فرض یا واجب قعدہ ترک نہ ہونے پائے۔

اگر چار رکعات والی نماز میں شک ہوا کہ وہ پہلی رکعت میں ہے یا دوسری میں تو پہلی رکعت متعین کرے اور اس میں قعدہ کرے۔ پھر کھڑے ہو کر ایک رکعت پڑھے اور قعدہ کرے پھر کھڑے ہو کر ایک رکعت پڑھے اور قعدہ کرے۔ پھر کھڑے ہو کر ایک رکعت پڑھے اور قعدہ کرے کل چار قعدے کرے۔ تیسرا اور چوتھا قعدہ فرض ہے اور باقی واجب (بحر الرائق) ایک شخص کو التحیات سے فارغ ہونے کے بعد سلام سے پہلے یا سلام کے بعد شک ہوا تو جواز نماز کا حکم دیا جائے گا۔ اور شک کا اعتبار نہ ہوگا۔ (خلاصہ) ایک شخص کو شک ہوا کہ اس نے نماز پڑھی ہے یا نہیں اور وقت ابھی باقی ہے۔ تو اس پر نماز کا اعادہ واجب ہے اور اگر وقت نکل گیا تو پھر کچھ واجب نہیں (محیط) اگر فجر کی نماز میں حالتِ قیام میں یہ شک ہوا کہ تیسری رکعت ہے یا پہلی رکعت تو رکعت پوری نہ کرے بلکہ التحیات کی مقدار قعدہ کرے اور قیام چھوڑ دے اور قیام کر کے دو رکعتیں پڑھے اور ہر رکعت میں الحمد اور سورۃ پڑھے پھر التحیات پڑھے پھر سہو کے دونوں سجدے کرے۔ اور اگر سجدہ کے اندر شک ہوا کہ وہ پہلی رکعت ہے یا دوسری تو اس طرح نماز پڑھتا رہے خواہ پہلے سجدہ میں شک ہو یا دوسرے میں اسلئے کہ اگر پہلی رکعت میں ہے تب تو اس طرح پڑھتے رہنا واجب ہے، اور اگر دوسری رکعت ہو تب بھی اس کی تکمیل واجب ہے، اور جب دوسرے سجدہ سے سر اٹھائے تو التحیات کے بقدر قعدہ کرے پھر کھڑے ہو کر ایک رکعت اور پڑھے۔

اور اگر فجر کی نماز کے سجدہ میں شک ہوا کہ اس نے دو رکعتیں پڑھی ہیں یا تین اور وہ پہلے سجدہ میں ہے تو نماز کا درست کر لینا ممکن ہے اس لئے اگر اس نے دو رکعتیں پڑھی ہیں تو یہ دوسری رکعت ہے۔ اس کا پورا کرنا اس پر واجب ہے، پس نماز جائز ہوگی۔ اور اگر تیسری رکعت ہے تب بھی حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کی نماز فاسد نہ ہوگی۔ اس لئے کہ جب اس کو پہلے سجدہ میں یاد آگیا تو وہ سجدہ کالعدم ہو گیا۔ جیسے کہ پانچویں رکعت کے پہلے سجدہ میں اگر حدث ہو جائے تو وہ کالعدم ہو جاتا ہے۔

اور اس مسئلہ کا نام مسئلہ زہ[1] ہے - اور اگر یہ شک دوسرے سجدے میں ہوا تو اس کی نماز فاسد ہو گئی - اور اگر فجر کی نماز میں شک ہوا کہ دوسری رکعت ہے یا تیسری - اور کسی جانب ظن غالب نہیں ہے وہ اگر حالتِ قیام میں ہے تو فوراً بیٹھ جائے پھر کھڑے ہو کر ایک رکعت پڑھے - اور قعدہ کرے اور اگر قعدہ میں ہے اور یہی شک ہوا تو ظن غالب پر عمل کرے - اگر اس کا گمان غالب یہ ہے کہ وہ دوسری رکعت میں ہے تو اس طرح نماز پڑھے - اور اگر ظن غالب یہ ہے کہ وہ تیسری رکعت میں ہے تو قعدہ کے بارے میں غور و فکر کرے اگر گمان غالب یہ ہے کہ دو رکعتوں کے بعد قعدہ نہ کیا تھا تو نماز فاسد ہو جائے گی - اور اگر کسی جانب گمان غالب نہیں ہوا تب بھی نماز فاسد ہو گی -

اسی طرح اگر چار رکعات کی نماز میں یہ شک ہوا کہ وہ چوتھی رکعت میں ہے یا پانچویں میں تب بھی یہی حکم ہے - اور اگر یہ شک ہوا کہ تیسری میں ہے یا پانچویں میں تو وہ اس حکم کے مطابق عمل کرے جو فجر کی نماز کی بابت ہم ذکر چکے ہیں - یعنی قعدہ کی طرف لوٹ آئے پھر ایک رکعت پڑھے اور التحیات پڑھے پھر کھڑے ہو کر ایک رکعت پڑھے اور قعدہ کرے اور سجدہ سہو کرے - اگر وتر کے اندر حالتِ قیام میں یہ شک ہوا کہ دوسری رکعت ہے یا تیسری تو دعا قنوت پڑھکر اس رکعت کو پوری کرے - اور قعدہ کرے پھر کھڑے ہو کر ایک رکعت اور پڑھے اور اس میں بھی دعا قنوت پڑھے - یہی مختار ہے -

(یہاں تک خلاصہ کی عبارت ذکر کی گئی) یہ سمجھنا بھی ضروری ہے کہ شک کی تمام صورتوں میں سجدہ سہو واجب ہوتا ہے خواہ ظن غالب پر عمل کرے یا کمی کی صورت متعین کرے (بحرالرائق میں فتح القدیر سے منقول ہے) ایک شخص کو نماز میں یہ شک ہوا کہ اس نے تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار - اور اس میں کافی دیر تک غور کرتا رہا - پھر یقین ہو گیا کہ اس نے تین رکعتیں پڑھی ہیں - پس اگر اس غور و فکر کی وجہ سے کوئی رکن فوت نہ ہوا - مثلاً نماز پڑھتا رہا اور غور کرتا رہا تو اس پر سجدہ سہو واجب نہ ہو گا - اور اگر کافی دیر تک غور کرتا رہا یہاں تک کہ ایک رکعت یا سجدہ میں خلل پڑا - یا رکوع و سجدہ میں تھا اور اس میں دیر تک سوچتا رہا اور اس تفکر کی وجہ سے اس کے حال میں تغیر ہوا تو استحساناً سجدہ سہو واجب ہو گا - (محیط) -

ایک شخص کو نماز میں ظن غالب ہوا کہ اس کا وضو ٹوٹ گیا ہے - یا اس نے مسح نہیں کیا تھا - پھر اس کو اس بات کا یقین ہو گیا اور کچھ شک نہ رہا اس کے بعد اس کو پھر یہ یقین ہوا کہ اس کا وضو نہیں ٹوٹا تھا - یقیناً اس نے مسح کر لیا تھا تو ابوبکر نے کہا ہے کہ اس نے حدث یا مسح نہ کرنے کی یقین کی حالت میں اگر کوئی رکن ادا کر لیا تھا تو پھر از سر نو نماز پڑھے - اور اگر کوئی رکن ادا نہیں کیا تھا تو وہی نماز پڑھتا رہے (فتاوی قاضی خاں) اگر ایک رکن ادا کرنے کے بعد شک ہوا کہ اس نے شروع کی تکبیر کہی ہے یا نہیں - یا وضو کے ٹوٹنے میں شک ہوا یا کپڑے کی نجاست میں شک ہوا یا سر کے مسح میں شک ہوا - اگر یہ پہلی مرتبہ ہوا تھا تو از سر نو نماز پڑھے - اور اگر پہلی مرتبہ نہیں ہوا تھا تو نماز پڑھتا رہے اور اس پر وضو کرنا یا کپڑا دھونا واجب نہ ہو گا (فتح القدیر) فتاوی عتابیہ میں ہے اگر نماز کے اندر مسافر یا مقیم ہونے میں شک ہوا تو چار رکعتیں پڑھے اور احتیاطاً دوسری رکعت میں قعدہ کرے (تاتارخانیہ) ایک شخص امامت کر رہا تھا دو رکعتیں پڑھنے کے بعد جب دوسری رکعت کا سجدہ کر چکا تو اسے پہلی اور دوسری رکعت میں شک ہوا - یا چوتھی اور تیسری رکعت میں شک ہوا تو اپنے مقتدی کو دیکھے اگر وہ کھڑے ہو جائیں

---

[1] یہ لفظ بطریق طنز "کیا خوب" کے معنی میں استعمال ہوتا ہے -

تو یہ بھی کھڑا ہو جائے اور وہ بیٹھ جائیں تو یہ بھی بیٹھ جائے۔ اس پر اعتماد کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اس پر سجدۂ سہو لازم نہ ہوگا (محیط) اگر امام کو شک ہوا۔ اور دو معتبر شخصوں نے اس کو خبر دی تو ان کا قول اختیار کرے۔ ایک شخص اکیلا نماز پڑھ رہا تھا یا امام تھا جب وہ سلام پھیر چکا تو ایک معتبر شخص نے بتایا کہ اس نے ظہر کی تین رکعتیں پڑھی ہیں۔ فقہا کہتے ہیں اگر نماز پڑھنے والے نے اپنی رائے میں چار رکعات پڑھی ہیں تو خبر دینے والے کے قول کا اعتبار نہ کیا جائے گا (محیط) ظہیریہ میں ہے کہ امام محمد بن حسن نے فرمایا کہ میں ایک معتبر شخص کے بتانے سے ہر صورت میں نماز کا اعادہ کر لیتا ہوں (تاتارخانیہ)۔

نمازی کو اگر خبر دینے والے شخص کے سچا یا جھوٹا ہونے میں شک ہو تو حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ وہ احتیاطاً نماز کا اعادہ کرے اور اگر دو معتبر شخصوں کے قول میں شک ہو تب بھی نماز کا اعادہ کرے۔ اور اگر خبر دینے والا معتبر نہیں ہے تو اس کے قول پر اعتبار نہ کیا جائے گا۔ (محیط) امام نے لوگوں کو نماز پڑھائی اور چلا گیا۔ بعض لوگوں نے کہا یہ ظہر کی نماز تھی۔ اور بعض نے کہا یہ عصر کی نماز تھی اگر ظہر کا وقت تھا تو ظہر کی نماز ہوگی اور اگر عصر کا وقت تھا تو عصر کی نماز ہوگی اس لئے کہ جس شخص کا قول وقت کے موافق ہے ظاہر حال اس پر شاہد ہوگا۔ اور اگر وقت کا تعین (یعنی ظہر کا وقت ہے یا عصر کا) مشکل ہے تو دونوں فریقوں کی نماز جائز ہوگی (محیط)

تیرھواں باب

سجدۂ تلاوت کا بیان

قرآن شریف میں سجدہ تلاوت کی تعداد چودہ[۱۴] ہے (ہدایہ) سورۂ اعراف کے آخر میں اس آیت پر سجدہ واجب ہے۔

۱۔ اِنَّ الَّذِیْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا یَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَیُسَبِّحُوْنَهٗ وَلَهٗ یَسْجُدُوْنَ۔

جو لوگ تیرے رب کے پاس ہیں بڑائی نہیں رکھتے اس کی بندگی سے اس کی پاک ذات کو یاد کرتے ہیں اور اسکو سجدہ کرتے ہیں۔

۲۔ سورۂ رعد کی اس آیت پر سجدہ کرے:۔

وَلِلّٰهِ یَسْجُدُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ۔

اور اللہ کو سجدہ کرتا ہے جو کوئی ہے آسمان و زمین میں خوشی سے اور زور سے اور ان کی پرچھائیاں صبح اور شام۔

۳۔ سورۂ نحل کی اس آیت پر سجدہ کرے:۔

وَلِلّٰهِ یَسْجُدُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ وَّالْمَلٰٓئِكَةُ وَهُمْ لَا یَسْتَكْبِرُوْنَ۔

اور اللہ کو سجدہ کرتا ہے جو آسمان میں ہے اور جو زمین میں ہے جانور اور فرشتے اور وہ بڑائی نہیں کرتے۔

۴۔ سورہ بنی اسرائیل کی اس آیت پر سجدہ کرے:۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖۤ اِذَا یُتْلٰی عَلَیْهِمْ یَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا وَّیَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَاۤ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا۔

جن کو علم ملا ہے اس کے آگے سے جب ان کے پاس اس کو پڑھے گرتے ہیں ٹھوڑیوں پر سجدے میں اور کہتے ہیں پاک ہے ہمارا رب بے شک ہمارے رب کا وعدہ البتہ ہونا ہے

۵۔ سورہ مریم کی اس آیت پر سجدہ کرے:۔

اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا ۝ -

جب ان کو سنائی آیتیں رحمٰن کی۔ گرتے ہیں سجدے میں اور روتے ہیں -

۶ - سورہ حج کی اس آیت پر سجدہ کرے :-

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَابُّ وَكَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ وَكَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ۩

تونے نہ دیکھا ؟ کہ اللہ کو سجدہ کرتے ہیں جو کوئی آسمان میں ہے اور جو کوئی زمین میں ہے اور سورج اور چاند اور تارے اور پہاڑ اور درخت اور جانور اور بہت آدمی - اور بہت ہیں کہ ان پر ٹھہر چکا عذاب اور جس کو اللہ ذلیل کرے اسے کوئی نہیں عزت دینے والا - اللہ کرتا ہے جو چاہے ۔

۷ - سورہ فرقان کی اس آیت پر سجدہ کرے :-

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوْا وَمَا الرَّحْمٰنُ اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا وَزَادَهُمْ نُفُوْرًا ۝ -

اور جب کہئے ان کو سجدہ کرو رحمٰن کو۔ کہیں رحمٰن کیا ہے ؟ کیا سجدہ کرنے لگیں گے ہم جس کو تو فرمائے گا ؟ اور بڑھتے رہے گا ان کا بدکنا -

۸ - سورہ نمل کی اس آیت پر سجدہ کرے :-

وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ -

اور جانتا ہے جو چھپاتے ہو اور جو کھولتے ہو -

۹ - سورہ الم تنزیل کی اس آیت پر سجدہ کرے :-

اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ

ہماری باتوں کو مانتے وہ ہیں کہ جب ان کو سمجھائیے ان سے گر پڑیں سجدہ کرکے اور پاک ذات کو یاد کریں -

۱۰ - سورہ ص میں اس آیت پر سجدہ کرے -

فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ ۝

پھر گناہ بخشوانے لگا اپنے رب سے اور گرا جھک کر اور رجوع ہوا (وہ نہیں تھکتے) -

۱۱ - سورہ حم میں لَا يَسْاَمُوْنَ کے لفظ پر سجدہ کرے -

۱۲ - سورہ نجم میں اس آیت پر سجدہ کرے :-

فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا -

سو سجدہ کرو اللہ کے آگے اور بندگی -

۱۳ - سورہ اذا السماء انشقت میں اس آیت پر سجدہ کرے :-

فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ وَاِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا يَسْجُدُوْنَ -

پھر کیا ہوا ہے ان کو یقین نہیں لاتے ؟ اور جب پڑھے ان کے پاس سجدہ نہیں کرتے -

۱۴ - سورہ اقراء میں اس آیت پر سجدہ کرے :-

وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ (عینی)

اور سجدہ کر اور نزدیک ہو -

ان آیتوں کی تلاوت پر اور ان کے سننے والے پر سجدہ واجب ہے خواہ قرآن سننے کا قصد کرے یا نہ کرے (ہدایہ) ایک شخص نے سجدہ کی آیت تلاوت کی تو اس پر صرف ہونٹوں کے ہلانے سے سجدہ واجب نہ ہوگا - سجدہ تلاوت اس وقت

واجب ہوتا ہے، جب صحیح حروف نکالے اور اس سے آواز پیدا ہو، جس کو خود وہ سن لے یا کوئی دوسرا شخص سنے جو اس کے منھ کے پاس کان لگائے (فتاوی قاضی خاں) آیت سجدہ تلاوت کی اور اس کے آخر کا لفظ نہ پڑھا، تو سجدہ نہ کرے اگر صرف وہی حرف پڑھا جس پر سجدہ کیا جاتا ہے تب بھی سجدہ نہ کرے، لیکن سجدۂ تلاوت کی آدھی سے زیادہ آیت حرف سجدہ کے ساتھ پڑھے تو سجدہ واجب ہوگا، اور مختصر البحر میں ہے، اگر ایک شخص نے صرف لفظ واسجد پڑھا، اور خاموش ہوگیا اور لفظ واقترب نہ کہا تو سجدہ سہو واجب ہوگا (تبیین) ایک شخص نے سجدۂ تلاوت کی پوری آیت ایک جماعت سے اس طرح سنی، کہ ایک ایک شخص سے ایک ایک حرف سنا، تو سجدۂ تلاوت واجب نہ ہوگا، اس لئے کہ اس نے کسی تلاوت کرنے والے سے نہیں سنا (فتاوی قاضی خاں)

سجدۂ تلاوت کے واجب ہونے میں اصول کلی!

سجدۂ تلاوت کے واجب ہونے میں اصل یہ ہے کہ جس شخص میں نماز واجب ہونے کی اہلیت ہو، خواہ ادا ءً ہو یا قضاءً اس شخص میں سجدۂ تلاوت کے واجب ہونے کی بھی اہلیت ہوگی، اور اگر نماز کے واجب ہونے کی اہلیت نہیں ہے تو سجدۂ تلاوت بھی اس پر واجب نہ ہوگا (خلاصہ) یہاں تک کہ تلاوت کرنے والا اگر کافر مجنون یا بچہ ہے، یا تلاوت کرنے والی ایسی عورت ہے جو حیض و نفاس والی ہے، یا اس نے دس دن سے کم حیض یا چالیس دن سے کم نفاس سے طاہر ہوکر تلاوت کی تو ان صورتوں میں سجدۂ تلاوت واجب نہ ہوگا، سجدۂ تلاوت میں جو حکم تلاوت کرنے والے کا ہے وہی سننے والے کا ہے (زاہدی) اگر ان سے ایک مسلمان، عاقل، بالغ سنے تو اس پر سجدہ سہو واجب ہے اگر بے وضو لے یا جنبی نے سجدہ کی آیتیں پڑھیں یا سنیں تو ان پر بھی سجدہ واجب ہوگا، مریض کا بھی یہی حکم ہے، اگر کسی پرندے سے سجدہ کی آیت سنی تو سجدہ سہو واجب نہ ہوگا، یہی مختار ہے اور اگر سوتے ہوئے شخص سے آیت سجدہ سنی تو صحیح یہ ہے کہ سجدہ سہو واجب ہوگا، ایک شخص نے گنبد کے اندر زور سے آیت سجدہ پڑھی وہاں سے آواز گونج کر لوٹی اور وہ آواز کسی نے سنی تو اس پر سجدہ سہو واجب نہ ہوگا (خلاصہ) ایک شخص سویا ہوا تھا اور اس کو کسی نے اطلاع دی کہ اس نے سوتے میں آیت سجدہ پڑھی تھی تو اس پر سجدہ سہو واجب ہوگا، نصاب میں ہے کہ یہی صحیح ہے (تاتار خانیہ) نشہ کی حالت میں ایک شخص نے آیت سجدہ تلاوت کی تو اس پر اور اس کے سننے والوں پر سجدہ سہو واجب ہوگا (محیط سرخسی) عورت نے نماز میں اگر آیت سجدہ تلاوت کی اور سجدہ نہیں کیا تھا کہ حیض آنے لگا تو یہ سجدہ اس سے ساقط ہو جائے گا (محیط) ایک شخص نے نفل نماز میں آیت سجدہ تلاوت کی اور اس کا سجدہ کر لیا پھر اس کی نماز فاسد ہوگئی اور اس کی قضا واجب ہوئی تو دوبارہ سجدہ کرنا لازم نہ ہوگا، اسی طرح اگر کسی مسلمان نے آیت سجدہ تلاوت کی پھر معاذ اللہ مرتد ہوگیا، پھر مسلمان ہوا تو اس پر سجدہ سہو واجب نہ ہوگا، قرآن کے لکھنے سے سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہوتا (فتاوی قاضی خاں) اگر آیت سجدہ فارسی میں پڑھی تو پڑھنے والے پر اور سننے والے پر سجدہ واجب ہوگا خواہ سننے والا سمجھے یا نہ سمجھے، یہ حکم اس صورت میں ہے کہ جب سننے والے کو بتا دیا جائے کہ اس نے سجدہ کی آیت پڑھی ہے، حضرت امام یوسفؒ اور حضرت امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک اگر سننے والا جانتا ہے کہ یہ قرآن ہے تو سجدہ سہو لازم ہوگا، اور اگر یہ نہیں جانتا تو سجدہ سہو لازم نہ ہوگا (خلاصہ) بعض نے کہا ہے کہ بالاجماع واجب ہوگا یہی صحیح ہے (محیط سرخسی) اگر عربی میں قرآن شریف پڑھا تو ہر صورت میں سجدۂ سہو واجب ہوگا، لیکن جب تک معلوم نہیں ہے اس وقت تک تاخیر کرنے میں معذور سمجھا جائے گا، ایک بہرے شخص نے آیت سجدہ تلاوت کی اور خود نہیں سنی تو اس پر سجدۂ سہو واجب ہوگا (خلاصہ) اگر آیت سجدہ ہجے، ہجے کرکے تلاوت کی تو سجدہ واجب نہ ہوگا (سراجیہ) اگر امام نے آیت سجدہ تلاوت کی تو سجدہ کرے اور مقتدی بھی اس کے ساتھ سجدہ کریں خواہ سنیں یا نہ سنیں جہری نماز ہو یا سری، لیکن مستحب یہ ہے کہ سری نماز میں آیت سجدہ تلاوت نہ کرے، اگر امام سے کسی اجنبی شخص نے آیت سجدہ سنی جو ان

کے ساتھ نماز میں شریک نہیں ہے اور نہ بعد میں داخل ہوا تو اس پر بھی سجدہ لازم ہے (جوہرنیرہ) یہی صحیح ہے (ہدایہ) ایک شخص نے ایک امام سے آیت سجدہ سنی اور امام کے سجدہ کرنے سے پہلے اس کے ساتھ نماز میں شریک ہو گیا تو اس کے ساتھ سجدہ کرے اور اگر سجدہ کرنے کے بعد نماز میں داخل ہوا تو سجدہ نہ کرے یہ حکم اس وقت ہے جب اس رکعت کے آخر میں شامل ہو گئے لیکن اگر دوسری رکعت میں شامل ہوا تو نماز سے فارغ ہو کر سجدہ کرے (کافی نہایہ) مقتدی نے اگر آیت سجدہ تلاوت کی تو امام اور مقتدی کسی پر بھی نہ نماز کے اندر اور نہ نماز کے باہر سجدہ تلاوت واجب ہوگا (سراج الوہاج) اگر نماز پڑھنے والے نے کسی ایسے شخص سے آیت سجدہ سنی جو اس کے ساتھ نماز میں شریک نہیں ہے تو نماز سے فارغ ہونے کے بعد سجدہ کرے اگر نماز کے اندر سجدہ کیا تو کافی نہ ہوگا اور اس کی نماز فاسد نہ ہوگی (تہذیب) یہی صحیح ہے (خلاصہ) یہ حکم اس صورت میں ہے، جب نماز پڑھنے والے نے وہ آیت سجدہ جو غیر مقتدی سے سنی ہے پہلے خود نہ پڑھی ہو، اور اگر اس آیت کو وہ خود پہلے پڑھ چکا ہے، پھر اس کے بعد یہی آیت غیر مقتدی سے سنی پھر سجدہ کر لیا تو ظاہر روایت کے مطابق دوسرا سجدہ نہ کرے، اور اگر پہلے آیت سجدہ سنی پھر خود اس کی تلاوت کی تو اسمیں دو روایتیں ہیں اور سراج الوہاج میں اس پر یقین کیا ہے کہ دوسرا سجدہ نہ کرے (نہر الفائق)، اگر سجدہ کی آیت نماز کے اندر پڑھی اور آیت سورۃ کے درمیان میں ہے تو افضل یہ ہے کہ سجدہ کرے، پھر کھڑا ہو اور سورۃ ختم کرے اور رکوع کرے، اور اگر سجدہ نہ کیا رکوع کیا اور اسی رکوع میں سجدۂ تلاوت کی نیت کر لی تو قیاس کے لحاظ سے جائز ہے اور اس کو ہم اختیار کرتے ہیں، اگر رکوع اور سجدہ نہ کیا اور سورۃ تمام کرنے کے بعد رکوع کیا اور سجدۂ تلاوت کی نیت کی، تو کافی نہ ہوگی اور اس رکوع سے سجدۂ تلاوت ساقط نہ ہوگا اور جب تک وہ نماز میں ہے سجدۂ تلاوت کرنا اس پر واجب ہے، شیخ امام خواہر زادہ نے کہا ہے کہ اگر سجدۂ تلاوت کے بعد تین آیتیں پڑھ لیں تو فوراً سجدہ کرنے کا حکم ساقط ہو جائے گا اور رکوع سجدہ کا قائم مقام نہیں ہو سکتا ہے اور شمس الائمہ حلوائی نے کہا ہے جب تک تین آیتوں سے زیادہ نہ پڑھے، یہ حکم منقطع نہیں ہوتا (فتاوی قاضیخاں)، اگر آیت سجدہ سورۃ کے آخر میں ہے تو افضل یہ ہے کہ اس کے بدلے رکوع کر دے اور اگر سجدہ کیا اور رکوع نہ کیا تو ضروری ہے کہ سجدہ سے سر اٹھانے کے بعد دوسری سورۃ میں سے کچھ آیتیں ضرور پڑھے اور اگر سجدہ سے سر اٹھانے کے بعد کچھ قرات نہ کی اور رکوع کر دیا تو جائز ہے، اگر نہ رکوع کیا اور نہ سجدہ کیا اور نماز میں آگے بڑھ گیا تو رکوع سے سجدۂ تلاوت ادا نہ ہوگا اور جب تک نماز میں ہے اس پر سجدہ کرنا واجب ہے اگر سجدہ سورۃ کے آخر میں ہے اور اس کے بعد دو یا تین آیتیں ہیں، تو اسے اختیار ہے خواہ اس کے عوض رکوع کرے یا سجدہ کرے اور اگر سجدۂ تلاوت کے عوض رکوع کرے تو سورۃ ختم کرنے کے بعد رکوع کرنا چاہیئے، اور اگر اس کے بدلے سجدہ کرے تو پھر کھڑے ہو کر سورۃ ختم کرے اور رکوع کرے اور اگر اس کے ساتھ دوسری سورۃ بھی ملا دے تو افضل ہے (مضمرات)

اور اگر اس کیلئے فوراً علیحدہ رکوع یا سجدہ کیا تو پھر کھڑا ہو اور مستحب یہ ہے کہ اس کے بعد بھی رکوع نہ کرے بلکہ دو یا تین آیتیں پڑھ کر رکوع کرے (شرح منیۃ المصلی مصنفہ ابن امیر الحاج) اگر سجدۂ تلاوت کی آیت نماز میں پڑھی، اور اس کے بدلے رکوع کرنے کا ارادہ کیا تو رکوع کرتے وقت اس کی نیت ضروری ہے اور اگر رکوع کرتے وقت نیت نہ کی تو جائز نہ ہوگا، اگر رکوع کے اندر نیت کی اس میں مشائخ کا اختلاف ہے بعض نے کہا کافی ہے اور بعض نے کہا کافی نہیں ہے (مضمرات) اظہر یہ ہے کہ کافی نہ ہوگا (شرح ابوالمکارم) بدائع میں ہے اگر رکوع سے سر اٹھانے کے بعد نیت کی تو بالاجماع کافی نہ ہوگی (بحر الرائق) اگر امام نے تلاوت کرنیکے بعد رکوع میں سجدۂ تلاوت کی نیت کر لی اور مقتدی نے نیت نہ کی تو امام کی نیت مقتدی کی طرف سے کافی نہ ہوگی اور امام کے سلام پھیرنے کے بعد مقتدی سجدہ کرے اور قعدہ کا اعادہ کرے اور اگر قعدہ چھوڑ دیا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی (قنیہ)، اسی امر پر اجماع ہے کہ سجدۂ تلاوت نماز

کے سجدہ سے ادا ہو جاتا ہے اگرچہ سجدۂ تلاوت کی نیت نہ کرے (خلاصہ) نماز پڑھنے والا اگر سجدۂ تلاوت اپنے موقعہ پر بھول گیا پھر اس کو رکوع، سجدہ، یا قعدہ میں یاد آیا تو اسی وقت سجدہ کرے، پھر جس رکن میں تھا اسی رکن میں آجائے اور استحباناً اس رکن کا اعادہ کرے اور اگر اعادہ نہ کیا تو اس کی نماز جائز ہوگی (ظہیریہ، فصل سہو) امام نے آیت سجدہ تلاوت کی اور جماعت کے کچھ لوگ مسجد کے صحن میں تھے امام نے سجدۂ تلاوت میں جانے کیلئے تکبیر (اللہ اکبر) کہی جو لوگ مسجد کے صحن میں تھے یہ سمجھے کہ امام نے رکوع کیلئے تکبیر کہی ہے، ان لوگوں نے رکوع کر لیا اور جب امام تکبیر کہہ کر سجدہ سے اٹھا تو وہ لوگ سمجھے کہ امام رکوع سے اٹھا ہے انھوں نے تکبیر کہہ کر رکوع سے سر اٹھا لیا اگر اس پر کچھ زیادتی نہ کی تو ان لوگوں کی نماز فاسد نہ ہوگی، نماز پڑھنے والے نے اگر کسی غیر شخص سے آیت سجدہ سنی اور تلاوت کرنے والے کے ساتھ سجدہ کیا، اگر اس کی متابعت کا ارادہ کیا تو نماز فاسد ہو جائے گی، نماز سے باہر مستحب یہ ہے کہ سننے والا تلاوت کرنے والے کے ساتھ سجدہ کرے اور اس سے پہلے سر نہ اٹھائے (خلاصہ)

مستحب یہ ہے کہ تلاوت کرنے والا آگے بڑھ جائے اور باقی لوگ اس کے پیچھے صف باندھ کر سجدہ کریں، ابو بکرؒ نے ذکر کیا ہے کہ اس سجدہ میں عورت مرد کی امام ہو سکتی ہے (بحر الرائق)، اور اس سجدہ میں تداخل بھی ہو سکتا ہے، پس تلاوت کرنے والے نے اگر آیت سجدہ خود پڑھی تھی اور پھر وہی آیت اس نے سنی تو دونوں کے عوض ایک ہی سجدہ کافی ہے تداخل کی شرط یہ ہے کہ ایک ہی آیت ہو اور ایک ہی مجلس ہو، پس اگر مجلس مختلف ہوگی اور آیت ایک ہی ہے یا مجلس ایک ہے اور آیتیں مختلف ہیں تو متعدد سجدوں کے بدلے ایک سجدہ کافی نہ ہوگا (محیط) اگر سننے والے کی مجلس بدلی اور پڑھنے والے کی مجلس نہ بدلی تو سننے والے پر مکرر سجدہ واجب ہوگا اور اگر پڑھنے والے کی مجلس بدلی اور سننے والے کی مجلس نہ بدلی تو پڑھنے والے پر مکرر سجدہ واجب ہوگا، اکثر مشایخ کے قول کے مطابق سننے والے پر مکرر سجدہ واجب نہ ہوگا، اور اس کو ہم اختیار کرتے ہیں (عنایہ) بہت دیر تک ایک حالت میں رہنے یا ایک لقمہ کھانے یا ایک مرتبہ پانی پی لینے یا کھڑے ہو جانے یا ایک دو قدم چلنے گھر یا مسجد کے ایک کونہ سے دوسرے کونہ میں جانے سے مجلس بدلتی نہیں ایک ہی رہتی ہے، لیکن اگر گھر بڑا ہے، جیسے بادشاہ کا محل تو مجلس بدلجائے گی، اگر جامع مسجد میں ایک کونہ سے دوسرے کونہ میں چلا گیا تو مکرر سجدہ واجب ہوگا، اور اگر جامع مسجد میں ایک گھر سے دوسرے گھر میں گیا تو جہاں تک مسجد کے امام کے ساتھ اقتدا درست ہو سکتی ہے وہاں تک ایک ہی مکان سمجھا جائے گا، کشتی کے چلنے سے مجلس نہیں بدلتی، اس کے برخلاف سواری کے جانور سے اگر اس کا سوار نماز میں نہیں ہے تو مجلس بدلجاتی ہے (فتاویٰ قاضی خاں) اگر سبحان اللہ، لا الٰہ الا اللہ، یا قرأت میں مشغول ہوا تو مجلس نہیں بدلے گی، اگر آیت سجدہ تلاوت کی، پھر جانور پر سوار ہوا، اور پھر اس کے چلنے سے پہلے اتر آیا تو مجلس نہ بدلے گی اور اگر آیت سجدہ تلاوت کی، پھر سجدہ کر لیا، پھر اس کے بعد قرآن کی بہت سی آیات پڑھیں پھر وہی آیت دوبارہ پڑھی تو دوسرا سجدہ واجب نہ ہوگا، اگر آیت سجدہ ایک جگہ تلاوت کی، پھر کھڑے ہو کر جانور پر سوار ہوا، پھر اس جانور کے چلنے سے پہلے وہی آیت سجدہ تلاوت کی تو اس پر ایک ہی سجدہ واجب ہوگا، اور سجدہ زمین پر کرے، اور اگر جانور چل دیا پھر آیت سجدہ کی تلاوت کی تو دو سجدے واجب ہوں گے، اسی طرح اگر جانور کے اوپر سوار ہو کر آیت سجدہ تلاوت کی اور اس کے چلنے سے پہلے اتر آیا پھر وہ آیت دوبارہ پڑھی تو ایک ہی سجدہ واجب ہوگا اور وہ سجدہ زمین پر کرے (جوہرہ نیرہ) مجلس کے بدلنے کا اعتبار ہے، اعراض کے بدلنے کا اعتبار نہیں ہے چنانچہ اگر کسی نے کہا کہ میں دوبارہ نہ پڑھوں گا، پھر اسی مجلس میں آیت سجدہ تلاوت کی تو ایک ہی سجدہ کافی ہوگا کپڑے کا تانا کرنے میں اور کسی چیز کو اچھل اچھل کر پیروں سے کوٹنے میں اور زمین کے جوتنے میں سجدہ مکرر واجب ہوگا (کافی) اور ایک شاخ سے دوسری شاخ پر چلے جانے سے بھی اصح یہ ہے کہ سجدہ مکرر واجب ہوگا (مضمرات) اور اگر چلتے ہوئے آیت سجدہ

تلاوت کی تو ہر مرتبہ کے پڑھنے میں سجدہ واجب ہوگا۔ اسی طرح اگر دریا یا بڑی نہر کے اندر پانی میں تیر رہا ہو تب بھی مکرر سجدہ واجب ہے اور اگر کسی ایسی حوض یا چشمے میں تیر رہا ہو جس کی حد معلوم ہے تو صحیح یہ ہے کہ مکرر سجدہ واجب ہوگا۔ اس طرح اگر ایک شخص نے چکی کے گرد چکی گھر میں آیت سجدہ تلاوت کی تو صحیح یہ ہے کہ مکرر سجدہ واجب ہوگا (خلاصہ) اگر عمل کثیر کیا مثلاً بہت سا کھایا یا لیٹ کر سو گیا، یا خرید و فروخت کی یا اسی طرح کا کوئی اور کام کیا تو استحساناً دوسرا سجدہ واجب ہوگا۔ اس لئے کہ ان کاموں سے مجلس کا نام بدل جاتا ہے، اس بنا پر عرف کے مطابق سجدہ بھی اس کی طرف منسوب ہوگا (محیط سرخسی)

جو سجدہ نماز میں واجب ہوا ہے وہ نماز سے خارج نہ ادا کیا جائے (سراجیہ: کافی) اور اس کے چھوڑنے سے گنہگار ہوگا (بحر الرائق) یہ حکم اس صورت میں ہے جب سجدہ کرنے سے پہلے نماز فاسد نہ کرے، اور اگر سجدہ سے پہلے نماز فاسد کر دی تو سجدہ کو نماز کے باہر ادا کرے، اور اگر سجدہ کے بعد نماز فاسد کی تو دوبارہ سجدہ نہ کرے (قنیہ) اگر رکوع یا سجدے میں قرآن شریف پڑھا، تو تلاوت کا سجدہ واجب نہ ہوگا اور امام رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے نزدیک سجدہ واجب ہوگا لیکن رکوع یا سجدہ کے اندر ادا ہو جائے گا (ظہیریہ) اگر سجدہ کی آیت پڑھ کر سجدہ کیا، پھر اسی جگہ نماز شروع کر دی اور اس میں بھی وہی آیت پڑھی تو اس پر دوبارہ سجدہ واجب ہوگا اور اگر پہلا سجدہ نہیں کیا تھا تو ایک ہی سجدہ کافی ہے اور پہلا سجدہ ساقط ہو جائے گا، اور اگر ایک رکعت میں آیت سجدہ پڑھی اور سجدہ کر لیا، پھر اسی رکعت میں اس کا اعادہ کیا تو دوبارہ سجدہ واجب ہوگا (محیط سرخسی) اگر نماز کی پہلی رکعت میں آیت سجدہ تلاوت کی اور اس کا سجدہ کر لیا، اور پھر دوسری یا تیسری رکعت میں وہی آیت مکرر پڑھی تو دوبارہ سجدہ واجب نہ ہوگا یہی اصح ہے (خلاصہ) اگر آیت سجدہ نماز میں تلاوت کی اور سجدہ کر لیا، پھر سلام پھیرنے کے بعد اسی جگہ دوبارہ وہی آیت پڑھی تو دوسرا سجدہ ظاہر روایت کے مطابق واجب ہوگا بعض نے کہا ہے کہ یہ حکم اس وقت ہے جب سلام کے بعد کلام کرے اور اگر نماز میں آیت سجدہ تلاوت کی اور اس کا سجدہ نہ کیا یہاں تک سلام پھیر دیا اس کے بعد وہی آیت تلاوت کی تو ایک سجدہ کرلے اور پہلا سجدہ اس سے ساقط ہو جائے گا (فتاویٰ قاضی خاں) ایک شخص نے آیت سجدہ ایک رکعت میں پڑھی پھر وضو ٹوٹ

عرف :- یہ بھی فقہ کی ایک خاص اصطلاح ہے، اور کثرت کے ساتھ اس کا استعمال ہوتا ہے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کچھ تفصیل کے ساتھ اس پر کلام کیا جائے لغت میں عرف کے معنی "جاننے" کے آتے ہیں اور لغت ہی کے اعتبار سے عرف کا لفظ جانی پہچانی اور مستحسن شے کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ قرآنِ کریم کی آیت میں عرف کا لفظ اس معنی میں مستعمل ہوا ہے۔۔

خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ ط — اے رسولؐ عفو درگذر کا طریقہ اختیار کرو، اور معروف شی کا حکم کرو، اور جاہلوں سے نہ الجھو۔۔

لیکن فقہاء کرام عرف کی تعریف ان الفاظ سے کرتے ہیں عادۃ جمہور قوم فی قول او عمل یعنی کسی قول میں جمہور امت کی جو عادت ہوتی ہے اس کا نام عرف ہے عرف کی اس اصطلاحی تعریف سے یہ بات بخوبی معلوم ہوگی کہ عرف کا اطلاق اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ چیز اس مقام کے سارے لوگوں میں یا غالب ترین اکثریت میں شائع ذائع نہ ہو اسی لئے عرف کو "عادت" اور تعامل کے ناموں سے بھی یاد کیا جاتا ہے، فقہا کے یہاں اثبات احکام کے سلسلہ میں عرف بھی ایک دلیل شرعی ہے اس سلسلہ میں حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کا یہ اثر پیش کیا جاتا ہے ما راہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن" یعنی جس چیز کو مسلم معاشرہ مستحب سمجھے وہ اللہ کے نزدیک بھی مستحسن ہے، اب اس کے بعد اگر عرف عام نص قطعی (قرآن و حدیث) کے خلاف واقع ہو جائے تو عرف کو اختیار کر کے نص میں تغیر کرنا ہرگز جائز نہیں ہو مثلاً لوگوں کے رسم و رواج، اور تعامل سے شراب اور ربو وغیرہ کا استعمال جائز نہیں ہو سکتا، اور اگر عرف عام قیاس کے خلاف ہو تو اس صورت

بقیہ صفحہ

گیا اور وضو کرکے نماز کی بنائی پھر اس آیت کو کسی دوسرے شخص سے تو اس پر دوسرا سجدہ واجب ہوگا اور نماز سے خارج ہونے کے بعد سجدہ کرے اس کے برخلاف اگر نماز کے اندر آیت سجدہ تلاوت کی پھر وضو ٹوٹ گیا اور وضو کرکے اس پر نماز کی بنائی اور پھر وہی آیت پڑھی تو دوسرا سجدہ واجب ہوگا (ظہیریہ) اگر مباح کے وقت میں سجدہ کی آیت تلاوت کی اور مکروہ وقت میں سجدہ کیا تو جائز نہ ہوگا اور اگر مکروہ وقت میں سجدہ کی آیت تلاوت کی اور اس وقت سجدہ کرلیا تو جائز ہوگا، اگر سواری سے اتر کر سجدہ کی آیت تلاوت کی پھر اس کو خوف پیدا ہوا اور وہ سوار ہوگیا، اور سواری پر سجدہ کیا تو خوف کی حالت میں جائز ہے اور امن کی حالت میں جائز نہیں ہے (محیط سرخسی) تحریمہ کے علاوہ سجدۂ تلاوت میں وہی شرائط ہیں جو نماز کی شرائط ہیں اور اس کا فرض زمین پر پیشانی رکھنا ہے یا جو اس کے قائم مقام ہو، مثلاً رکوع یا مریض کے لئے اشارہ یا سفر میں جانور پر سوار ہونا، جو سجدہ زمین پر واجب ہوگا وہ جانور پر سوار ہوکر ادا نہ ہوگا اور جو جانور پر سواری کی حالت میں واجب ہوا ہے وہ زمین پر ادا ہو جائے گا،،

سجدۂ تلاوت کے فاسد ہونے کا اصول

جن چیزوں سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ ان ہی چیزوں سے یہ سجدہ بھی فاسد ہو جاتا ہے مثلاً جان بوجھ کر وضو توڑنے سے۔ بات چیت کرنے سے، قہقہہ لگانے سے سجدہ فاسد ہو جاتا ہے اگر یہ چیزیں سجدہ کے اندر واقع ہوں تو سجدہ کا اعادہ واجب ہوگا، جیسے نماز کے سجدہ کا حکم ہے لیکن اتنا فرق ہے کہ اس سجدہ میں قہقہہ سے وضو نہیں ٹوٹتا، اور عورت کے برابر آجانے سے یہ سجدہ فاسد نہیں ہوتا اگر تلاوت کے سجدہ میں سو گیا تو صحیح قول کے مطابق وضو نہ ٹوٹے گا (بحر الرائق) سجدہ میں جاتے ہوئے اور سجدہ سے اٹھتے ہوئے اللہ اکبر کہنا سنت ہے (محیط سرخسی) یہی ظاہر ہے (تبیین) جب سجدہ کا ارادہ کرے تو اللہ اکبر کہے اور ہاتھ نہ اٹھائے اور سجدہ کرے پھر اللہ اکبر کہتے ہوئے سر اٹھائے اس میں التحیات اور سلام واجب نہیں ہے (ہدایہ) سجدہ میں تین بار سبحان ربی الاعلیٰ پڑھے تین بار سے کم نہ پڑھے، جس طرح فرض میں تین بار سے کم نہیں پڑھتے ہیں (خلاصہ) یہی صحیح ہے (فتاویٰ قاضی خاں) اگر سجدہ میں کچھ نہ پڑھا تب بھی جائز ہے، جیسا کہ فرض نماز کے سجدہ میں جائز ہوتا ہے (خلاصہ) اللہ اکبر بلند آواز سے کہے اور مستحب یہ ہے کہ جب سجدۂ تلاوت کا ارادہ کرے تو کھڑا ہو جائے پھر سجدہ کرے اور سجدہ کرنے کے بعد پھر کھڑا ہو جائے پھر بیٹھ جائے (ظہیریہ) جب سجدہ کا ارادہ کرے تو دل سے اس کی نیت کرے اور زبان سے کہے کہ میں اللہ کیلئے سجدۂ تلاوت ادا کرتا ہوں پھر تکبیر کہے (سراج الوہاج) غیاثیہ میں ہے کہ سجدۂ تلاوت کا ادا کرنا فی الفور واجب نہیں ہے، پس اس کو جس وقت بھی ادا کرے گا تو ادا ہو جائے گا قضا نہ ہوگا (تاتارخانیہ) یہ حکم اس سجدہ کا ہے جو نماز میں واجب نہیں ہوا ہے، اور جو سجدہ نماز میں واجب ہوا ہے، اس میں اگر تاخیر کی یہاں تک کہ اس کے بعد اگر بہت دیر تک قرارت کی تو قضا ہو جائے گا اور گنہ گار ہوگا (بحر الرائق) اگر پڑھنے والے کے پاس ایسے لوگ موجود ہیں کہ جن کو سجدہ کرنے کی عادت ہے اور قرارت کرنے والا اپنے دل میں اچھی طرح سمجھتا ہے کہ سجدہ کرنا ان پر شاق نہ ہوگا تو اسے جہر سے پڑھنا چاہیئے، اگر وہ لوگ بے وضو ہوں یا ان لوگوں کے بارے میں اسے یہ خیال ہو کہ وہ سنکر سجدہ نہیں کریں گے یا ان لوگوں پر سجدہ کرنا گراں گذرے گا تو آہستہ پڑھنا چاہیئے خواہ نماز میں ہو یا نماز سے باہر ہو (خلاصہ) اور یہ مکروہ ہے کہ سورۃ پڑھے اور سجدہ کی آیت چھوڑ دے، اگر صرف آیت سجدہ نماز سے باہر تلاوت کی تو مکروہ نہیں ہے، مستحب یہ ہے کہ اس کے ساتھ ایک دو

میں قیاس کے اندر تبدیلی کرنا جائز ہے اور اگر عرف خاص ہے (یعنی کسی خاص جگہ کے لوگوں کا کسی چیز پر تعامل) تو اس سے قیاس میں تغیر و تبدل کرنے میں اختلاف ہے اور اصح قول یہ ہے کہ قیاس میں تبدیلی جائز ہے

لقمان الحق فاروقی

آہستہ اور ملائے (فتاویٰ قاضی خاں) اگر سجدہ کی آیت کے ساتھ کوئی اور آیت پڑھی تو کوئی حرج نہیں ہے (خلاصہ)

سجدۂ شکر کے مسائل بھی اسی سے متعلق ہیں

حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کے نزدیک سجدۂ شکر کا اعتبار نہیں ہے اور وہ ان کے نزدیک مکروہ ہے، اس پر ثواب نہیں ملتا۔ اس کا چھوڑنا اولیٰ ہے۔ حضرت امام ابو یوسفؒ اور حضرت امام محمدؒ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سجدۂ شکر عبادت ہے اور اس پر ثواب ملتا ہے صاحبین کے نزدیک اس کا طریقہ یہ ہے کہ جس شخص کو کوئی نعمت غیر مترقبہ ملے یا اللہ تعالیٰ فرزند عطا فرمائے، یا دولت دے یا اس کی گمشدہ چیز ملجائے، یا کوئی مصیبت اور بلا اس سے ٹلجائے، یا مریض صحت یاب ہو جائے، یا گمشدہ شخص حاضر ہو جائے، تو اس کیلئے مستحب ہے کہ اللہ کے لئے قبلہ رخ ہو کر سجدہ شکر بجالائے اور اس میں اللہ کی حمد و ثنا اور تسبیح پڑھے پھر اللہ اکبر کہہ کر سجدہ سے سر اٹھائے جسطرح سجدۂ تلاوت میں سر اٹھایا کرتے ہیں (سراج الوہاج) حجۃ میں ہے کہ لوگوں کو سجدۂ شکر سے منع نہ کیا جائے اس لئے کہ اسمیں عاجزی اور عبادت ہے اسی پر فتویٰ ہے (تاتارخانیہ) نماز کے بعد جن اوقات میں نفل پڑھنا مکروہ ہے سجدۂ شکر بھی مکروہ ہے، ان اوقات کے علاوہ دیگر اوقات میں سجدۂ شکر مکروہ نہیں ہے (قنیہ) بلا سبب سجدہ کرنا عبادت نہیں اور مکروہ بھی نہیں ہے، نماز کے بعد لوگ جو سجدہ کیا کرتے ہیں وہ مکروہ ہے، اس لئے کہ جاہل لوگ اس کو سنت یا واجب سمجھتے ہیں اور جس مباح کا یہ حال ہو، وہ مکروہ ہو جاتا ہے (زاہدی)

چودھواں باب

مریض کی نماز کا بیان

مریض اگر کھڑا نہیں ہو سکتا تو بیٹھکر نماز پڑھے اور رکوع و سجدہ کرے (ہدایہ) عاجز ہونے کے معنی صحیح قول کے مطابق ہیں کہ اس کے کھڑے ہونے سے نقصان ہوتا ہو اسی پر فتویٰ ہے، معراج الدرایہ) اسی طرح کھڑے ہونے سے مرض کے بڑھ جانے کا یا دیر سے صحتیاب ہونے کا یا سر میں درد کا اندیشہ ہو تب بھی یہی حکم ہے (تبیین) اگر کھڑے ہونے سے درد ہوتا ہے تب بھی یہی حکم ہے اگر کھڑے ہونے سے کچھ تھوڑی سی تکلیف ہو تو قیام کا چھوڑنا جائز نہیں ہے (کافی) اگر کچھ دیر کھڑا ہو سکتا ہے اور پوری نماز میں کھڑا نہیں رہ سکتا تو جتنی دیر کھڑا رہ سکتا ہے، اتنی دیر کھڑے رہنے کا حکم کیا جائیگا، اگر صرف کھڑے ہو کر تکبیر (اللہ اکبر) کہہ سکتا ہے اور قرارت کے لئے قیام نہیں کر سکتا یا کچھ دیر قرارت کے لئے بھی قیام کر سکتا ہے پوری قرارت کے لئے قیام نہیں کر سکتا تو اس کے لئے حکم یہ ہے کہ کھڑے ہو کر تکبیر (اللہ اکبر) کہے اور جتنی دیر کھڑے ہو کر پڑھ سکتا ہے، اتنی دیر کھڑے ہو کر قرارت کرے پھر عاجز ہو جائے تو بیٹھ جائے، شمس الائمہ حلوائی نے کہا ہے کہ یہی مذہب صحیح ہے اگر اس مذہب پر عمل نہ کیا تو مجھے خوف ہے کہ اس کی نماز جائز نہ ہوگی (خلاصہ) اگر سہارا لگا کر کھڑے ہونے پر قادر ہے تو صحیح یہ ہے کہ سہارا لگا کر کھڑے ہو کر نماز پڑھے اس کے علاوہ کوئی اور بات جائز نہیں ہے، اسی طرح لاٹھی یا اپنے خادم پر سہارا لگا کر کھڑا ہو سکتا ہے تو سہارے سے کھڑے ہو کر نماز پڑھے (تبیین) مریض اگر گھر پر نماز پڑھے تو قیام کر سکتا ہے اگر باہر نکلے تو قیام نہیں کر سکتا، اس میں مشائخ کا اختلاف ہے، مختار یہ ہے کہ اپنے گھر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ لے اسی پر فتویٰ ہے (مضمرات) پھر مریض اگر بیٹھکر نماز پڑھے تو کس طرح بیٹھے، اصح یہ ہے کہ جسطرح اسے سہولت ہو اسی طرح بیٹھ جائے (سراج الوہاج) یہی صحیح ہے (عینی شرح ہدایہ) اگر سیدھا بیٹھنے پر قادر نہیں ہے

بلکہ کسی دیوار یا آدمی پر سہارا لگا کر بیٹھ سکتا ہے تو اس کے لئے واجب ہے کہ اس طرح سہارے سے بیٹھکر نماز پڑھے (ذخیرہ) ایسے شخص کے لئے لیٹ کر نماز پڑھنا مختار قول کے مطابق جائز نہیں ہے (تبیین) اگر قیام اور رکوع و سجود پر قادر نہیں ہے اور بیٹھنے پر قادر ہے تو بیٹھ کر اشارہ سے نماز پڑھے اور سجدہ کے اشارہ کو رکوع کے اشارہ سے زیادہ نیچے کرے (فتاوی قاضی خاں) یہاں تک کہ اگر رکوع اور سجدہ کا اشارہ برابر رکھا تو نماز صحیح نہ ہوگی (بحر الرائق) اگر رکوع و سجدہ سے عاجز ہے اور قیام پر قادر ہے تو اس کے لئے مستحب ہے کہ بیٹھکر اشارہ سے نماز پڑھے اگر کھڑے ہوکر اشارہ سے نماز پڑھی تو ہمارے نزدیک جائز ہوگی (فتاوی قاضیخاں) اشارہ سے نماز پڑھنے والا سجدہ سہو بھی اشارہ سے ادا کرے گا (محیط) اشارہ سے نماز پڑھنے کی طرف کوئی لکڑی یا تکیہ اٹھا کر دینا مکروہ ہے اور اگر ایسا کیا گیا تو دیکھیں گے کہ سجدہ کے لئے اس کا سر رکوع کے اعتبار سے اگر زیادہ جھکتا ہے تو جائز ہے (خلاصہ) لیکن اس کا یہ فعل برا ہے (مضمرات) اگر رکوع اور سجدہ کے لئے اس کا سر نہیں جھکتا اور اس کی پیشانی پر لکڑی لگادی جائے تو نماز جائز نہ ہوگی یہی اصح ہے تکیہ زمین پر پڑا ہوا ہے اور اس پر سجدہ کرتا ہے تو نماز جائز ہے (خلاصہ) اگر پیشانی پر زخم ہے جس کی وجہ سے اس پر سجدہ نہیں کر سکتا تو اشارہ کر دینا کافی نہ ہوگا، اور اس کے لئے واجب ہے کہ ناک پر سجدہ کرے، اگر ناک پر سجدہ نہ کیا، اور صرف اشارہ کر دیا تو نماز درست نہ ہوگی (ذخیرہ)

اگر بیٹھنے پر قادر نہیں ہے تو چت لیٹ جائے اور اپنے دونوں پیر قبلہ کیطرف پھیلادے اور اشارہ سے رکوع و سجدہ ادا کرے اور اس کے سر کے نیچے ایک تکیہ رکھدینا چاہیئے، تاکہ بیٹھنے والے کے مشابہ ہوجائے اور رکوع و سجدہ کا اشارہ اچھی طرح ادا کرسکے اگر پہلو پر لیٹا اور قبلہ کیطرف منہ کرکے اشارہ سے نماز پڑھی تو جائز ہے، اور پہلی صورت اولی ہے (کافی) اگر داہنی کروٹ کے لیٹنے پر قادر نہیں ہے تو بائیں کروٹ پر لیٹ جائے (سراج الوہاج) اور قبلہ کیطرف منہ کرے (قنیہ) اگر تندرست آدمی نے کھڑے ہوکر نماز شروع کی پھر (درمیان) میں کوئی ایسا مرض پیدا ہوا کہ کھڑا نہیں ہو سکتا تو بیٹھ کر نماز پڑھے اور رکوع و سجدہ کرے اور رکوع و سجدہ پر قادر نہیں ہے تو بیٹھ کر اشارہ سے نماز پڑھے اور اگر بیٹھنے پر بھی قادر نہیں ہے تو لیٹ کر اشارہ سے نماز پڑھے (تبیین) ایک شخص بیٹھ کر رکوع و سجدہ سے نماز پڑھ رہا تھا پھر نماز ہی کے اندر تندرست ہوگیا تو امام ابو حنیفہؒ اور حضرت امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اپنی بقیہ نماز کھڑے ہوکر ادا کرے اگر کچھ نماز اشارہ سے پڑھی پھر رکوع و سجدہ پر قادر ہوگیا تو بالاتفاق از سر نو نماز پڑھے (ہدایہ) یہ حکم اس صورت میں ہے جب اس کو یہ قدرت اشارہ سے رکوع و سجدہ کرنے کے بعد حاصل ہو اگر نماز شروع کرنے کے بعد اور رکوع و سجدہ کرنے سے پہلے یہ قدرت حاصل ہوئی تو اس نماز کو پوری کرے (جوہرہ نیرہ) اگر مریض اشارہ کرنے سے بھی عاجز ہو، تو ظاہر روایت کے مطابق نماز کا فرض اس سے ساقط ہو جاتا ہے، آنکھوں اور بھوؤں سے اشارہ کرنا معتبر نہیں ہے اور جب اس کے مرض میں تخفیف ہوجائے، تو اس پران نمازوں کی قضا لازم ہونے میں اختلاف ہے، بعض یہ فرماتے ہیں کہ اگر ایک دن رات سے اس کی یہ حالت متجاوز ہوگئی، تو قضا لازم نہ ہوگی، اور اگر اس سے کم رہی تو قضا لازم ہوگی، جیسے کہ بے ہوشی کی حالت کا حکم ہے، یہی اصح ہے (فتاوی قاضی خاں) اسی پر فتوی ہے (ظہیریہ) اگر اسی حالت میں انتقال کرجائے تو اس پر یہ نمازیں واجب نہ ہوں گی اور نہ ان کا فدیہ لازم ہوگا (محیط) اگر چار رکعات بیٹھ کر پڑھیں، اور جب چوتھی رکعت کے قعدہ میں بیٹھا تو التحیات پڑھنے سے پہلے اس نے قرارت کی، اور رکوع کیا، تو یہ قیام کے قائمقام ہو جائے گا اور اسی طرح نماز پڑھتا رہے (فتاوی قاضی خاں) حاوی میں ہے کہ اس صورت میں) سجدہ سہو کرے (تاتارخانیہ) اگر دوسری رکعت کے دوسرے سجدے سے سر اٹھا کر قیام کی نیت کی اور قرارت نہ کی پھر یاد آگیا تو قعدہ کیطرف لوٹ آوے اور التحیات پڑھے (فتاوی قاضی خاں) مریض نے بیٹھ کر نماز پڑھی جب چوتھی رکعت کے آخری

سجدہ سے سر اٹھایا تو گمان ہوا کہ یہ تیسری رکعت ہے، اس نے قرارت کی اور اشارہ سے رکوع و سجدہ کیا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی، اور اگر تیسری رکعت میں تھا اور دوسری رکعت سمجھ بیٹھا، اور قرارت شروع کر دی، اس کے بعد معلوم ہوا کہ وہ تیسری رکعت پڑھ رہا ہے تو تشہد کی طرف نہ لوٹے، بلکہ اسی طرح قرارت کرتا رہے اور نماز کے آخر میں سجدہ سہو کرے (محیط) تجرید میں ہے کہ مریض اپنی نماز میں قرارت، و تسبیح، اور التحیات اسی طرح پڑھے جسطرح تندرست پڑھا کرتا ہے اور اگر ان سب سے عاجز ہو تو چھوڑ دے (تاتارخانیہ) تندرست اور مریض میں صرف ان چیزوں میں فرق ہے، جن میں مریض عاجز ہے، اور جن چیزوں پر مریض قادر ہے، ان کا وہی حکم ہے جو تندرست کا ہے، ایک شخص کو قبلہ معلوم ہے لیکن قبلہ کیطرف منہ کرنے پر قادر نہیں ہے، اور ایسا کوئی شخص نہیں ہے جو اس کا منھ قبلہ کی طرف پھیر دے تو ظاہر روایت کے مطابق اسی طرح نماز پڑھے اور اس نماز کا اعادہ نہ کرے، اور اگر کوئی ایسا شخص آگیا جو اس کا منھ قبلہ کی طرف پھیر سکتا ہے، تو مریض کے لئے مناسب ہے کہ اس کو حکم کرے تاکہ وہ اس کا منہہ قبلہ کی طرف کردے اگر مریض نے حکم نہ کیا اور اس نے قبلہ کے علاوہ کسی اور جانب کو نماز پڑھی تو جائز نہ ہوگی، اگر مریض ناپاک بچھونے پر ہے اور پاک بچھونا نہیں ملتا، یا پاک بچھونا ملتا ہے لیکن کوئی ایسا شخص نہیں جو اس کا بچھونا بدل دے تو ناپاک بچھونے پر ہی نماز پڑھ لے، اور اگر کوئی ایسا شخص ہے جو بدل کر پاک بچھونا ڈالدے تو اس کے لئے مناسب ہے کہ وہ حکم کرے اور اگر مریض نے حکم نہ کیا اور ناپاک بچھونے پر نماز پڑھی تو جائز نہ ہوگی (محیط)

مریض کے نیچے ناپاک کپڑے ہیں اگر یہ صورت ہے کہ جو کپڑا بچھاتے ہیں، فوراً ناپاک ہو جاتا ہے تو اسی حالت میں نماز پڑھے اور اگر دوسرا بچھونا ناپاک نہیں ہوتا لیکن بچھونا بدلنے میں مریض کو بہت تکلیف ہوتی ہے تب بھی بچھونا نہ بدلیں (فتاوی قاضی خاں)

اگر پانچ نمازوں کے اوقات تک بے ہوش رہا تو ان نمازوں کی قضا کرے اور اگر اس سے زیادہ بے ہوش رہا تو قضا نہ کرے، جنون کا حکم وہی ہے جو بے ہوشی کا ہے یہی صحیح ہے، کثرت کا اعتبار حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اوقات سے کیا جاتا ہے یہی صحیح ہے یہ حکم اس صورت میں ہے جب بے ہوشی برابر طاری رہے اور اس مدت میں کبھی افاقہ نہ ہو، اور اگر افاقہ ہو جاتا ہے تو غور کریں گے کہ اگر مقررہ وقت پر افاقہ ہوتا ہے مثلاً صبح کے وقت مرض میں تخفیف ہو جاتی ہے، تھوڑی دیر افاقہ رہتا ہے، پھر اس کے بعد مرض عود کر آتا ہے اور وہ بے ہوش ہو جاتا ہے تو اس افاقہ کا اعتبار کیا جائے گا اور اس سے پہلے بے ہوشی اگر ایکدن رات سے کم طاری رہی تو بے ہوشی کا حکم باطل ہو جائے گا اور اگر افاقہ کا کوئی وقت مقرر نہیں ہے کبھی یکایک افاقہ ہو جاتا ہے اور تندرستوں کی سی باتیں کرنے لگتا ہے پھر بے ہوش ہو جاتا ہے تو اس افاقہ کا اعتبار نہیں ہے (تبیین)

اگر کسی جانور یا انسان کے خوف سے ایکدن رات سے زیادہ بے ہوش رہا تو بالاجماع اس سے قضا ساقط ہو جائے گی، اگر شراب پی اور ایکدن رات سے زیادہ بیہوشی طاری رہی تو نماز ساقط نہ ہوگی، اگر بھنگ پیا اور کوئی دوا پی جس سے ایک دن رات سے زیادہ عقل جاتی رہی، تو حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام اعظم رحمہما اللہ کے نزدیک نماز ساقط نہ ہوگی (خلاصہ) اور اگر ایکدن رات سے زیادہ سوتا رہا تو نماز قضا کرے ایک شخص کا یہ حال ہے کہ رمضان کے روزے رکھ کر بیٹھ کر نماز پڑھ سکتا ہے اور اگر روزے نہ رکھے تو کھڑے ہو کر نماز پڑھ سکتا ہے تو ایسا شخص روزے رکھے اور بیٹھ کر نماز پڑھے (محیط سرخسی) اگر مریض نے جان کر یا خطاء سے یہ خیال کرتے ہوئے کہ پھر بیماری کی وجہ سے نماز نہ پڑھ سکے گا وقت سے پہلے ہی نماز پڑھ لی تو نماز کافی نہ ہوگی، اسی طرح بلا قرارت یا بلا وضو نماز پڑھی تب بھی جائز نہ ہوگی، اگر قرارت سے عاجز ہے تو قرارت کے بغیر اشارہ سے نماز پڑھے، اگر ایک شخص کا غلام بیکار ہے اور وہ وضو پر قادر نہیں ہے تو اس کے آقا پر واجب ہے کہ اس کو وضو کرادے، اگر کسی کی عورت بیمار ہے تو اس شخص پر عورت کو وضو

گرانا واجب نہیں ہے (محیط) اگر کوئی شخص ایسا ہے کہ نماز کے کسی خاص رکن پر حدث کے بغیر قدرت نہیں ہے تو وہ رکن اس کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گا (فتاویٰ قاضی خاں)، پس اگر ایک شخص کے زخم ہے جب سجدہ کرتا ہے تو زخم بہنے لگتا ہے اور اس کے علاوہ رکوع و قیام اور قرارت پر قادر ہے تو ایسے شخص کو بیٹھ کر اشاروں سے نماز پڑھ لینی چاہیئے، اگر نماز پڑھی، رکوع کیا اور بیٹھکر سجدہ کا اشارہ کیا تو پہلی صورت افضل ہے (محیط) اسی طرح مریض کی اگر یہ حالت ہے کہ کھڑے ہو کر نماز پڑھتا ہے تو پیشاب جاری ہو جاتا ہے، یا زخم بہنے لگتا ہے یا قرارت پر قادر نہیں رہتا اور اگر بیٹھ کر نماز پڑھتا ہے تو کچھ حرج نہ ہوگا، اس کے لیے بیٹھ کر نماز پڑھنا مناسب ہے (سراجیہ)، اگر ایک شخص کے کھڑے ہونے میں دشمن کا خوف ہے یا ایسے خیمے میں ہے کہ وہاں کھڑا نہیں ہو سکتا اور اگر باہر نکلتا ہے تو کیچڑ اور بارش کی وجہ سے نماز نہیں پڑھ سکتا تو بیٹھ کر نماز پڑھے، مریض کی نماز اگر فوت ہو گئی اور حالتِ صحت میں اس کی قضا کرے تو اسی طرح نماز پڑھے جیسے تندرست پڑھا کرتے ہیں، اور اگر جس حالت میں نماز فوت ہوئی تھی، اسی حالت میں پڑھنی جائز نہ ہوگی (محیط سرخسی) اگر مرض کی حالت میں وہ نمازیں قضا کرے جو تندرستی کی حالت میں اس سے فوت ہو گئی تھیں تو جس حالت پر وہ قادر ہے بیٹھ کر یا اشارہ سے اسی حالت میں قضا کرے (سراجیہ)، نماز پڑھنے والے نے کسی کو اگر اس لئے بٹھا لیا کہ جب وہ رکوع و سجدہ بھولے تو فوراً اسے مطلع کرے، اس کے بغیر اگر وہ نماز صحیح نہیں پڑھ سکتا تو جائز ہے (قنیہ) مریض کے لئے اتنی تاخیر مستحب ہے کہ امام جمعہ کی نماز سے فارغ ہو جائے اور اگر اتنی تاخیر نہ کی تو مکروہ ہے یہی صحیح ہے (مضمرات)

پندرھواں باب

مسافر کی نماز کا بیان

کم سے کم مسافت جس سے احکام بدلجاتے ہیں تین دن کا چلنا ہے (تبیین) یہی صحیح ہے (جواہر اخلاطی)، جن احکام میں سفر سے تغیر ہو جاتا ہے وہ یہ ہیں (۱) نماز کا قصر (۲)، روزہ نہ رکھنے کا جواز (۳) موزوں کے مسح کی مدت کا تین دن تک بڑھ جانا (۴) جمعہ، عیدین اور قربانی کا وجوب ساقط ہو جانا (۵) آزاد عورت کی محرم کے بغیر باہر نکلنے کی حرمت (عتابیہ) مسافت میں متوسط رفتار معتبر ہے (سراجیہ) متوسط رفتار اونٹوں اور پیدل چلنے والوں کی چال ہے، ان ایام میں جو سال میں سب سے زیادہ چھوٹے دن ہوتے ہیں (تبیین) سفر میں صبح سے شام تک چلنے کی شرط کے بارہ میں اختلاف ہے صحیح یہ ہے کہ یہ شرط نہیں ہے، پس اگر ایک روز صبح سے زوال تک چلا اور منزل پر پہنچگیا، وہاں اترا رات بھر رہا اور پھر اسی طرح دوسرے اور تیسرے دن چلا تو مسافر ہو جائے گا (سراج الوہاج)، اس مسئلہ میں فرسخوں کا حساب معتبر نہیں ہے (ہدایہ) زمین کی رفتار کا دریا میں اور دریا کی رفتار کا زمین میں اعتبار نہیں ہے۔ ہر مقام پر اسی رفتار کا اعتبار ہے جو اس کے حال کے مطابق ہے (جوہرنیرہ)، مدت کا اعتبار اسی راستہ سے کیا جائے گا جس راستہ میں وہ سفر کر رہا ہے (بحر الرائق)، ایک شہر کا ارادہ کیا اور اس کے دو راستے ہیں، ایک راستہ تین دن تین رات کا ہے اور دوسرا اس سے کم ہے اگر وہ شخص دور کے راستہ سے گیا تو ہمارے نزدیک مسافر ہو جائے گا (فتاویٰ قاضی خاں) اگر قریب راستہ کی طرف سے چلے گا تو پوری نماز پڑھے گا (بحر الرائق) اگر ایک جگہ کے دو راستے ہیں ایک پانی کا راستہ ہے جو تین دن میں پورا ہوتا ہے، اور دوسرا خشکی کا راستہ ہے جو دو دن میں پورا ہوتا ہے اگر پانی کے راستہ سے جائے گا تو قصر کرے گا اور اگر

خشکی کے راستہ سے جائے گا تو قصر نہ کرے گا، اگر خشکی کے راستہ سے تین دن میں پہنچ جاتا ہے اور دریا کے راستہ سے دو دن میں تو خشکی کے راستہ میں قصر کرے، دریا کے راستہ میں قصر نہ کرے، دریا کے راستہ میں تین دن اس حالت کے معتبر ہیں جو نہایت معتدل ہو نہ بہت تیز ہو، نہ ساکن، اسی طرح پہاڑ میں وہاں کی متوسط رفتار کے تین دن معتبر ہیں اگرچہ ہموار زمین میں وہ راستہ تین دن سے کم میں طے ہو جائے اگر ایک جگہ کی مسافت متوسط رفتار سے تین دن کے برابر تھی، اور ایک شخص گھوڑے پر سوار ہو کر نہایت گرم و تیز دو دن یا اس سے بھی کم میں پہنچ گیا تو قصر کرے گا (جوہرہ نیرہ) چار رکعتوں کی نماز میں مسافر پر دو رکعتیں فرض ہیں (ہدایہ) ہمارے نزدیک قصر واجب ہے (خلاصہ) اگر چار رکعت پڑھیں اور دوسری رکعت کے بعد بقدر تشہد قعدہ کیا تو نماز جائز ہو جائے گی اور اخیر کی دو رکعتیں نفل ہو جائیں گی لیکن اس کا یہ فعل برا ہے، اس لئے کہ سلام میں تاخیر ہو گئی، اور اگر دوسری رکعت کے بعد التحیات کے بقدر قعدہ نہ کیا تو نماز باطل ہو جائے گی (ہدایہ)

اسی طرح اگر پہلی دو رکعتوں میں ایک رکعت میں قرارت چھوڑ دی تو ہمارے نزدیک نماز فاسد ہو جائے گی (تاتارخانیہ) سفر کا حکم ہر مسافر کے لئے ہے، طاعت کیلئے سفر کرنا اور معصیت کے لئے سفر کرنا برابر ہے (محیط) اسی طرح سوار اور پیادے کا حکم برابر ہے (تہذیب) سنتوں میں قصر نہیں ہے (محیط سرخسی) بعض فقہا نے مسافر کے لئے سنتوں کا چھوڑنا جائز رکھا ہے اور مختار یہ ہے کہ خوف کی حالت میں سنت نہ پڑھے اور امن و سکون کی حالت میں سنتیں پڑھے (وجیز کردری) حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ مسافر جب شہر سے باہر نکل جائے اور شہر کے مکانات پیچھے رہ جائیں تو قصر شروع کر دے (محیط) غیاثیہ میں ہے کہ یہی مختار ہے اور اسی پر فتویٰ ہے (تاتارخانیہ) صحیح یہ ہے کہ شہر کی آبادی سے نکل جانے کا اعتبار ہے آبادی کا اعتبار نہیں ہے لیکن اگر ایک یا کئی گاؤں شہر پناہ سے ملے تو ان سے نکل جانا بہتر ہوگا اور جو گاؤں فنار شہر سے متصل ہے اس کے باہر نکلنے سے پہلے بھی قصر کر سکتا ہے (محیط) اسی طرح سفر سے جب اپنے شہر کی طرف لوٹے تو جب تک آبادی کے اندر داخل نہ ہو قصر کرتا رہے، صرف نیت کر لینے سے انسان مسافر نہیں ہو جاتا جب تک شہر سے باہر نہ چلا جائے البتہ مقیم صرف نیت کرنے سے ہو جاتا ہے (محیط سرخسی)

شہر کی جس جانب سے باہر نکلا ہے اسی جانب کا اعتبار ہے پس اگر ایک طرف شہر سے باہر نکل گیا اور دوسری طرف سے شہر کے مکانات اس کے محاذی ہیں تو قصر کرے گا (تبیین) شہر کی جس جانب سے باہر نکلا ہے، اگر اس طرف کوئی ایسا محلہ ہے جو اب شہر سے جدا ہو گیا اور پہلے وہ ملا ہوا تھا تو جب تک اس محلہ سے باہر نہ جائے نماز میں قصر نہ کرے (خلاصہ) مسافر کے لئے رخصت کا حکم اس وقت حاصل ہوتا ہے، جب تین دن کے سفر کا ارادہ کرے اور اگر اتنے دن کا ارادہ نہ کیا، تو اگرچہ تمام دنیا کا چکر کرے رخصت سفر کا حکم ثابت نہ ہوگا، مثلاً کسی بھاگے ہوئے یا قرضدار کا پیچھا کیا، یا اسی طرح کا اور سفر کیا جس میں تین دن کے سفر کا قصد نہیں کیا تو رخصت سفر ثابت نہ ہوگی، سفر کے ارادہ میں صرف غلبہ ظن معتبر ہے یقین شرط نہیں ہے، یعنی اگر گمان غالب ہے، کہ تین دن کا سفر کرے گا تو قصر کرے (تبیین) یہ بھی ضروری ہے کہ اس میں نیت کی اہلیت ہو پس اگر ایک لڑکے نے اور ایک نصرانی دونوں نے سفر کیا، اور دو دن تک چلے پھر لڑکا بالغ ہو گیا، یا نصرانی مسلمان ہو گیا، تو لڑکا پوری نماز پڑھے گا، اور نصرانی (جو مسلمان ہوا ہے) قصر کرے گا (زاہدی) جب تک کسی دیہات یا شہر میں پندرہ دن یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کی نیت نہ کرے تب تک سفر کا حکم برابر جاری رہے گا (ہدایہ) یہ حکم اس صورت میں ہے جب تین دن تک چلے اگر تین دن تک نہ چلا اور لوٹنے کا ارادہ کیا، یا اقامت کی نیت کی تو جنگل میں بھی مقیم ہو جائے گا۔

نیتِ اقامت کی شرط

اقامت کی نیت پانچ شرائط کے ساتھ معتبر ہوتی ہے (۱) پہلی بات یہ ہے کہ چلنا موقوف کرے پس اگر اقامت کی نیت کی اور برابر چلتا رہا تو نیت صحیح نہ ہوگی (۲) دوسری شرط یہ ہو کہ مسافر

نے جسجگہ ٹھیرنے کی نیت کی ہے وہ جگہ ٹھیرنے کے لائق ہو یہاں تک کہ اگر جنگل میں، دریا میں، یا جزیرے میں ٹھیرنے کی نیت کرلی تو صحیح نہ ہوگی (۳) تیسری شرط یہ ہے کہ کسی ایک جگہ ٹھیرنے کی نیت کرے (۴) چوتھی شرط یہ ہے کہ برابر پندرہ دن یا اس سے زیادہ ٹھیرنے کی نیت کرے (۵) پانچویں شرط یہ ہے کہ اس کی رائے مستقل ہو (معراج الدرایہ)

شمس الائمہ حلوائی نے کہا ہے کہ اگر مسلمانوں کا لشکر کسی جگہ کا قصد کرے اور ان کے ساتھ سائبان اور چھوٹے بڑے ڈیرے ہیں، اور وہ راستہ میں کسی جگہ جنگل میں اتر کر ڈیرے کھڑے کردیں اور وہاں پندرہ دن ٹھیرنے کا ارادہ کریں تو مقیم نہ ہوں گے، اس لئے کہ یہ سب ہے چلنے کا سامان ہے سکن نہیں ہے (محیط) جنگل کے لوگ جو ہمیشہ ڈیرے وغیرہ ڈال کر جنگل میں رہتے ہیں، ان کی نیت کرلینے سے مقیم ہوجانے میں فقہا کا اختلاف ہے، حضرت امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ سے اس بارہ میں دو روایتیں ہیں، ایک روایت میں مقیم نہیں ہوتے، اور دوسری روایت کے مطابق مقیم ہوجاتے ہیں، اسی قول پر فتویٰ ہے (غیاثیہ) اگر پندرہ دن سے کم ٹھیرنے کی نیت کرے تو قصر کرے گا (ہدایہ) اگر کسی شہر میں برس ہا برس یہ ارادہ کرتا رہا کہ جب اس کا کام ہوجائے گا تو چلا جائے گا، اور پندرہ روز ٹھیرنے کی نیت نہ کی تو برابر قصر کرے گا (تہذیب) حج کو جانے والے لوگ جب بغداد پہنچ جائیں اور وہاں ٹھیرنے کی نیت نہ کریں، لیکن یہ ارادہ ہے کہ قافلہ کے بغیر نہ جائیں گے، بلکہ قافلہ کے ساتھ جائیں گے، اور یہ بات بھی معلوم ہے کہ قافلہ پندرہ یا اس سے زیادہ دنوں کے بعد جائے گا، تو یہ لوگ پوری چار رکعتیں پڑھیں قصر نہ کریں، اگر ایک شخص نے دو مقام پر پندرہ دن ٹھیرنے کی نیت کی، اور وہ دونوں مقام الگ الگ ہیں، جیسے مکہ، منیٰ، کوفہ و حیرہ وغیرہ تو وہ مقیم نہ ہوگا، اور اگر ایک مقام دوسرے مقام کا تابع ہے یہاں تک کہ ایک مقام کے لوگوں پر جمعہ واجب نہیں ہوتا تو مقیم ہوجائے گا، اگر دو بستیوں میں پندرہ دن اسی طرح ٹھیرنے کی نیت کرے کہ دن میں ایک بستی میں رہے گا اور رات کو دوسری بستی میں تو جب رات بسر کرنے کے لئے بستی میں داخل ہوگا تو مقیم ہوجائے گا (محیط سرخسی) اور دن کی رہنے والی بستی میں جب داخل ہوا تھا تو داخل ہونے سے مقیم نہ ہوگا (خلاصہ) کتاب المناسک میں ہے کہ حاجی اگر ذی الحجہ کے پہلے عشرہ میں مکہ میں داخل ہوجائے اور پندرہ دن ٹھیرنے کی نیت کرے تو صحیح نہیں ہے، اس لئے کہ اس کو عرفات میں ضرور جانا پڑے گا، اور شرط متحقق نہ ہوگی۔

عیسیٰ ابن ابان کے فقہ سیکھنے کا سبب!

لوگ کہتے ہیں کہ عیسیٰ ابن ابان کے فقہ سیکھنے کا سبب یہی مسئلہ بنا، وہ ان دنوں طلب حدیث میں مشغول تھے انکا بیان ہے، کہ میں ذی الحجہ کے پہلے عشرہ میں اپنے ایک ساتھی کے ساتھ مکہ میں داخل ہوا اور وہاں ایک مہینہ ٹھیرنے کی نیت کرلی اور پوری نماز پڑھتا رہا، اصحاب ابوحنیفہؒ میں سے ایک صاحب سے میری ملاقات ہوئی، انھوں نے فرمایا کہ تم نے غلطی کی، اس لئے کہ تمہیں عرفات جانا پڑے گا، پھر جب میں منیٰ سے لوٹا تو میرے ساتھی نے سفر کرنے کا ارادہ کیا اور میں نے بھی اس کی رفاقت کا ارادہ کرلیا اور نماز میں قصر شروع کردیا، پھر جب صاحب ابوحنیفہؒ سے میری ملاقات ہوئی تو انھوں نے فرمایا، تم نے پھر غلطی کی، اس لئے کہ تم ابھی مکہ میں مقیم ہو جب تک اس سے باہر نہ نکلو گے مسافر نہ ہوگے تب مجھے خیال ہوا کہ ایک مسئلہ میں دو جگہ میں نے ٹھوکر کھائی ہے، اس کے بعد میں حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں حاضر ہوا اور فقہ میں مشغول ہوگیا (بحر الرائق)، اگر دار الحرب میں کسی شہر کا یا دار الاسلام میں باغیوں کا ایسی جگہ محاصرہ کریں جہاں شہر نہیں ہے اور پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کریں تب بھی نمازیں قصر کیا جائے گا، اس لئے کہ ایسے مواقع پر قرار بھی ہوتا ہے اور فرار بھی، پس وہ لوگ اگرچہ گھروں میں ہوں تب بھی نیت کا اعتبار نہیں ہے (تمرتاشی)، اسی بنا پر ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ اگر کوئی تاجر اپنی کسی ضرورت سے شہر میں داخل ہوا اور ضرورت کے ماتحت پندرہ دن ٹھیرنے کی نیت کرلی تو مقیم نہ ہوگا اس لئے کہ صورت حال یہ ہے جب اس کی ضرورت پوری ہوجائے گی تو چلا جائے گا اور اگر ضرورت پوری نہ ہوئی تو ٹھیرا رہے گا، پس اس کی نیت مضبوط نہیں ہے اور یہ مسئلہ اس شخص

پرحجت ہے جو یہ کہا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی قریب جگہ جانیکا ارادہ کرے اور یہ چاہے کہ اسے سفر کی رخصتیں حاصل ہوں، تو اس کی تدبیر یہ ہے کہ کسی دور جگہ کے سفر کی نیت کرے یہ مسئلہ غلط ہے (بحر الرائق میں معراج الدرایہ سے منقول ہے) ایک شخص دار الحرب میں امن طلب کرکے داخل ہوا اور موضع اقامت میں اقامت کی نیت سے سکونت پذیر ہوا تو اس کی نیت صحیح ہے (خلاصہ) اگر دار الحرب میں سے کوئی شخص دار الحرب میں مسلمان ہوا، اور کافروں کو اس کے اسلام کی خبر ہوئی اور وہ لوگ قتل کرنے کے لئے اس کو تلاش کرنے لگے وہ خوفزدہ ہو کر تین دن کے سفر کا ارادہ کرکے وہاں سے بھاگ گیا تو مسافر ہو جائے گا اگرچہ کسی جگہ ایک مہینہ تک یا اس سے بھی زیادہ چھپا ہوا رہے، اس لئے کہ اب وہ ان سے لڑنے والا ہو گیا یہی حکم اس شخص کا ہے جو امن مانگ کر دار الحرب میں داخل ہوا تھا اور پھر وہ لوگ اپنا عہد و پیمان توڑ کر اس کے قتل کرنے کے درپے ہو گئے، اگر مسلمانوں میں سے کوئی شخص دار الحرب کے کسی شہر میں مقیم تھا جب وہاں کے لوگوں نے اس کو قتل کرنا چاہا تو یہ اسی شہر میں کہیں چھپ گیا، یہ شخص پوری نماز پڑھے گا اس لئے کہ وہ اس شہر میں مقیم تھا، جب تک وہاں سے باہر نہ نکلے گا مسافر نہ ہوگا، اسی طرح اگر دار الحرب میں سے کسی ایک شہر کے لوگ مسلمان ہو گئے، اور دار الحرب والوں نے ان سے لڑائی شروع کر دی، جو لوگ مسلمان ہو گئے ہیں تو اگر وہ اپنے شہر میں ہیں تو پوری نماز پڑھیں، اسی طرح دار الحرب والے اگر ان کے شہر پر غالب آجائیں اور وہ مسلمان ایک منزل چلنے کا قصد کرکے وہاں سے نکل جائیں، تب بھی وہ پوری نماز پڑھیں گے، اور اگر تین دن کے سفر کا ارادہ کرکے نکلے ہیں تو نماز میں قصر کریں گے، اگر وہ لوگ پھر اپنے شہر میں واپس آجائیں اور مشرکین اس شہر میں آنے سے ان کا تعارض نہ کریں، تو پوری نماز پڑھیں گے، اگر مشرکین مسلمانوں کے شہر پر غالب آجائیں، اور اقامت اختیار کرلیں، پھر مسلمان اپنے شہر کی طرف واپس ہوں اور مشرکین اس کو خالی کر دیں تو دیکھیں گے اگر مسلمان اس شہر میں اپنے گھر اور مکانات بنا لیتے ہیں اور وہاں سے نکلنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے تو وہ دار الاسلام سمجھا جائے گا، اور اسمیں پوری نماز پڑھیں گے، اور اگر وہاں گھر وغیرہ تعمیر کرنے کا خیال نہیں ہے بلکہ ایک مہینہ ٹھہر کر دار الاسلام میں آنے کا ارادہ ہے تو نماز میں قصر کریں گے۔

دار الحرب میں ایک مسلمان قیدی تھا وہ ان کے ہاتھ سے دفعتاً چھوٹ گیا اور کسی غار وغیرہ میں پندرہ دن ٹھہرنے کا ارادہ کیا تو وہ مقیم نہ ہوگا (خلاصہ) تجنیس میں ہے کہ اگر مسلمانوں کا لشکر دار الحرب میں داخل ہوا اور کسی شہر پر غالب آگیا اور اسمیں اپنے گھر وغیرہ تعمیر کرلئے تو پوری نماز پڑھیں، اور اگر اس میں اپنے گھر وغیرہ تعمیر نہ کئے، لیکن ایک مہینہ یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کا ارادہ کریں تو نماز میں قصر کریں (بحر الرائق)، جو شخص دوسرے کا تابع ہو اور اس کی اطاعت اس پر لازم ہو تو وہ اسی کی اقامت سے مقیم ہو جاتا ہے اور اسی کے سفر کی نیت پر نکلنے سے مسافر ہو جاتا ہے (محیط سرخسی)، پس شہر میں امیر کی اقامت کی نیت کرنے سے فوج کا سپاہی جنگل میں مقیم ہو جائے گا (کافی، نواقض وضو)، اصل اس میں یہ ہے کہ جو شخص اپنے اختیار سے اقامت کر سکتا ہے وہ اپنی نیت سے مقیم ہو جاتا ہے اور جو شخص اپنے اختیار سے اقامت نہیں کرتا وہ اپنی نیت سے مقیم نہیں ہوتا یہانتک اگر عورت اپنے شوہر کے ساتھ اور غلام اپنے مالک کے ساتھ اور شاگرد اپنے استاد کے ساتھ اور نوکر اپنے آقا کے ساتھ اور سپاہی اپنے امیر کے ساتھ سفر کریں تو ظاہر روایت کے مطابق وہ اپنی نیت سے مقیم نہ ہوں گے (محیط) عورت اپنے شوہر کے تابع اس وقت ہوتی ہے جب وہ اس کا مہر معجل ادا کر دے اور اگر مہر معجل ادا نہ کیا ہو تو دخول سے پہلے تابع نہ ہوگی سپاہی اپنے امیر کا تابع اس وقت ہوتا ہے جب اس کا کھانا امیر کے پاس سے ہو (تبیین) لیکن اگر وہ اپنے پاس سے کھانا کھاتا ہے، تو اس کی نیت کا اعتبار ہے (ظہیریہ) ایک شخص قرض کے سلسلہ میں گرفتار ہو گیا، اور وہ قرض خواہ کی حوالات میں ہے تو اس میں صاحب قرض کی نیت کا اعتبار ہے یہ حکم اس صورت میں ہے جب قرضدار اپنا قرض ادا نہیں کر سکتا اور اگر اپنا قرض ادا کر سکتا ہو تو قرضدار کی نیت کا اعتبار ہے، اور اگر یہ ارادہ ہے کہ وہ اس کا قرض ادا نہ کرے گا تو وہ مفلس کے حکم میں

ہے (مضمرات) اگر سفر میں غلام کے دو مالک ہیں ایک نے اقامت کی نیت کی اور دوسرے نے اقامت کی نیت نہ کی، پس اگر ان دونوں نے اس غلام کو نوبت بہ نوبت خدمت کے لئے مقرر کیا ہے تو غلام مقیم کی خدمت کے روز پوری نماز پڑھے اور مسافر کی خدمت کے روز قصر کرے اور اگر خدمت کا دن متعین نہیں ہے تو اس کو چاہیئے کہ اصل کے اعتبار سے چار رکعات پڑھے، اور دو رکعتوں کے بعد احتیاطاً ضرور قعدہ کرے (غیاثیہ) اگر تابع کو اپنے اصل کی اقامت کا حال معلوم نہیں ہے تو بعضوں نے کہا ہے کہ وہ مقیم ہو جاتا ہے اور بعض نے کہا کہ وہ مقیم نہیں ہوتا اور یہی اصح ہے، اس لئے کہ حکم معلوم ہونے سے پہلے حکم لازم ہو جانے میں حرج و نقصان ہے اور یہ شریعت میں مدفوع ہے، غلام جب اپنے آقا کے ساتھ نکلے، تو اسے چاہیئے کہ اس سے دریافت کرے اگر نہ بتلائے تو پوری نماز پڑھے، اگر چند روز چار رکعتیں پڑھیں اور دوسری رکعت میں قعدہ نہ کیا، پھر اس کے مالک نے بتایا کہ میں جب سے باہر نکلا ہوں سفر کے ارادہ سے باہر نکلا ہوں تو صحیح یہ ہے کہ وہ اس کا اعادہ نہ کرے، اسی سبب کے ماتحت جو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں (محیط سرخسی)

اگر غلام نے اپنے مالک کی امامت کی اور اس جماعت میں اور بھی مسافر ہیں اور ایک رکعت کے بعد مالک نے اقامت کی نیت کرلی تو اس کی نیت اس غلام کے حق میں صحیح ہے اور حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق اور جماعت والوں پر اس کا حکم جاری نہ ہوگا پس غلام کو چاہیئے کہ دو رکعتیں پڑھیں، پھر مسافروں میں سے ایک شخص کو سلام پھیرنے کے لئے آگے بڑھا دے پھر غلام اور مالک کھڑے ہو کر اپنی نماز پوری کریں، اور ہر ایک ان دونوں میں سے چار رکعتیں پڑھے اور بعضوں نے کہا ہے کہ مالک اپنی نیت غلام کو اس طرح بتادے کہ غلام کے مقابلہ میں کھڑا ہو جائے اور پھر دو انگلیاں کھڑی کرے اور ان سے اشارہ کرے، پھر چار انگلیاں کھڑی کرے اور ان چار انگلیوں سے اشارہ کرے (محیط) اگر مسافر نے نماز کے وقت کے اندر نماز پڑھتے ہوئے اقامت کی نیت کرلی تو پوری نماز پڑھے، خواہ منفرد ہو، یا مقتدی ہو، یا مسبوق ہو، یا مدرک، اگر لاحق ہے اور امام کے فارغ ہونے کے بعد اقامت کی نیت کرلی، تو پوری نماز نہ پڑھے اور اگر امام کے فارغ ہونے سے پہلے اقامت کی نیت کی اور لاحق نے اقامت کی نیت کے بعد کلام کرلیا اور نماز کا وقت ابھی باقی ہے تو چار رکعتیں پڑھے اور اگر نماز کا وقت نکلگیا ہے تو دو رکعتیں پڑھے (محیط سرخسی) اور اگر وقت نکل گیا، اور وہ نماز پڑھ رہا ہے، پھر اقامت کی نیت کرلی تو قصر ہی پڑھے گا (خلاصہ) مسافر نے اگر سلام کے بعد اقامت کی نیت کی اور اس پر سجدہ سہو واجب تھا، تو اس نماز میں اس کی نیت صحیح نہ ہوگی، اس لئے کہ اس نے نماز سے نکلنے کے بعد اقامت کی نیت کی، اور امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے قول کے مطابق سجدۂ سہو اس سے ساقط ہو جائے گا، اس لئے کہ وہ اگر سجدۂ سہو کی طرف عود کرے گا، تو اس کے فرض چار ہو جائیں گے اور نماز کے اندر سجدہ واقع ہوگا، اس لئے نماز باطل ہو جائے گی، اور اگر سجدۂ سہو ادا کرلیا اور پھر اقامت کی نیت کی تو اس کی نیت صحیح ہے اور اس کی نماز کی چار رکعات جائیں گی، خواہ ایک سجدہ کیا ہو یا دو سجدے کئے ہوں،

اگر سجدہ کے اندر اقامت کی نیت کی تب بھی یہی حکم ہے، اس لئے کہ جب اس نے سجدہ کیا، تو نماز کا تحریمہ پھر عود کر آیا اور اس کی ایسی صورت ہوگئی گویا کہ اس نے نماز کے اندر اقامت کی نیت کرلی ہے اگر ایک شخص نماز کے شروع وقت میں مسافر تھا اور وہ نماز اس نے قصر سے پڑھ لی پھر اسی وقت میں اقامت کی نیت کرلی تو اس کا فرض نہ بدلے گا اور اگر ابھی تک نماز نہیں پڑھی یہاں تک کہ نماز کے آخر وقت میں اقامت کی نیت کرلی تو فرض کی چار رکعات ہو جائیں گی، اگرچہ اتنا وقت باقی نہیں ہے جس میں پوری نماز ادا کر سکے بلکہ تھوڑی سی نماز پڑھ سکتا ہے اور اگر وقت گذرنے کے بعد اقامت کی نیت کی تو سفر کی نماز قضا کریگا (فتاویٰ قاضی خاں) ایک شخص نے ظہر کی نماز پڑھی اور ظہر ہی کے وقت میں سفر شروع کر دیا پھر عصر کی نماز وقت پر پڑھی، پھر سورج غروب ہونے سے پہلے سفر ترک کر دیا، پھر اسے یاد آیا کہ ظہر اور عصر کی نماز اس نے بے وضو پڑھی تھی، تو ظہر کی چار رکعات پڑھے اور عصر کی چار رکعات پڑھے اور اگر ظہر و عصر کی نماز ایسی

یا جانور پر اندیشہ ہو، یا چور، درندہ اور دشمن کا خوف ہو، یا جانور ایسا شریر ہے کہ اگر اس پر سے اترا تو دوسرے کی مدد کے بغیر نہ چڑھ سکے گا، یا اتنا زیادہ بوڑھا ہو، کہ ضعف کی وجہ سے وہ خود نہیں چڑھ سکتا اور دوسرا کوئی چڑھانے والا نہیں ہے، یا تمام زمین میں کیچڑ ہو، کہیں خشک جگہ نماز کے لئے نہ ہو (محیط) یہ حکم اس صورت میں ہے جب کیچڑ اس قدر زیادہ ہو کہ سجدہ میں اس کا منہ دھنس جائے اور اگر اتنی کیچڑ نہیں ہے صرف زمین تر ہے تو زمین ہی پر نماز پڑھے (خلاصہ) ان اعذار کی بنا پر اگر فرض نماز سواری پر پڑھی اور پھر اترنا ممکن ہو گیا تو نماز کا اعادہ لازم نہیں ہے (سراج الوہاج) معذور اگر جانور روک سکتا ہے تو جانور روک کر اشاروں سے نماز پڑھے اور اگر جانور نہ روکا تو نماز جائز نہ ہوگی (مضمرات) گاڑی اگر ایک طرف سے جانور کے اوپر ہے، وہ چل رہی ہو، یا ٹھہری ہوئی ہو اس میں نماز پڑھنے کا وہی حکم ہے جو جانور پر نماز پڑھنے کا حکم ہے اور اگر کسی طرف سے جانور پر نہیں ہے تو یہ تخت کے حکم میں ہے، اور اسی طرح اگر اپنے محمل کے نیچے ایک لکڑی گاڑی جس سے وہ زمین پر ٹھیر گئی جانور پر نہ رہی تو یہ زمین کے حکم میں ہوگی (تبیین)

جانور پر اگر نجاست ہو تو کوئی مضائقہ نہیں ہے، اور بعض نے کہا ہے اگر زین پر یا رکابوں پر نجاست لگ جائے تو نماز جائز نہ ہوگی، اور بعض نے کہا ہے اگر صرف رکابوں پر ہو تو نماز جائز ہوگی اور اصح یہ ہے کہ نجاست زین پر ہو یا رکابوں میں کہیں مانع نماز نہیں ہے (عینی شرح کنز) کشتی میں نماز پڑھی اور وہ کشتی سے باہر نکلنے پر قادر ہے تو مستحب یہ ہے کہ فرض نماز کے لئے کشتی سے باہر نکلے (محیط سرخسی) اگر کشتی چل رہی ہو اور کھڑے ہونے پر قادر ہے اور اس کے باوجود بیٹھ کر نماز پڑھے تو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کراہت کے ساتھ جائز ہے اور امام محمد اور ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک جائز نہیں ہے اور اگر کشتی بندھی ہوئی ہو اور چلتی نہ ہو تو اس میں بیٹھ کر نماز پڑھنا بالاجماع جائز نہیں ہے (تہذیب) اگر کشتی میں کھڑے ہو کر نماز پڑھی اور وہ کشتی بندھی ہوئی اور زمین پر ٹھیری ہوئی ہے تو جائز ہے، اور اگر کشتی زمین پر ٹھیری ہوئی نہیں ہے اور اس سے باہر نکلنا ممکن ہے تو اس میں نماز جائز نہ ہوگی (محیط سرخسی) اگر کشتی دریا کے اندر ٹھیری ہوئی ہے اور وہ ہل رہی ہے تو اصح یہ ہے کہ اگر ہوا سے خوب ہل رہی ہو تو وہ چلتی ہوئی کشتی کے حکم میں ہے اور اگر ہوا سے کچھ کچھ ہلتی ہو تو ٹھیری ہوئی کشتی کے حکم میں ہے (تمرتاشی) اگر کشتی میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنے سے سر میں درد ہو جاتا ہے، تو کشتی میں بیٹھ کر نماز پڑھنا بالاجماع جائز ہے (خلاصہ)

کشتی میں نماز شروع کرتے ہوئے قبلہ کیطرف منہ کرنا لازم ہے (کافی باب الصلوٰۃ المریض) جب کشتی گھومے تو نماز پڑھنے والا اپنا منہ قبلہ کیطرف پھیرے، اور اگر قدرت کے باوجود منہ نہ پھیرے گا، تو نماز جائز نہ ہوگی، اگر کشتی میں اشاروں سے نماز پڑھی، حالاں کہ رکوع و سجدہ پر قادر تھا، سب کے قول کے مطابق نماز جائز نہ ہوگی (مضمرات باب صلوٰۃ المسافر) اگر کشتی کے اندر اقامت کی نیت کرے تو مقیم نہ ہوگا، کشتی کے مالک اور ملاح کے لئے بھی یہی حکم ہے، لیکن کشتی اگر اس کے شہر یا گاؤں سے قریب ہے تو اس وقت اصل اقامت کی وجہ سے مقیم ہو جائے گا (محیط)

والولجیہ میں ہے، کہ اگر مقیم نے حالتِ اقامت میں کشتی میں نماز پڑھی جو دریا کے کنارے پر لگی ہوئی تھی، پھر وہ کشتی ہوا کی وجہ سے چل نکلی اور وہ کشتی کے اندر نماز پڑھ رہا ہے، اور اس وقت اس نے سفر کی نیت کر لی تو حضرت امام ابو یوسفؒ کے نزدیک وہ مقیم کیطرح پوری نماز پڑھے گا، اور حجۃ میں ہے کہ فتویٰ احتیاطاً حضرت امام ابو یوسفؒ کے قول پر ہے، عتابیہ میں ہے کہ اگر مسافر نے کشتی کے اندر شہر سے باہر نماز شروع کی اور اسی حالت میں کشتی چلتے چلتے شہر میں داخل ہو گئی تو وہ پوری چار رکعتیں پڑھے گا (تاتارخانیہ) ایک شخص کشتی کے اندر ہے وہ اس شخص کی اقتدا نہیں کر سکتا، جو دوسری کشتی میں نماز پڑھ رہا ہے، لیکن اگر دونوں کشتیاں ملی ہوئی

ہوں تو اقتدا جائز ہے، (خلاصہ) نوازل میں ہے اگر دو کشتیاں آپس میں اس طرح پر ہوں کہ بغیر کسی دقت کے ایک کشتی سے دوسری کشتی میں کود سکتا ہے تو یہ دونوں ملی ہوئی کشتیوں کے حکم میں ہوں گی اور دونوں جماعتوں کی نمازیں جائز ہوں گی (تاتارخانیہ) ایک شخص زمین پر کھڑا ہے اور وہ ایسے شخص کی اقتدا کرے جو کشتی میں ہے یا ایک شخص کشتی میں ہے اور وہ ایسے شخص کی اقتدا کرے جو زمین پر ہے تو دیکھیں گے اگر ان کے درمیان میں راستہ یا نہر کا فاصلہ ہے تو اقتدا جائز نہ ہوگی اور اگر راستہ یا نہر کا فاصلہ نہیں ہے تو اقتدا جائز ہوگی اگر کشتی کے سائبان پر کھڑے ہو کر ایسے امام کی اقتدا کی جو کشتی میں ہے تو اس کی اقتدا صحیح ہے، لیکن اگر امام سے آگے بڑھ گیا تو صحیح نہ ہوگی (محیط)، اگر نماز کے اندر کشتی باندھے تو از سر نو نماز پڑھے اس لیے کہ یہ عمل کثیر ہے (محیط)

سولھواں باب

جمعہ کی نماز کا بیان

جمعہ کی نماز فرض عین ہے (تہذیب) نماز پڑھنے والے پر جمعہ اس وقت واجب ہوتا ہے جب اس میں مندرجہ ذیل شرائط موجود ہوں (۱) آزاد ہو (۲) مرد ہو (۳) مقیم ہو (۴) تندرست ہو (۵) کافی چلنے پر قادر ہو (بحر الرائق) (۶) بینا ہو (تمرتاشی) پس غلام پر، عورتوں پر، مسافر پر، مریض پر جمعہ واجب نہیں ہے (محیط سرخسی) لنگڑے پر بالاجماع جمعہ واجب نہیں ہے (محیط) اگر اس کو کوئی اٹھا کر لیجانے والا ہو تب بھی اس پر جمعہ واجب نہ ہوگا (زاہدی)، اسی طرح نابینے کے پاس اگر کوئی ایسا شخص موجود ہے جو اس کا ہاتھ پکڑ کر لیجا سکتا ہو تب بھی اس پر جمعہ واجب نہ ہوگا (سراجیہ) بوڑھا جو بہت مضمحل ہوگیا ہے وہ مریض کے حکم میں ہے اس پر بھی جمعہ واجب نہ ہوگا، اگر موسلا دھار بارش ہو، یا کوئی شخص ظالم بادشاہ کے خوف سے چھپ جائے تو جمعہ ساقط ہو جائے گا (فتح القدیر) آقا کو اس بات کا اختیار ہے کہ غلام کو جمعہ اور عیدین میں جانے سے منع کرے، مکاتب[1] پر جمعہ واجب ہے اگر غلام کا کچھ حصہ آزاد ہو جائے اور باقی کے لئے کوشش کر رہا ہو، تو اس پر بھی جمعہ واجب ہے، عبد ماذون[2] پر اور اس غلام پر جو روزانہ کچھ دیتا ہو جمعہ واجب نہیں ہے (فتاویٰ قاضی خاں) وہ غلام جو جامع مسجد کے دروازہ پر مالک کے جانور کی حفاظت کے لئے مقرر ہے، کیا وہ جمعہ ادا کرے، اس میں اختلاف ہے، اصح یہ ہے کہ اگر جانور کی حفاظت میں خلل واقع نہ ہو تو جمعہ پڑھے (عینی شرح ہدایہ) آقا کو اختیار ہے کہ اپنے نوکر کو جمعہ میں جانے سے منع کرے، یہ قول امام ابوحفص کا ہے اور ابو علی دقاق نے کہا ہے، کہ شہر کے اندر اس کو منع کرنا جائز نہیں ہے، لیکن اگر جامع مسجد دور ہوگی، تو جتنی دیر وہ جمعہ میں مشغول ہوا ہے اتنی دیر کی اجرت ساقط ہو جائے گی، اگر جامع مسجد دور نہیں ہے تو اجرت کچھ ساقط نہ ہوگی اور جو اجرت کم ہو گئی ہے اس کے مطالبہ کا اجیر کو اختیار نہ ہوگا (محیط)

ظاہر متون سے دقاق کا قول ثابت ہوتا ہے (بحر الرائق) جس شخص پر جمعہ واجب نہیں ہے اگر وہ جمعہ پڑھے تو اس وقت کا فرض ادا ہو جائے گا (کنز)

---

[1] مکاتب اس غلام کو کہتے ہیں جس سے آقا نے ایک متعین رقم پر یہ معاملہ کر لیا ہو کہ اگر وہ اتنی رقم کما کر دے گا تو مولا اس کو آزاد کر دے گا،

[2] عبد ماذون، اس غلام کو کہتے ہیں، جس کو آقا نے معاملات، مثلاً بیع و شرا کی اجازت دے دی ہو،

جمعہ ادا ہونے کی شرائط

جمعہ کے ادا ہونے کی چند شرائط ہیں، جو نماز پڑھنے والے سے خارج ہیں

(۱) مصر، (کافی) ظاہر روایت کے مطابق مصر وہ جگہ ہے، جہاں مفتی اور قاضی ہوں جو حدود کو قائم کریں، اور احکام جاری کریں اور کم از کم اس کی آبادی منیٰ کے برابر ہو (ظہیریہ) فتاویٰ قاضی خاں، خلاصہ میں ہے کہ اسی پر اعتماد ہے (تاتار خانیہ) حدود کے قائم کرنے کے معنیٰ یہ ہیں کہ ان کے جاری کرنے پر قدرت ہو (غیاثیہ) جس طرح جمعہ کا ادا کرنا مصر میں جائز ہے، اسی طرح اس کا ادا کرنا فنائے مصر میں جائز ہے اور فنار مصر وہ مقام ہے جو مصر کی مصلحتوں کے لئے اس کے متصل مقرر کیا جائے اور جو شخص ایسی جگہ مقیم ہو کہ اس کے اور شہر کے درمیان تھوڑا سا فاصلہ ہو جائے اور اس میں کھیت اور چراگاہ آجائیں، جیسے بخارا کا قلعہ تو وہاں کے لوگوں پر جمعہ واجب نہ ہوگا، اگرچہ اذان کی آواز وہاں تک پہنچتی ہو، ایک میل یا کئی میل کے فاصلہ کا کچھ اعتبار نہیں ہے (خلاصہ) فقیہہ ابو جعفر نے امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہم اللہ سے یہی روایت بیان کی ہے شمس الائمہ حلوائیؒ نے اسی کو اختیار کیا ہے (فتاویٰ قاضی خاں) دیہاتی جب شہر میں داخل ہو اور جمعہ کے دن ٹھہرنے کی نیت کرے، تو اس پر جمعہ لازم ہو جائے گا، اس لئے کہ اس دن وہ بھی شہر کے رہنے والوں کے حکم میں ہے، لیکن اگر یہ نیت ہو کہ وہ جمعہ کا وقت داخل ہونے سے پہلے یا بعد میں چلا جائے گا تو اس پر جمعہ واجب نہ ہوگا لیکن اگر جمعہ پڑھ لے گا تو اجر پائے گا (فتاویٰ قاضی خاں تجنیس محیط)

دیہاتی اور جنگلوں کے رہنے والے جن پر جمعہ واجب نہیں ہے، ان کے لئے جائز ہے کہ جمعہ کے دن ظہر کی نماز جماعت اذان اور اقامت سے ادا کریں، مسافر اگر جمعہ کے روز شہر میں نماز پڑھیں، تو الگ الگ نماز پڑھیں، یہی حکم شہر والوں کا ہے اگر ان سے جمعہ فوت ہو جائے، قیدی اور مریضوں کا بھی یہی حکم ہے، ان کیلئے جماعت مکروہ ہے (فتاویٰ قاضی خاں) منیٰ کے اندر موسم حج میں خلیفہ یا امیر حجاز کو جمعہ قائم کرنا جائز ہے، امیر موسم کو جمعہ قائم کرنا جائز نہیں ہے (وقایہ) خواہ امیر موسم مسافر ہو یا مقیم، لیکن اگر امیر عراق یا امیر مکہ کی طرف سے اجازت ہو تو جائز ہے، اور بعض نے کہا اگر وہ مقیم ہے تو جائز ہے اور مسافر ہے تو جائز نہیں، پہلا قول صحیح ہے (بدائع) اس موسم کے سوا دیگر ایام میں وہاں جمعہ جائز نہیں ہے (محیط سرخسی) عرفات میں بالاتفاق جمعہ جائز نہیں (کافی) ایک شہر میں جمعہ متعدد جگہوں پر ادا ہو سکتا ہے یہ قول حضرت امام ابو حنیفہ اور حضرت امام محمد رحمہم اللہ کا ہے اور یہی اصح ہے، امام سرخسی نے کہا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کا صحیح مذہب یہی ہے اور اسی کو ہم اختیار کرتے ہیں (بحر الرائق)

اگر جمعہ کے روز بارش زیادہ ہو جائے اور لوگ جمعہ میں حاضر نہ ہو سکیں تو جائز ہے (خلاصہ) جس جگہ جمعہ کے جائز ہونے میں شک ہو، اس لئے کہ اس کے مصر ہونے میں شک ہے یا کوئی اور وجہ ہے اور وہاں کے باشندے جمعہ قائم کریں تو جمعہ کی نماز کے بعد چار رکعات بہ نیت ظہر ادا کر لینی مناسب ہے، تا کہ جمعہ اگر اپنے وقت پر ادا نہ ہو تو اس وقت کا فرض یقیناً ادا ادا ہو جائے (کافی محیط) پھر اس کی نیت میں اختلاف ہے، بعض نے کہا یہ نیت کرنی چاہیئے کہ میرے ذمہ جو آخر ظہر کی نماز ہے وہ میں ادا کرتا ہوں، یہی احسن ہے اور زیادہ احتیاط اس میں ہے کہ یوں کہے ظہر کے آخر کا جو وقت میں نے پایا ہے، اور ابھی تک نماز نہیں پڑھی ہے میں اس نماز کی نیت کرتا ہوں (قنیہ) فتاویٰ آہو میں ہے کہ ہمارے ملک میں جمعہ کے بعد چار

رکعتیں پڑھی جاتی ہیں، ان چاروں رکعات میں الحمد اور سورۃ پڑھنی چاہیئے (تاتارخانیہ)

(۲) بادشاہ کا ہونا

عادل ہو، یا ظالم (تاتارخانیہ میں نصاب سے منقول ہے) امیر، قاضی اور خطیب بھی بادشاہ کے قائم مقام ہو جاتا ہے، جب کہ بادشاہ اس کو حکم کرے (عینی شرح ہدایہ یہانتک کہ بادشاہ یا اس کے قائم مقام کے حکم کے بغیر جمعہ کا قائم کرنا جائز نہیں ہے (محیط سرخسی) اگر ایک شخص نے جمعہ کے دن امام کی اجازت کے بغیر خطبہ پڑھا اور امام موجود ہے تو جائز نہ ہوگا، اور اگر امام نے اس کو حکم دیا ہے تو جائز ہے (فتاوی قاضی خاں) اگر امیر بیمار ہے اور اس کے کوتوال نے نماز پڑھادی تو اس کی اجازت کے بغیر جائز نہ ہوگی (تاتارخانیہ میں جامع الجوامع سے منقول ہے) غلام اگر کسی ضلع کا حاکم ہو جائے اور جمعہ پڑھائے تو جائز ہے (خلاصہ) جمعہ کی نماز ایسے شخص کے پیچھے جائز ہے جو غلبہ پاکر حاکم بن بیٹھا ہے اور خلیفہ کیطرف سے اس کے پاس کوئی فرمان نہیں ہے، لیکن اس کی خصلت امرا جیسی ہے اور وہ اپنی رعایا پر حکمراں بنکر احکام جاری کرتا ہے، عورت اگر بادشاہ ہے تو جمعہ قائم کرنے کے لئے اس کا حکم کرنا جائز ہے خود اس کا جمعہ پڑھانا جائز نہیں ہے (فتح القدیر)

ہمارے زمانہ میں صحیح یہ ہے کہ صاحب شرط جو شحنہ والی اور قاضی کے نام سے مشہور ہوتا ہے جمعہ قائم نہ کرے، اس لیے کہ اس کو اس قسم کا کوئی اختیار نہیں ہے لیکن اگر یہ کام ان کے ذمہ ہے، اور ان کے فرمان میں درج ہے، تو جمعہ جائز ہے (غیاثیہ) ایک شہر کے والی کا انتقال ہو گیا، اور اس کے خلیفہ، صاحب شرط یا قاضی نے نماز پڑھائی، تو جائز ہوگی، اور اگر وہاں ان میں سے کوئی نہ ہو، اور سب آدمی ایک شخص کو امامت کے لئے متعین کردیں اور وہ نماز پڑھائے تو جائز ہے (سراجیہ) اگر امام سے اجازت لینا مشکل ہو اور لوگ جمع ہوکر ایک شخص کو متعین کرلیں اور وہ جمعہ پڑھائے تو جائز ہے (تہذیب) خلیفہ کا انتقال ہو گیا اور اس کی جانب سے والی اور امیر مسلمانوں کے انتظام کے لئے مقرر تھے، تو جب تک وہ معزول نہ کئے جائیں گے اسی طرح ولایت پر باقی رہیں گے اور جمعہ قائم کریں گے (محیط سرخسی) امیر کا خطبہ کے لئے اجازت دینا جمعہ کی اجازت کے قائم مقام ہوگا، اور جمعہ کے لئے اجازت دینا خطبہ کی اجازت کے قائم مقام ہوگا، اگر امیر کسی شخص کو حکم کرے کہ خطبہ پڑھو اور نماز نہ پڑھاؤ تو اس شخص کو نماز پڑھانا جائز ہوگا (زاہدی) ایک لڑکا یا نصرانی کسی شہر کا حاکم ہوگیا، پھر وہ نصرانی مسلمان ہو جائے، یا لڑکا بالغ ہو جائے، تو جب تک خلیفہ کی طرف سے نیا حکم نہ ملے تب تک وہ جمعہ قائم نہیں کرسکتے، لیکن اگر پہلے ہی سے خلیفہ نے نصرانی کو بشرطِ اسلام اور لڑکے کو بالغ ہونے کے بعد جمعہ پڑھانے کی اجازت دے دی تو نئے حکم کی حاجت نہ ہوگی (تہذیب)

خلیفہ اگر سفر کرے اور گاڑی میں ہو، تو وہاں اس کو جمعہ پڑھنا جائز نہیں ہے، اور اگر اپنی ولایت کے کسی شہر میں گذرے اور وہ مسافر ہے تو جائز ہے، اس لئے کہ دوسروں کی نمازیں جب اس کی اجازت سے جائز ہوتی ہیں اسکی نماز بدرجہ اولیٰ جائز ہوگی، اگر امام نے ایک جگہ کو "مصر" مقرر کردیا، اس کے بعد وہاں سے دشمن کے خوف یا کسی اور بنا پر لوگ بھاگ گئے، پھر چند روز بعد وہاں آگئے، تو جب تک امام کیطرف سے نئی اجازت نہ ہوگی وہاں جمعہ قائم نہ کریں، اگر بادشاہ کسی شہر والوں کو جمعہ پڑھنے سے منع کرے تو وہ جمعہ نہ پڑھیں، فقیہ ابوجعفر نے کہا ہے کہ یہ حکم اس وقت ہے، جب بادشاہ کسی مصلحت کیوجہ سے یہ حکم کرے اور ارادہ کرے کہ آئندہ وہ جگہ مصر نہ رہے گی، لیکن عداوت کی بنا پر یا وہاں کے لوگوں کو ضرر پہنچانے کے لئے اگر اس نے حکم دیا ہے، تو شہر والوں کو اختیار ہے، کہ کسی شخص پر اتفاق کرکے جمعہ کی نماز پڑھ لیں (ظہیریہ) امام اگر معزول ہو جائے، تو جب تک اس کی معزولی کا فرمان نہ آجائے یا دوسرا امیر اس کی جگہ مقرر ہو کر نہ آجائے، تو اس کو جمعہ پڑھانے کی اجازت ہے اور اگر معزولی کا فرمان آجائے یا اس کی جگہ دوسرا امیر مقرر ہو کر آجائے، تو اس کے بعد اس کا جمعہ پڑھانا

باطل ہے (فتاویٰ قاضی خاں) اگر امام نے جمعہ کی نماز شروع کر دی پھر دوسرا والی یا امام مقرر کر دیا، تو وہ اسی طرح نماز پڑھاتا رہے (خلاصہ) جن شہروں کے والی کافر ہوں، وہاں مسلمانوں کا جمعہ قائم کرنا جائز ہے اور قاضی مسلمانوں کی آپس کی رضامندی سے مقرر ہو سکتا ہے، اور وہاں کے لوگوں پر واجب ہے کہ مسلمان والی مقرر کرنے کی کوشش کرتے رہیں (معراج الدرایہ)

(۳) ظہر کا وقت ادا جمعہ کی شرائط میں ایک ظہر کا وقت ہے، اگر جمعہ کی نماز میں ظہر کا وقت خارج ہو جائے تو جمعہ فاسد ہو جائے گا، اگر بقدر تشہد قعدہ کرنے کے بعد ظہر کا وقت ختم ہوا، تب بھی حضرت امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک یہی حکم ہے (محیط) جمعہ پڑھنے والے کے لئے جائز نہیں، کہ اس پر ظہر کی نماز بنا کرے، اسلئے کہ دونوں نمازیں مختلف ہیں (تبیین) مقتدی اگر جمعہ کی نماز میں سو جائے اور وقت نکلنے کے بعد بیدار ہو تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی، اور اگر امام کے فارغ ہونے کے بعد بیدار ہوا اور وقت ابھی باقی ہے تو جمعہ پورا کرے (محیط)

(۴) نماز سے قبل خطبہ ادا جمعہ کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ نماز سے قبل خطبہ پڑھا جائے اگر خطبہ کے بغیر جمعہ پڑھ لیں، یا وقت سے پہلے خطبہ پڑھ لیں تو جائز نہیں ہے (کافی) خطبہ میں کچھ چیزیں فرض ہیں، اور کچھ سنت ہیں خطبہ میں فرض دو چیزیں ہیں، ایک "وقت" ہے، اور وہ زوال کے بعد اور نماز سے پہلے ہے، پس اگر زوال سے پہلے یا نماز کے بعد خطبہ پڑھا تو جائز نہ ہو گا (عینی شرح کنز) اور دوسرا فرض ذکر اللہ ہے (بحر الرائق) الحمد یا لاالٰہ الااللہ یا سبحان اللہ پڑھنا کافی ہے (یہ متنوں میں لکھا ہے) یہ اس صورت میں ہے جب خطبہ کے ارادہ سے پڑھے، لیکن اگر چھینک آئی، اور الحمد للہ یا سبحان اللہ پڑھا یا کسی چیز پر تعجب کرتے ہوئے لاالٰہ الااللہ پڑھا تو بالاجماع خطبہ کے قائم مقام نہ ہو گا، (جوہرہ نیرہ) اگر اکیلے نے خطبہ پڑھ لیا یا عورتوں کے لئے پڑھا، تو صحیح یہ ہے کہ جائز نہ ہو گا (معراج الدرایہ) اگر ایک یا دو آدمیوں کے سامنے خطبہ پڑھا اور تین آدمیوں کے سامنے نماز پڑھی تو جائز ہے (خلاصہ) اگر خطبہ پڑھا اور سب لوگ سو رہے ہیں یا بہرے ہیں تو جائز ہو گا (عینی شرح ہدایہ)

جمعہ کے خطبہ کی پندرہ سنتیں خطبہ میں پندرہ سنتیں ہیں (۱) طہارت، اس لئے بے وضو اور جنبی کا خطبہ پڑھنا مکروہ ہے (۲) کھڑے ہونا (بحر الرائق) اگر بیٹھ کر یا لیٹ کر خطبہ پڑھا تو جائز ہے (فتاویٰ قاضی خاں)، (۳) قوم کیطرف متوجہ ہو جانا (۴) خطبہ سے پہلے اپنے دل میں اعوذ باللہ پڑھنا (۵) لوگوں کو خطبہ سنانا (۶) اگر لوگوں کو خطبہ نہ سنایا تو جائز ہے (۶) الحمد سے شروع کرنا (۷) اللہ کی ایسی تعریف کرنا جو اس کے لائق ہو (۸) اشہد ان لاالٰہ الااللہ و اشہد ان محمد رسول اللہ پڑھنا (۹) نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا (۱۰) وعظ اور نصیحت کا ذکر کرنا (۱۱) قرآن شریف پڑھنا، اس کا چھوڑنا برا ہے (بحر الرائق) خطبہ میں پڑھنے کی مقدار چھوٹی تین آیتیں یا بڑی ایک آیت ہے (جوہرہ نیرہ) (۱۲) اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم پر درود دوسرے خطبہ میں پڑھنا (۱۳) مسلمان مردوں اور عورتوں کے لئے دعا کی زیادتی کرنا (۱۴) خطبہ میں تخفیف کرنا، یعنی طوال مفصل میں سے کسی سورۃ کے برابر ہے اس سے زیادہ خطبہ پڑھنا مکروہ ہے (۱۵) دونوں خطبوں کے درمیان بیٹھنا (بحر الرائق) دونوں خطبوں کے درمیان بیٹھنے کی مقدار ظاہر روایت کے مطابق تین آیتوں کی مقدار ہے (سراج الوہاج میں فتاویٰ سے منقول ہے) شمس الائمہ سرخسی نے دونوں خطبوں میں بیٹھنے کی مقدار یہ بیان کی ہے کہ وہ اپنے بیٹھنے کیجگہ پر اطمینان سے بیٹھ جائے، اور اس کے سب اعضا اپنی اپنی جگہ ٹھہر جائیں، اس سے زیادہ نہ بیٹھے، اور کھڑا ہو جائے (تاتار خانیہ) شمس الائمہ سرخسی نے جو ذکر کیا ہے

یہی مختار ہے (عنایۃ) اصح یہ ہے کہ دونوں خطبوں کے درمیان جلسہ کا چھوڑنا برا ہے (قنیہ) خطبہ سے پہلے بیٹھنا سنت ہے (عینی شرح کنز) خطیب میں شرط یہ ہے کہ اس میں جمعہ کی امامت کی صلاحیت ہو (زاہدی) خطیب کا نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کی نیت سے منبر پر خطبہ پڑھنا سنت ہے، خطیب کا بلند آواز سے خطبہ پڑھنا مستحب ہے اور دوسرے خطبہ میں پہلے خطبہ کے لحاظ سے کم جہر کرے (بحر الرائق) دوسرا خطبہ اس طرح شروع کرنا چاہیئے، الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ الخ، خطبہ میں رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے دونوں چچا اور خلفاء راشدین کا ذکر مستحسن ہے، اسی طرح برابر معمول چلا آرہا ہے (تجنیس)

خطیب کے لئے خطبہ دیتے ہوئے بات چیت کرنی مکروہ ہے، لیکن اگر کسی معروف شی کا حکم کرے تو جائز ہے (فتح القدیر) خطیب کے سوا کسی دوسرے شخص کو نماز نہ پڑھانی چاہیئے (کافی) خطبہ پڑھنے کے بعد اگر امام کا وضو ٹوٹ گیا، اور کسی دوسرے شخص کو خلیفہ بنایا اگر وہ شخص خطبہ میں حاضر تھا تو جائز ہے، اور اگر خطبہ میں حاضر نہ تھا تو جائز نہ ہوگا، اگر نماز شروع کرنے کے بعد وضو ٹوٹا، تو کسی بھی شخص کو خلیفہ بنانا جائز ہے (تہذیب)

جس وقت امام خطبہ پڑھنے کے لئے نکلے تو نماز نہ پڑھیں نہ آپس میں بات چیت کریں اور صاحبین کے نزدیک امام کے نکلنے کے بعد اور خطبہ شروع کرنے سے پہلے اور اسی طرح خطبہ پورا کرنے کے بعد اور نماز سے پہلے کوئی مضائقہ نہیں ہے (کافی) خواہ اس طرح کی بات چیت ہو، جسطرح آدمی آپس میں کیا کرتے ہیں، یا سبحان اللہ پڑھے، یا چھینک اور سلام کا جواب دے (سراج الوہاج) لیکن فقہ کو سمجھنا اور فقہ کی کتابوں پر نظر کرنا اور اس کو لکھنا ہمارے بعض اصحاب کے نزدیک مکروہ ہے اور بعض کے نزدیک کوئی مضائقہ نہیں ہے، اگر زبان سے نہ بولے، اور ہاتھ، سر یا آنکھوں سے اشارہ کردے، مثلاً ایک شخص کو برا کام کرتے دیکھا اور ہاتھ سے منع کر دیا، یا کوئی خبر سنی اور سر سے اشارہ کر دیا تو صحیح یہ ہے کہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے (محیط) اور اس وقت نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم پر درود مکروہ ہے (شرح طحاوی) خطبہ سننے میں جو شخص امام سے دور رہے، وہ قریب کے شخص کے حکم میں ہے، اور اس شخص کے لئے بھی خاموش رہنے کا حکم ہے، اور یہی مختار ہے (جواہر اخلاطی) اسی میں زیادہ احتیاط ہے (تبیین) بعض نے کہا کہ قرآن پڑھے، اور بعض نے کہا کہ ساکت رہے، اور یہی اصح ہے (محیط سرخسی) جو چیزیں نماز میں حرام ہیں وہ خطبہ میں بھی حرام ہیں، یہاں تک کہ جب امام خطبہ پڑھے، تو اس مدت میں کچھ کھانا پینا نہ چاہیئے (خلاصہ) خطیب کی طرف منہ کرنا مستحب ہے یہ حکم اس صورت میں ہے، جب خطیب اس کے سامنے ہو اور اگر اس کے قریب یا داہنی یا بائیں طرف ہو تو سننے کے لئے مستعد ہو کر اس کی طرف پھر جائے (خلاصہ)

اور عام مشائخ کا قول یہ ہے کہ لوگوں پر شروع سے آخر تک خطبہ سننا واجب ہے، اور امام سے قریب ہونا دور ہونے کے لحاظ سے افضل ہے، ہمارے مشائخ کا صحیح جواب یہی ہے (محیط) امام سے قریب ہونے کے لئے لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر نہ جائے، ہمارے اصحاب میں سے فقیہہ ابو جعفر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے، کہ جب تک امام خطبہ شروع نہ کرے اس وقت تک پھلانگنا جائز ہے، اور جب امام خطبہ شروع کردے تو مکروہ ہے، اس لئے کہ جبتک امام نے خطبہ شروع نہیں کیا ہر مسلمان کو آگے بڑھنا چاہیئے، اور محراب سے قریب ہو جائے تاکہ پیچھے آنے والے لوگوں کے لئے گنجائش باقی رہے اور امام سے قریب ہونے کی فضیلت بھی حاصل ہو جائے اور اگر پہلے شخص نے ایسا نہ کیا تو گویا اس نے بلا عذر اپنی جگہ ضائع کی اور جو شخص بعد میں آیا ہے اس کو اس جگہ کے لینے کا اختیار ہے، جو شخص امام کے خطبہ پڑھنے کی حالت میں آئے اس کو مسجد میں اپنی جگہ پر بیٹھ جانا چاہیئے، اس لئے کہ چلنا اور آگے بڑھنا حالت خطبہ میں عمل ہے (فتاوی قاضی خاں)

لیکن لوگوں سے مانگنے کے لئے پھلانگ لگانا سب احوال میں بالاجماع مکروہ ہے (بحر الرائق) مختار یہ ہے کہ سائل اگر نماز پڑھنے والوں کے سامنے سے نہ گذرے اور لوگوں کے گردنیں نہ پھلانگے اور لوگوں سے گڑگڑا کر نہ مانگے اور وہ چیز مانگے جس کا مانگنا ضروری ہے، تو اس کے مانگنے اور دینے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اگر اس طریقہ کے موافق نہ ہو تو مسجد کے مانگنے والے کو دینا جائز نہیں ہے (وجیز کردری) جو شخص خطبہ کے وقت حاضر ہو خواہ گھٹنے اٹھا کر بیٹھے، یا چار زانو جس طرح چاہے بیٹھے، اس لئے کہ خطبہ حقیقت اور عمل میں نماز نہیں ہے (مضمرات) جس طرح نماز میں بیٹھتے ہیں، اسی طرح بیٹھنا مستحب ہے (معراج الدرایہ) اگر ایک شخص نفل پڑھ رہا ہے، اور امام نے خطبہ شروع کر دیا تو اگر اس نے سجدہ نہیں کیا ہے تو نماز توڑ ڈالے، اور اگر سجدہ کر لیا تو دو رکعتوں کے بعد نماز قطع کر دے (قنیہ) کمان پر یا لاٹھی پر سہارا لگا کر خطبہ پڑھنا مکروہ ہے (خلاصہ) (اور یہی محیط میں ہے) اور جو شہر تلوار سے فتح ہوئے ہیں، ان میں خطیب تلوار گردن میں ڈال لے (شرح طحاوی)

جماعت ۔ ادائے جمعہ کی شرائط میں ایک جماعت بھی ہے، اس میں امام کے علاوہ کم از کم تین آدمی ہونے چاہئیں (تبیین) یہ شرط نہیں ہے کہ خطبہ میں سب لوگ حاضر ہوں (فتح القدیر) امام نے جمعہ کا خطبہ پڑھا اور لوگ بھاگ گئے پھر دوسرے لوگ آئے اور امام نے ان کے ساتھ جمعہ پڑھا تو جائز ہے (محیط سرخسی) جماعت کے لوگوں کے لئے ایک شرط یہ ہے کہ ان میں امام بننے کی صلاحیت ہو اگر ان میں امام بننے کی صلاحیت نہیں ہے، مثلاً عورتیں یا لڑکے ہیں تو جمعہ جائز نہ ہوگا (جوہرہ نیرہ) اگر وہ غلام ہیں، یا مسافر ہیں، یا مریض ہیں، یا اُمی ہیں، یا گونگے ہیں تو جمعہ صحیح ہو جائے گا (محیط سرخسی) اگر امام نے جمعہ کی تکبیر کہی، اور جماعت کے لوگ حاضر تھے، لیکن انھوں نے امام کے ساتھ نماز شروع نہ کی تو اصل میں مذکور ہے، کہ اگر انھوں نے امام کے رکوع کے سر اٹھانے سے پہلے تکبیر کہہ لی تو جمعہ صحیح ہوگا اور اگر امام کے رکوع کے سر اٹھانے سے پہلے تکبیر نہ کی تو از سر نو نماز شروع کرے اور اس میں کچھ اختلاف مذکور نہیں ہے (غیاثیہ) اگر جماعت والوں نے امام کے ساتھ تکبیر (اللہ اکبر) کہی اور پھر بھاگ گئے، اور مسجد سے نکل گئے، پھر امام کے رکوع کے سر اٹھانے سے پہلے آ گئے اور تکبیر کہہ لی، تو جمعہ جائز ہے (محیط سرخسی) جب امام نے تکبیر کہی، اور اس کے ساتھ کچھ لوگ باوضو تھے، لیکن انھوں نے امام کے ساتھ تکبیر نہ کہی یہاں تک، کہ ان لوگوں کا وضو ٹوٹ گیا اور وہ لوگ چلے گئے، اور دوسرے لوگ آ گئے، تو استحساناً جمعہ جائز ہو گا اور اگر وہ لوگ شروع ہی سے بے وضو تھے، اور امام نے تکبیر کہہ دی پھر اور لوگ آئے تو امام از سر نو تکبیر کہے (فتاویٰ قاضیخاں)

اگر جماعت کے لوگ نماز شروع کرنے کے بعد اور سجدہ کرنے سے پہلے بھاگ گئے، تو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جمعہ صحیح نہ ہو گا، حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد رحمہما اللہ کا اس میں اختلاف ہے (یعنی ان کے نزدیک صحیح ہو جائیگا، (تمرتاشی) اگر سجدہ کرنے کے بعد بھاگ گئے، تو ہمارے تینوں ائمہ یعنی امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کے نزدیک جمعہ صحیح ہو جائے گا (مضمرات)

عام اجازت ادائے جمعہ کی شرائط میں، عام اجازت بھی ہے، عام اجازت کا مطلب یہ ہے کہ مسجد کے دروازے کھول دیئے جائیں اور تمام لوگوں کو آنے کی اجازت ہو، اگر کچھ لوگ مسجد میں جمع ہو کر اس کے دروازے بند کر لیں، اور جمعہ پڑھیں تو جائز نہیں ہے، اور اسی طرح اگر بادشاہ اپنے لوگوں کے ساتھ گھر میں جمعہ پڑھنا چاہے اور دروازہ کھول دے اور عام اجازت دے دے تو نماز جائز ہو گی، خواہ اور لوگ آئیں یا نہ آئیں (محیط) لیکن اس میں کراہت

ہے (تاتارخانیہ) اگر بادشاہ شہر کا دروازہ نہ کھولے اور دربان مقرر کردے تو جمعہ جائز نہ ہوگا (محیط) مسافر، غلام اور مریض جمعہ میں امام بن سکتے ہیں (قدوری) جس شخص کو کوئی عذر نہیں ہے وہ اگر جمعہ سے پہلے ظہر پڑھ لے تو مکروہ ہے (کنز) مریض، مسافر اور قیدیوں کو امام کے جمعہ سے فارغ ہونے تک ظہر میں تاخیر کرنا مستحب ہے، اگر تاخیر نہ کی تو صحیح قول کے مطابق ان کی نماز مکروہ ہوگی (ہوادجیز کردری) اگر ظہر کی نماز ادا کرچکا، پھر جمعہ کے لئے چلا، اگر امام کے ساتھ جمعہ مل گیا تو ظہر کی نماز باطل ہو جائے گی خواہ معذور ہو، جیسے مسافر مریض، یا غلام، یا غیر معذور ہو، اور اگر جمعہ نہ ملا تو دیکھا جائے گا، کہ اگر یہ شخص اس وقت گھر سے نکلا تھا جب امام نماز سے فارغ ہو چکا تھا، تو بالاجماع ظہر کی نماز باطل نہ ہوگی، اور اگر گھر سے نکلتے وقت امام نماز میں تھا، اور اس کے پہونچنے سے پہلے فارغ ہوگیا، تو حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کی ظہر باطل ہو جائے گی، حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد رحمہما اللہ کا اس میں اختلاف ہے، یعنی ان کے نزدیک ظہر کی نماز باطل نہ ہوگی، اور اگر وہ شخص گھر سے جمعہ کے ارادہ سے نہیں نکلا تو بالاجماع ظہر کی نماز باطل نہ ہوگی (کافی)

اگر جمعہ کے ارادہ سے نکلا، اور اسی وقت امام فارغ ہوا، تو ظہر کی نماز باطل نہ ہوگی (تبیین) اگر ظہر کی نماز اپنے گھر میں ادا کی، پھر جمعہ کی طرف نکلا، اور ابھی تک امام نے جمعہ نہیں پڑھا لیکن دور ہونے کی وجہ سے اس کو جمعہ ملنے کی توقع نہیں ہے تو فقہائے بلخ کے قول کے مطابق اس کی ظہر کی نماز باطل ہو جائے گی، اور اگر جمعہ کی طرف متوجہ ہوا، اور ابھی تک امام نے کسی عذر کی بنا پر یا بلا عذر نماز نہیں پڑھی تو اس کی ظہر کی نماز کے باطل ہونے میں اختلاف ہے، صحیح یہ ہے کہ باطل نہیں ہوتی، اگر جمعہ کیطرف نکلا، اور لوگوں نے جمعہ شروع کردیا تھا لیکن وہ لوگ جمعہ کی نماز پوری ہونے سے پہلے کسی حادثہ کی وجہ سے نکل گئے، تو اس میں اختلاف ہے، صحیح یہ ہے کہ اس کی ظہر کی نماز باطل ہو جائے گی (کفایہ) جمعہ کے واسطے چلنے میں معتبر یہ ہے کہ اپنے گھر سے جدا ہو جائے اور اس سے پہلے مختار قول کے مطابق ظہر باطل نہیں ہوتی (فتح القدیر) اگر ظہر پڑھنے کے بعد مسجد میں بیٹھا ہو تو بالاتفاق یہ حکم ہے کہ جبتک امام کے ساتھ جمعہ شروع نہ کرے ظہر کی نماز باطل نہیں ہوتی (بحرالرائق) اگر مریض اپنے گھر ظہر پڑھنے کے بعد مرض میں تخفیف پائے اور جمعہ کے لئے جائے اور جمعہ پڑھے تو اس کی ظہر کی نماز نفل بنجائے گی (نہایہ) جو شخص جمعہ کی نماز میں التحیات یا سجدہ سہو میں شریک ہوا تو حضرت امام ابوحنیفہ اور حضرت امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک اس کا جمعہ پورا ہو جائے گا، شہر میں معذور لوگ جیسے قیدی اور مسافر یا غیر معذور، اگر امام کے جمعہ سے فارغ ہونے سے پہلے ظہر کی نماز جماعت سے پڑھیں تو مکروہ ہے، اور جمعہ کے بعد شہر والے جو کسی وجہ سے جمعہ میں حاضر نہ ہو سکے، اگر ظہر کی نماز جماعت سے پڑھیں تو مکروہ ہے، دیہات والوں کے لئے اذان اور اقامت سے ظہر کی نماز جماعت سے پڑھنا بلاکراہت جائز ہے، قاضی خاں وغیرہ نے اس کو ذکر کیا ہے (شرح مختصر الوقایہ مصنفہ شیخ ابوالمکارم) جمعہ کی پہلی اذان پر بیع کو چھوڑ دینا اور جمعہ کے لئے چلنا واجب ہے، طحاوی نے کہا ہے کہ خطبہ کی اذان کے وقت جمعہ کے واسطے سعی کرنا واجب ہے اور بیع مکروہ ہے، حسن بن زیاد نے کہا ہے کہ وہ اذان معتبر ہے جو منارہ پر دیجائے، اصح یہ ہے کہ زوال سے پہلے کی اذان معتبر نہیں ہے اور زوال کے بعد جو پہلے اذان ہو وہ معتبر ہے، خواہ منبر کے سامنے ہو، یا کہیں اور ہو (کافی) جمعہ کے لئے جلد چلنا اور مسجد کی طرف دوڑنا ہمارے نزدیک اور عامہ فقہاء کے نزدیک واجب نہیں ہے، اس کے مستحب ہونے میں اختلاف ہے، اصح یہ ہے کہ اطمینان و سکون اور وقار کے ساتھ چلے (قنیہ) اور جب خطیب منبر پر بیٹھے، تو اس کے سامنے اذان دیجائے، اور خطبہ پورا ہونے کے بعد اقامت (تکبیر) کہی جائے ہمیشہ سے یہی معمول چلا آرہا ہے (بحرالرائق) جمعہ کی نماز کی دو رکعتیں ہیں، ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ اور جو سورت

مناسب سمجھے پڑھے، دونوں رکعتوں میں جہر کرے (محیط سرخسی) تکبیر (اللہ اکبر) کہی اور ہجوم کی بنا پر زمین پر سجدہ نہ کرسکا، تو لوگوں کے کھڑے ہونے کا انتظار کرے پھر اگر کچھ جگہ پائے، تو سجدہ کرے، اور اگر کسی دوسرے شخص کی پیٹھ پر سجدہ کیا ہے تو جائز ہے، اور اگر سجدہ کی جگہ مل گئی تھی اور اس کے باوجود کسی دوسرے شخص کی پیٹھ پر سجدہ کیا تو جائز نہیں ہے (فتاویٰ قاضی خاں) اگر لوگوں کی کثرت کی وجہ سے سجدہ نہ کرسکا، اور اسی طرح کھڑا رہا، یہانتک کہ امام نے سلام پھیر دیا تو وہ لاحق کے حکم میں ہے، اسی طرح قرارت کے بغیر نماز پڑھتا رہے (بحر الرائق) اگر ایک شخص جمعہ کی نماز میں مسبوق ہو اور پھر اپنی نماز قضا کرنے کے لئے کھڑا ہو تو اسے اختیار ہے کہ جہر سے قرارت کرے یا آہستہ پڑھے، تنہا نماز پڑھنے والے کا فجر کی نماز میں بھی یہی حکم ہے (خلاصہ) جمعہ میں حاضر ہونے والے کے لئے مستحب ہے کہ تیل لگائے اور خوشبو لگائے اگر موجود ہو اگر میسر ہو تو اچھے کپڑے پہنے، اور سفید کپڑے پہنے پہلی صف میں بیٹھے (معراج الدرایہ)

سترھواں باب عیدین کی نماز کا بیان

عیدین کی نماز واجب ہے، یہی اصح ہے (محیط سرخسی) مردوں کو عید الفطر کے دن، نہانا مسواک کرنا، اور اچھے کپڑے پہننا مستحب ہے (قنیہ) کپڑے نئے ہوں یا دُھلے ہوئے ہوں (محیط سرخسی) انگوٹھی پہننا خوشبو لگانا، اور تڑکے اٹھنا اور صبح سویرے عیدگاہ جانا، اور نماز سے پہلے صدقۂ فطر ادا کرنا، اور صبح کی نماز اپنے محلہ کی مسجد میں ادا کرنا، پیادہ پا عیدگاہ جانا، اور دوسرے راستہ سے لوٹنا مستحب ہے (قنیہ) جمعہ اور عیدین میں سوار ہو کر جانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اور جو شخص چل سکتا ہو، اس کیلئے پیدل چلنا افضل ہے (ظہیریہ) عید الفطر کے دن عیدگاہ جانے سے پہلے تین، یا پانچ یا سات چھوارے کھانا مستحب ہے، اس سے کم کھائے یا زیادہ، لیکن چھوارے طاق ہونے چاہئیں، اگر چھوارے نہ ہوں تو کوئی اور میٹھی چیز کھائے (عینی شرح کنز) اگر نماز سے پہلے کچھ نہ کھایا، تو گنہ گار نہ ہوگا، اگر نماز کے بعد بھی عشار تک کچھ نہ کھایا تو اس پر مواخذہ ہوسکتا ہے، عید الاضحیٰ کا وہی حکم ہے، جو عید الفطر کا ہے، لیکن اس میں عید کی نماز تک کچھ نہ کھانا چاہیئے (قنیہ)

کبریٰ میں ہے کہ بقر عید کے دن نماز سے پہلے کھانے کے مکروہ ہونے میں دو روایتیں ہیں مختار یہ ہے کہ نماز سے پہلے کھانے میں کسی قسم کی کوئی کراہت نہیں لیکن نماز سے پہلے کھانا نہ چاہیئے (تاتار خانیہ) مستحب یہ ہے کہ اس روز سب سے پہلے قربانی کا گوشت کھائے، جو اللہ تعالیٰ کی ضیافت ہے (عینی شرح ہدایہ) عید کی نماز کے لئے عیدگاہ جانا سنت ہے اگرچہ جامع مسجد میں گنجائش ہو، عامۂ مشایخ کا یہی مذہب ہے یہی صحیح ہے (مضمرات) عید کی نماز دو جگہ پڑھنا جائز ہے اور حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تین جگہ پڑھنا جائز ہے، اور حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز نہیں ہے (محیط) عید کے دن عیدگاہ میں منبر نہ لیجانا چاہیئے، اور عیدگاہ میں منبر بنانے میں مشایخ کا اختلاف ہے، بعض نے کہا کہ مکروہ نہیں ہے، اور بعض کے نزدیک مکروہ ہے (فتاویٰ قاضی خاں) اور صحیح یہ ہے کہ مکروہ نہیں ہے (فتاویٰ غرائب)

عیدگاہ میں اطمینان اور وقار کے ساتھ جانا چاہیئے، اور جن چیزوں کا دیکھنا جائز نہیں ہے، ان سے آنکھیں بند رکھیں (مضمرات) بقر عید کے دن راستہ میں جہر سے تکبیر (اللہ اکبر) کہے اور مصلّے پر پہنچکر ختم کردے، یہی مختار ہے، عید الفطر کے دن جہر سے تکبیر نہ کہے حضرت امام ابو حنیفہ رح کا مختار مذہب یہی ہے، یہی قول لیا گیا ہے (غیاثیہ) آہستہ تکبیر اللہ اکبر کہنا

کہنا مستحب ہے (جوہرہ نیرہ)

اصولِ کلی

جس شخص پر جمعہ کی نماز واجب ہے اس پر عید کی نماز بھی واجب ہے (ہدایہ) خطبہ کے علاوہ جمعہ میں جو شرائط ہیں، وہی عیدین میں بھی ہیں (خلاصہ) لیکن عید کے دن نماز کے بعد خطبہ سنت ہے، خطبہ کے بغیر عید کی نماز جائز ہے، اگر نماز سے پہلے خطبہ پڑھ دیا گیا تو جائز ہے لیکن مکروہ ہے (محیط سرخسی) اگر عید کی نماز میں خطبہ پہلے پڑھ دیا، تو نماز کے بعد اعادہ نہ کریں (فتاویٰ قاضی خاں) گھر واپس ہونے کے بعد چار رکعات پڑھنا مستحب ہے (زاد) اگر عید کی نماز سے پہلے فجر کی نماز قضا پڑھے، تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، اگر ایک شخص نے فجر کی نماز نہ پڑھی تو عید کی نماز جائز ہوگی، عید کی نماز سے پہلے پرانی قضا نمازیں پڑھنی جائز ہیں لیکن عید کی نماز کے بعد پڑھنی زیادہ اولیٰ اور بہتر ہے (تاتارخانیہ میں حجت سے منقول ہے) عیدین کی نماز کا وقت سورج کے اچھی طرح روشن ہونے سے زوال تک ہے (سراجیہ یہی تبیین میں لکھا ہے، بقرعید کے دن جلدی کرنا اور عید الفطر میں تاخیر کرنا افضل ہے (خلاصہ)

عید کی نماز کا طریقہ

امام دو رکعتیں پڑھے سب سے پہلے تکبیر تحریمہ کہے اور سبحانک اللّٰھم الخ پڑھے اور سبحانک آخر تک پڑھنے کے بعد تین بار تکبیر (اللہ اکبر) کہے (تیسری تکبیر پر ہاتھ باندھ لے) پھر جہر سے قراءت کرے، پھر رکوع کے لئے تکبیر (اللہ اکبر) کہے، پھر جب دوسری رکعت کے لئے کھڑا ہو، تو پہلے سورۂ فاتحہ اور کسی صورت کی قراءت کرے، پھر تین بار تکبیر کہے (اور ہاتھ چھوڑ دے) اور چوتھی تکبیر پر رکوع کرے، عید کی نماز میں چھ تکبیریں زائد ہیں، تین پہلی رکعت میں، اور تین دوسری رکعت میں، اور تین تکبیریں اصلی ہیں، ایک شروع کی اور دو رکوع کی، پس دونوں رکعتوں میں نو تکبیریں ہوئیں، اور دونوں قراءتوں کو ملائے، حضرت ابن مسعودؓ کی یہ روایت ہے، ہمارے اصحابؒ نے اسی روایت کو لیا ہے (محیط سرخسی) زائد تکبیروں میں ہاتھ اٹھائے، اور ایک تکبیر سے دوسری تکبیر تک تین تسبیح (سبحان اللہ) کے بقدر خاموش رہے (تبیین) اسی پر ہمارے مشایخ نے فتویٰ دیا ہے (غیاثیہ) تکبیروں کے درمیان ہاتھ چھوڑے رکھے باندھے نہیں (ظہیریہ) پھر نماز کے بعد دو خطبے پڑھے (جوہرہ نیرہ) دونوں خطبوں کے درمیان کچھ دیر بیٹھے (فتاویٰ قاضی خاں) جب منبر پر چڑھے تو ہمارے مذہب کے مطابق نہ بیٹھے (عینی شرح ہدایہ) عید الفطر کے دن خطبہ میں (اللہ اکبر) تسبیح (سبحان اللہ) اور لا الٰہ الا اللہ، اور الحمد للہ، اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے (تاتارخانیہ) پہلے خطبہ میں مسلسل نو مرتبہ اللہ اکبر کہنا، اور دوسرے خطبہ میں مسلسل سات مرتبہ اللہ اکبر کہنا مستحب ہے (زاہدی) خطبہ میں صدقہ فطر اور اس کے احکام بیان کرے اور بتلائے کہ صدقہ فطر کس پر واجب ہوتا ہے؟ کس کے لئے واجب ہوتا ہے؟ کب واجب ہوتا ہے؟ کسقدر واجب ہوتا ہے؟ کس چیز سے واجب ہوتا ہے؟ (جوہرہ نیرہ)

عید الاضحیٰ کے روز خطیب اللہ اکبر، اور سبحان اللہ پڑھے، وعظ کہے، قربانی اور ذبح کے احکام بتائے (تاتارخانیہ) تکبیراتِ تشریق سکھائے (زاد) جب امام خطبہ میں اللہ اکبر پڑھے، تو قوم بھی اسکے ساتھ اللہ اکبر پڑھے، اور جب امام درود پڑھے تو سننے والے بھی اپنے دل میں درود پڑھیں، اور خاموش رہنا سنت ہے (تاتارخانیہ میں حجت سے منقول ہے)

اگر ایسے شخص کے پیچھے عید کی نماز میں اقتدا کی جس کے نزدیک تکبیروں میں رفع یدین نہیں ہے، تو مقتدی رفع یدین کریں، اس لئے کہ اتنی قلیل مخالفت سے متابعت میں خلل واقع نہیں ہوتا (غیاثیہ) حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے جامع میں لکھا ہے، ایک شخص عید کی نماز میں امام کے ساتھ شامل ہوا، اور اس شخص کے نزدیک حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی تکبیر مختار ہے اور امام نے اس کے علاوہ اور طرح کی تکبیر کہی، تو یہ شخص امام کا اتباع کرے، لیکن اگر امام ایسی تکبیر کہے جو فقہاء

میں سے کسی کا مذہب نہیں ہے، تو اس وقت متابعت نہ کرے (محیط) لیکن یہ حکم اس صورت میں ہے، جب وہ امام کے قریب ہو اور اس سے تکبیریں سنتا ہو، اور اگر امام سے دور ہے اور مکبروں سے تکبیریں سنتا ہے تو جتنی تکبیریں سنے سب ادا کرے اگرچہ صحابہؓ کے قول سے خارج ہو جائے، اس لئے کہ شاید مکبرین سے غلطی ہو گئی ہو، اور ممکن ہے کہ جو تکبیر اس نے چھوڑی ہو امام کی تکبیر وہی ہو (بدائع)، حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کبیری میں فرمایا ہے کہ اگر ایک شخص عید کی نماز میں امام کے ساتھ پہلی رکعت میں اس وقت داخل ہوا، جب امام ابن عباس رضی اللہ عنہما کے مذہب کے مطابق چھ تکبیریں کہہ چکا تھا اور قرارت کر رہا تھا اور اس شخص کے نزدیک وہ تکبیر مختار ہے، جو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، تو اس رکعت میں امام کی قرارت کی حالت میں اپنے مذہب کے مطابق تکبیر کرلے اور دوسری رکعت میں امام کا اتباع کرے (تاتار خانیہ)

اگر عید کی نماز میں مقتدی اس وقت پہنچا، جب امام رکوع میں ہے، تو کھڑے ہو کر تکبیر تحریمہ کہے، پس اگر کھڑے ہو کر عید کی تکبیریں کہنے کے بعد رکوع مل سکتا ہے، تو اسی طرح عمل کرے، اور اپنے مذہب کے مطابق تکبیریں کہے اور اگر رکوع نہیں مل سکتا تو رکوع میں چلا جائے، اور رکوع ہی کی حالت میں حضرت امام ابو حنیفہ اور حضرت امام محمد رحمہما اللہ کے مذہب کے بموجب تکبیریں کہے (سراج الوہاج)

جب عید کی تکبیریں رکوع میں کہے تو ان میں ہاتھ نہ اٹھائے (کافی) اگر اس شخص نے پوری تکبیریں نہیں کہی تھیں کہ امام نے رکوع سے سر اٹھا لیا، تو وہ بھی سر اٹھائے اور امام کی متابعت کرے اور باقی تکبیریں اس سے ساقط ہو جائیں گی (سراج الوہاج) اگر امام کو قومہ کی حالت میں پایا، تو اسوقت تکبیریں نہ کہے اس لئے کہ پہلی رکعت مع تکبیرات کے آخر میں ادا کرے گا اور لاحق امام کے مذہب کے مطابق تکبیریں کہے، مثلاً ایک شخص نے امام کے ساتھ نماز شروع کی اور سو گیا، پھر بیدار ہوا، تو امام کے مذہب کے مطابق تکبیریں کہے، اس لئے کہ وہ امام کے پیچھے ہے، اس کے برخلاف مسبوق اپنی نماز میں امام کا مقتدی نہیں ہوتا (کافی)، اگر عید کی نماز میں اسوقت شریک ہوا، جب امام التحیات پڑھ چکا ہے، اور ابھی سلام نہیں پھیرا یا سلام پھیر چکا ہے لیکن ابھی سجدۂ سہو نہیں کیا، یا سجدہ سہو کر چکا ہے، اور ابھی سلام نہیں پھیرا تو وہ کھڑے ہو کر عید کی نماز ادا کرے، بعض مشایخ نے کہا ہے، جو ذکر ہوا، یہ قول حضرت امام ابو حنیفہؒ اور حضرت امام ابو یوسفؒ کا ہے اور حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کو عید کی نماز نہیں ملتی، جسطرح ان کے مذہب کے مطابق ایسی صورت میں (یعنی جب کہ التحیات میں شریک ہوا) جمعہ کی نماز نہیں ملتی، اور بعض فقہا نے کہا ہے کہ اس مسئلہ میں خلاف نہیں ہے، اور یہی صحیح ہے (ظہیریہ) انفع میں ہے کہ عیدین کی نماز میں رکوع کی تکبیر واجبات میں سے ہے اس لئے کہ یہ عید کی تکبیرات میں ہے، اور عید کی تکبیریں واجب ہیں اور نافع میں ہے کہ اس طرح تکبیر افتتاح میں لفظ اللہ اکبر کی رعایت واجب ہے، یہاں تک اگر اللہ اکبر کے بدلے اللہ اجل یا اللہ اعظم کہا تو سجدہ سہو واجب ہوگا، اور نمازوں میں یہ حکم نہیں ہے، اگر امام عید کی تکبیریں بھول گیا، اور قرارت شروع کر دی، تو قرارت کے بعد تکبیریں کہے یا رکوع میں سر اٹھانے سے پہلے کہ لے (تاتار خانیہ)

اگر کسی بنا پر عید الفطر کی نماز اس روز ادا نہ ہوئی، مثلاً ابر کی وجہ سے چاند نظر نہ آیا اور اگلے روز امام کو زوال کے بعد خبر ہوئی یا زوال سے پہلے ایسے وقت اطلاع ہوئی کہ اب لوگ جمع نہیں ہو سکتے، یا ابر میں عید کی نماز پڑھی بعد میں معلوم ہوا کہ زوال کے بعد نماز پڑھی گئی، تو اگلے روز عید کی نماز ادا کریں، اگلے روز کے بعد عید کی نماز نہ پڑھیں امام نے عید کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کی اور کچھ آدمیوں سے چھوٹ گئی تو وہ نماز نہ پڑھیں خواہ وقت باقی ہو یا نکل

گیا ہو (تبیین) عید الاضحیٰ (۔۔۔۔۔۔ کے دن اگر کوئی عذر ہو گیا، تو دوسرے اور تیسرے دن تک نماز پڑھ سکتے ہیں، اس کے بعد نہیں پڑھ سکتے (جوہرہ نیرہ) عید الاضحیٰ میں عذر کی قید اس لئے ہے کہ اس میں کوئی کراہت نہیں ہے، یہاں تک کہ اگر بلا عذر تیسرے دن تک تاخیر کریں تو نماز جائز ہو گی لیکن انھوں نے برا کیا اور عید الفطر میں دوسرے دن نماز صرف عذر کی بنا پر جائز ہوتی ہے اور اگر بلا عذر دوسرے دن تک تاخیر کی تو نماز جائز نہ ہو گی (تبیین) دوسرے دن بھی نماز کا وہی وقت ہے، جو پہلے دن تھا (تاتارخانیہ) امام نے عید الفطر کی نماز پڑھا دی، اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد زوال سے پہلے یہ بات معلوم ہوئی کہ بے وضو نماز پڑھائی تھی تو نماز کا اعادہ کریں اور اگر زوال کے بعد یہ بات معلوم ہوئی، تو دوسرے دن دوبارہ نماز پڑھیں اور اگر دوسرے دن زوال کے بعد یہ بات معلوم ہوئی، تو پھر نماز نہ پڑھیں، اور اگر عید الاضحیٰ کے روز ویسی صورت پیش آئی اور زوال کے بعد یہ بات معلوم ہوئی، اور لوگوں نے قربانیاں کر لیں، تو یہ قربانیاں جائز ہیں، اور دوسرے دن دوبارہ نماز پڑھیں، اسی طرح اگر دوسرے روز معلوم ہوا، تو زوال سے پہلے نماز کا اعادہ کر لیں، اور اگر زوال ہو چکا، تو اس سے اگلے روز زوال سے پہلے پہلے نماز پڑھ لیں، اور اگر تیسرے دن زوال کے بعد معلوم ہوا تو پھر نماز نہ پڑھیں، اگر بقر عید کے دن زوال سے پہلے معلوم ہوا، کہ امام نے بلا وضو نماز پڑھا دی ہے، تو سب آدمیوں میں نماز کی منادی کرا دی جائے، تو جس شخص نے معلوم ہونے سے پہلے قربانی کر لی، اس کی قربانی جائز ہے، اور معلوم ہونے کے بعد زوال تک قربانی جائز نہیں ہے (فتاوی قاضی خاں) اگر عید کی نماز کے وقت جنازہ بھی آ جائے، تو عید کی نماز پہلے پڑھیں، اور عید کے خطبہ پر جنازہ کی نماز مقدم کریں (قنیہ) عرفہ کے دن بعض مقامات پر وقوف عرفہ کرنے والوں کی مشابہت کرتے ہوئے جو اجتماع لوگ کرتے ہیں، اس کی کوئی اصل نہیں ہے (تبیین)

ایامِ تشریق کی تکبیرات کے مسائل

تشریق کی تکبیرات میں چار چیزوں کا جاننا ضروری ہے (۱) ان تکبیروں کا حکم کیا ہے (۲) کتنی مرتبہ پڑھیں اور کیا پڑھیں، (۳) تکبیرات کی شرائط (۴) تکبیرات کا وقت،

تکبیرات کا حکم یہ ہے کہ یہ واجب ہیں، ان کے پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ ایکبار اللہ اکبر، اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد پڑھیں، شرائط یہ ہیں، کہ مقیم ہو اور شہر میں ہو اور فرض نماز جماعتِ مستحبہ سے پڑھے (تبیین) آزاد ہونا، اور سلطان کا ہونا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صحیح قول کے مطابق شرط نہیں ہے (معراج الدرایہ) تکبیرات کی ابتدا نویں تاریخ کو عرفہ کے روز فجر کی نماز کے بعد سے ہوتی ہے اور ان کا اختتام صاحبین کے نزدیک ایامِ تشریق کے آخری روز یعنی تیرہویں تاریخ کو عصر کی نماز کے بعد ہو جاتا ہے (تبیین) فتویٰ اور عمل سب شہروں اور زمانوں میں صاحبین کے قول پر ہے (زاہدی) سلام پھیرنے کے فوراً بعد تکبیرات تشریق ادا کرنی چاہئیں، یہاں تک کہ اگر کلام کیا، یا جان بوجھ کر وضو توڑ ڈالا، تو تکبیرات تشریق ساقط ہو جائیں گی (تہذیب) وتر اور عید کی نماز کے بعد تکبیرات نہ کہے، اگر ایک شخص ایامِ تشریق میں کسی وقت کی نماز بھول گیا، اور اس کو اسی سال کے ایامِ تشریق میں وہ نماز یاد آ گئی اور قضا پڑھی، تو نماز کے ساتھ تکبیرات بھی ادا کرے گا (خلاصہ) اگر ایامِ تشریق سے پہلے کی کوئی نماز ان دنوں میں قضا پڑھی، اس کے بعد تکبیرات نہ پڑھے، اسی طرح

اگر ایام تشریق میں کوئی نماز قضا ہو گئی اور تشریق کے علاوہ اور دنوں میں قضا پڑھی، یا سال آئندہ کی تشریق کے دنوں میں قضا پڑھی، تو اس کے بعد تکبیرات نہ کہے، تکبیرات تشریق اقتدا کیوجہ سے عورت اور مسافر پر بھی واجب ہو جاتی ہیں عورت آہستہ تکبیریں کہے، مسبوق پر بھی تکبیریں واجب ہوتی ہیں، اور وہ اپنی نماز پوری کرنے کے بعد تکبیریں کہے، اگر امام نے تکبیریں چھوڑ دیں تو مقتدی پھر بھی تکبیریں کہے، البتہ مقتدی امام کا اسوقت تک انتظار کرے کہ امام سے کوئی ایسی حرکت واقع ہو، کہ جس سے تکبیرات منقطع ہو جائیں، اور وہ ایسی چیزیں ہیں کہ جن کے بعد نماز کی بنا جائز نہیں رہتی، مثلاً مسجد سے چلا جانا، یا قصداً حدث کرنا اور کلام کرنا (تبیین) اگر امام کو سلام کے بعد تکبیرات سے پہلے حدث لاحق ہو گیا، تو اصح یہ ہے کہ وہ تکبیرات کہے، طہارت کے لئے نہ جائے (خلاصہ)

اٹھارواں باب

سورج گہن کی نماز

سورج گہن کی نماز سنت ہے (ذخیرہ) بالاتفاق یہ حکم ہے، کہ سورج گہن کی نماز جماعت سے ادا کیجائے، ادا کرنے کی صورت میں اختلاف ہے، ہمارے علماء نے کہا ہے کہ دو رکعتیں پڑھے اور ہر رکعت میں ایک رکوع اور دو سجدے کرے جس طرح اور نمازیں پڑھی جاتی ہیں، اور جسقدر چاہے قرارت کرے (محیط) افضل یہ ہے، کہ دونوں رکعتوں میں قرارت طویل کرے (کافی) اور نماز کے بعد آفتاب کھلجانے تک دعا مانگتا رہے (سراج الوہاج) قرائت میں طول کرنا اور دعا میں تخفیف کرنا یا دعا میں طول کرنا اور نماز میں تخفیف کرنا دونوں جائز ہیں، اگر ایک میں تخفیف کرے تو دوسرے میں طول کرے (جوہرہ نیرہ) سورج گہن کی نماز وہ شخص پڑھائے جو جمعہ پڑھاتا ہے، شمس الائمہ حلوائی نے کہا ہے اگر جمعہ اور عیدین کا امام موجود نہ ہو تو لوگ الگ الگ اپنی اپنی مسجدوں میں نماز پڑھ لیں لیکن اگر بڑے امام نے جو جمعہ اور عیدین پڑھاتا ہے، ان کو جماعت کی اجازت دے دی تو اسوقت جائز ہے کہ جماعت سے نماز پڑھیں اور محلہ کا امام امامت کرے، سورج گہن کی نماز میں حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے بموجب قرات جہر سے نہ کریں (------ یہی صحیح قول ہے (مضمرات) اس نماز میں خطبہ نہیں ہے ہمارا مذہب یہی ہے (محیط) سورج گہن کی نماز عیدگاہ یا جامع مسجد میں پڑھی جائے اس کے علاوہ اگر کہیں اور پڑھیں تو جائز ہے اور پہلی دونوں جگہوں میں پڑھنا افضل ہے، اگر یہ نماز الگ الگ اپنے گھروں میں پڑھ لیں تب بھی جائز ہے اور اگر سب جمع ہو کر نماز نہ پڑھیں صرف دعا مانگ لیں تب بھی جائز ہے (خزانۃ المفتین) امام دعا کے لئے منبر پر نہ چڑھے (تاتارخانیہ) اس دعا میں امام کو اختیار ہے کہ چاہے قبلہ رخ ہو کر دعا مانگے، یا کھڑا ہو کر دعا مانگے، یا قوم کی طرف متوجہ ہو کر دعا مانگے اور لوگ آمین کہتے رہیں، شمس الائمہ حلوائی نے کہا ہے کہ یہی بہتر ہے، اگر اپنی لاٹھی یا کمان پر سہارا دے کر کھڑے ہو کر دعا مانگے تو یہ بھی بہتر ہے (محیط)

اگر گہن کے وقت نماز نہ پڑھی یہانتک کہ آفتاب کھل گیا تو پھر نماز نہ پڑھیں، اور اگر کچھ کھل گیا اور کچھ گہن ہے تو نماز شروع کرنا جائز ہے، اور اگر گہن کی حالت میں آفتاب پر بادل چھا گیا تب بھی نماز پڑھیں اور اگر گہن کیحالت میں آفتاب غروب ہو گیا تو دعا موقوف کریں اور مغرب کی نماز میں مشغول ہو جائیں، اور اگر سورج گرہن کے ساتھ جنازہ بھی جمع ہو جائے تو پہلے جنازہ کی نماز پڑھیں اگر ایسے اوقات میں سورج گہن ہو جن میں نماز پڑھنا ممنوع ہو تو نماز نہ پڑھیں (جوہرہ نیرہ)

چاند گہن کے متعلقہ مسائل

چاند گہن میں دو رکعتیں علیحدہ علیحدہ پڑھے (محیط سرخسی) اسی طرح اگر ہولناک واقعات یا حادثات پیدا ہو جائیں مثلاً آندھی تیز ہو جائے، یا بارش زیادہ ہو جائے، یا برف گرنا موقوف نہ ہو، یا آسمان سرخ ہو جائے، یا دن میں تاریکی ہو جائے یا کوئی مرض عام ہو جائے (سراجیہ) یا زلزلے اور صاعقہ پیدا ہوں، یا ستارے چھوٹنے لگیں، یا رات میں یکایک ہولناک روشنی ہو جائے، یا دشمن کا خوف غالب ہو، یا اس طرح کے اور حادثات پیدا ہوں تو اسی طرح ان تمام صورتوں میں دو رکعت نماز پڑھیں (تبیین) بدائع میں ہے کہ اپنے اپنے گھروں میں نماز پڑھیں (بحر الرائق)

انیسواں باب باران رحمت کی نماز

حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ استسقاء (باران رحمت کی نماز) میں جماعت کے ساتھ نماز سنت نہیں ہے (ہدایہ) اس میں خطبہ بھی نہیں ہے لیکن دعا و استغفار ہے، باران رحمت کے لئے اگر لوگ الگ الگ نماز پڑھیں تو کوئی مضائقہ نہیں ہے (ذخیرہ) حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس میں چادر پلٹنا نہیں ہے (تبیین) حضرت امام محمد اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ امام نماز کے لئے نکلے، اور دو رکعت نماز پڑھائے، دونوں رکعتوں میں قرارت جہر کرے (مضمرات) افضل یہ ہے کہ پہلی رکعت میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰی الخ اور دوسری رکعت میں هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ پڑھے (عینی شرح ہدایہ) نماز کے بعد دو خطبے زمین پر کھڑے ہو کر پڑھے، لوگوں کی طرف اپنا منہ کرے اور منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ نہ پڑھے دونوں خطبوں کے درمیان جلسہ کرے، اگر چاہے ایک ہی خطبہ پر اکتفا کرے، اللہ تعالیٰ سے دعا کرے، تسبیح پڑھے، اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتوں کی مغفرت کی دعا مانگے، اپنی کمان یا عصا پر ٹیک لگائے کھڑا رہے، اور جب تھوڑا سا خطبہ پڑھ چکے تو اپنی چادر پلٹ دے (مضمرات)

چادر پلٹنے کا طریقہ یہ ہے کہ اگر چادر مربع ہو تو اوپر کی جانب نیچے اور نیچے کی جانب اوپر کر دے اور اگر مدور ہو تو داہنی جانب بائیں طرف کر دے اور بائیں طرف داہنی جانب کر دے، لیکن دوسرے لوگ اپنی چادریں نہ پلٹیں (کافی، محیط، سراج الوہاج) تحفہ میں ہے کہ جب امام خطبہ سے فارغ ہو جائے، تو جماعت کی طرف پشت کرے، قبلہ رو کھڑے ہو کر اپنی چادر پلٹ دے، پھر قیام کی حالت میں استسقاء کی دعا میں مشغول ہو اور جماعت والے خطبہ اور دعا کے وقت قبلہ کی طرف منہ کئے ہوئے بیٹھے رہیں، امام دعا مانگے اور مسلمانوں کے لئے مغفرت طلب کرے اور سب لوگ از سر نو توبہ کریں اور مغفرت طلب کریں، دعا کے وقت اگر امام اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے، تو بہتر ہے اور اگر ہاتھ نہ اٹھائے، انگشت شہادت سے اشارہ کرے تب بھی بہتر ہے، اسی طرح دوسرے لوگ بھی دعا میں ہاتھ اٹھائیں اس لئے کہ دعا میں ہاتھ پھیلانا سنت ہے (مضمرات) استسقاء کے خطبہ کے وقت سب لوگ خاموش رہیں (محیط) مستحب ہے کہ امام تین دن تک برابر استسقاء کی نماز کے لئے جائے (زاد) اس سے زیادہ منقول نہیں ہے اور منبر نہ لیجائیں، اور پیدل

چلیں، پرانے کپڑے پہنیں، یا دھلے ہوئے یا پیوند لگے ہوئے، اور حق جل شانہٗ کے سامنے انکسار و عاجزی اور تواضع کے ساتھ اور سروں کو جھکاتے ہوئے جائیں ہر روز جانے سے پہلے صدقہ کریں، پھر اس کے بعد جائیں (ظہیریہ) تجرید میں ہے اگر امام نہ جائے، تو اور لوگوں کو جانے کا حکم کرے، اور اگر امام کی اجازت کے بغیر لوگ نماز کے لئے جائیں تو جائز ہے، مسلمانوں کے ساتھ ذمی نہ نکلیں (تاتارخانیہ) اور اگر وہ خود خرید و فروخت کے لئے یا معبدوں میں یا جنگل میں جائیں، تو منع نہ کریں، (عینی شرح ہدایہ) استسقا وہاں ہوتا ہے، جہاں تالاب، نہریں اور ایسے کنوئیں نہ ہوں جن سے پانی پیئیں، جانوروں کو پلائیں اور کھیتوں میں پانی دیں، یا یہ چیزیں ہوں لیکن کافی نہ ہوں، اگر اس کے پاس، تالاب کنوئیں اور نہریں ہیں، تو استسقا کی نماز کے لئے نکلیں، اس لئے کہ استسقا کی نماز انتہائی ضرورت اور حاجت کے وقت پڑھی جاتی ہے (محیط)

بیسواں باب

صلوٰۃِ خوف کا بیان

اس میں خلاف نہیں ہے کہ صلوٰۃ خوف نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مشروع تھی اور ان کے بعد حضرت امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے قول کے مطابق اس کی مشروعیت اسی طرح باقی ہے، یہی صحیح ہے (زاد) جب بہت زیادہ خوف ہو تو امام لوگوں کی دو جماعتیں بنائے، ایک جماعت دشمن کی طرف متوجہ رہے اور ایک جماعت امام کے پیچھے ہو (قدوری) زیادہ خوف ہونے کی صورت یہ ہے کہ دشمن بالکل آنکھوں کے سامنے ہو اور یہ اندیشہ ہے کہ اگر تمام لوگ جماعت میں مشغول ہو گئے، تو دشمن حملہ کرے گا (جوہرہ نیرہ) اگر لشکر نے دور سے سیاہی دیکھی اور سمجھے کہ دشمن آ رہے ہیں انھوں نے صلوٰۃ خوف پڑھی پس اگر دشمن ظاہر ہوا تو نماز جائز ہو گی، اور اگر دشمن نہ نکلے تو جائز نہ ہو گی، لیکن اگر گمان کی غلطی اس وقت ظاہر ہوئی جب ایک جماعت اپنی جہت پر نماز پڑھ کر واپس ہونے لگی، لیکن ابھی صفوں سے باہر نہیں گئی تھی، تو استحساناً اسی پر بنا کرنا جائز ہے ہے (فتح القدیر) یہ تمام حکم قوم کے لئے ہے امام کی نماز ہر حالت میں جائز ہے، اس لئے کہ اس کے حق میں کوئی چیز مفسد صلوٰۃ نہیں (بحر الرائق)

صلوٰۃ خوف کا طریقہ اگر امام اور قوم سب مسافر ہیں تو نماز کا طریقہ یہ ہے کہ اگر لوگ، اس کے پیچھے نماز پڑھنے میں اصرار نہ کریں تو امام کے لئے افضل یہ ہے کہ لوگوں کی دو جماعتیں بنائے اور ایک جماعت کو دشمن کے مقابلہ پر کھڑا کرے اور دوسری جماعت کے ساتھ پوری نماز پڑھ لے، پھر جو جماعت دشمن کے مقابلہ میں ہے اس میں سے ایک شخص کو امام بنائے تاکہ وہ اس جماعت کو پوری نماز پڑھائے، اور اگر ہر جماعت اس امام کے پیچھے نماز پڑھنے پر اصرار کرے تو دو جماعتیں بنائے ایک دشمن کے مقابلہ پر کھڑی رہے اور ایک جماعت کے ساتھ ایک رکعت پڑھے، پھر یہ جماعت دشمنوں کے مقابلہ میں چلی جائے اور دوسری جماعت جو دشمن کے مقابلہ میں ہے آئے، امام اتنی دیر تک بیٹھا ہوا ان کا انتظار کرے پھر اس جماعت کے ساتھ ایک رکعت پڑھ کر التحیات پڑھے اور سلام پھیر دے اور جماعت کے لوگ جو امام کے پیچھے ہیں اس کے ساتھ وہ سلام نہ پھیریں اور دشمن کے مقابلہ پر چلے جائیں، پھر پہلی جماعت اپنی نماز کی جگہ آئے اور رکعت بغیر قرارت کے پڑھے اور ایک رکعت پڑھنے کے بعد بقدر تشہد قعدہ کر کے سلام پھیر دے اور دشمن کے مقابلہ پر چلی جائے پھر دوسری جماعت نماز کی جگہ آئے اور قرارت کے ساتھ ایک رکعت پڑھے، اگر امام اور قوم دونوں مقیم ہیں اور نماز چار رکعات

والی ہے، تو ایک جماعت دشمن کے مقابلہ پر کھڑی رہے، اور امام دوسری جماعت کے ساتھ دو رکعتیں پڑھ کر بقدر تشہد قعدہ کرے، پھر یہ جماعت دشمن کے مقابلہ پر چلی جائے، اور دوسری جماعت جو دشمن کے مقابلہ پر ہے آئے اور امام بیٹھا ہوا ان کا انتظار کرے، پھر ان کے ساتھ دو رکعتیں پڑھے پھر التحیات پڑھے اور سلام پھیر دے امام کے ساتھ جماعت کے لوگ سلام نہ پھیریں بلکہ دشمن کے مقابلہ پر چلے جائیں، پھر پہلی جماعت آئے اور قرارت کے بغیر دو رکعتیں پڑھے اور سلام پھیر دے اور دشمن کے مقابلہ پر چلی جائے پھر دوسری جماعت آئے، اور دو رکعتیں قرارت کے ساتھ ادا کرے اور اگر امام مقیم ہے اور جماعت کے لوگ مسافر ہیں، یا بعض مقیم ہیں اور بعض مسافر تو وہی حکم ہے جو سب لوگوں کے مقیم ہونے کی صورت میں ہوتا ہے اور اگر امام مسافر ہے اور جماعت کے لوگ مقیم ہیں، تو ایک جماعت کے ساتھ ایک رکعت پڑھے، پھر جماعت دشمن کے مقابلہ پر چلی جائے پھر دوسری جماعت کے ساتھ ایک رکعت پڑھے اور سلام پھیر دے پھر پہلی جماعت آئے اور تین رکعتیں قرارت کے بغیر ادا کرے اس لئے کہ یہ جماعت شروع سے نماز میں شریک تھی، پھر جب یہ جماعت اپنی نماز پوری کر چکے تو دشمن کے مقابلہ پر چلی جائے اور دوسری جماعت اپنی نماز کی جگہ آئے اور تین رکعتیں پڑھے، پہلی رکعت میں الحمد اور سورۃ پڑھے، اس لئے کہ یہ جماعت مسبوق ہے اور اخیر کی دو رکعتوں میں صرف الحمد پڑھے،،

اور اگر امام مسافر ہے اور جماعت کے لوگ بعض مقیم ہیں اور بعض مسافر، تو امام پہلی جماعت کے ساتھ ایک رکعت پڑھے پھر یہ جماعت دشمن کے مقابلہ پر چلی جائے، پھر دوسری جماعت آئے اور امام ان کے ساتھ ایک رکعت پڑھے، تو جو لوگ امام کے پیچھے مسافر تھے ان کی صرف ایک رکعت باقی ہے اور جو مقیم تھے، ان کی تین رکعتیں باقی ہیں، پھر نماز کے بعد یہ جماعت دشمن کے مقابلہ پر چلی جائے، اور پہلی جماعت امام کے پاس آئے، جو مسافر ہوں وہ قرارت کے بغیر ایک رکعت پڑھ لیں اس لئے کہ وہ شروع سے نماز میں شریک تھے، اور جو مقیم ہوں وہ ظاہر آداب کے مطابق تین رکعتیں قرارت کے بغیر پڑھیں اور جب پہلی جماعت اپنی نماز پوری کر چکے تو دشمن کے مقابلہ پر چلی جائے اور دوسری جماعت نماز کی جگہ آئے جو مسافر ہوں وہ ایک رکعت قرارت کے ساتھ پڑھیں، اس لئے کہ وہ مسبوق ہیں اور جو مقیم ہوں وہ تین رکعتیں پڑھیں، پہلی رکعت میں الحمد اور سورۃ اور اخیر کی دو رکعتوں میں سب روایتوں کے مطابق صرف الحمد پڑھیں، اور اس میں فرق نہیں ہے کہ دشمن قبلہ کیطرف ہو یا کسی اور جانب ہو (محیط) اگر پہلی جماعت کے ساتھ ایک رکعت پڑھی ہو پھر یہ جماعت چلی گئی، پھر دوسری جماعت کے ساتھ ایک رکعت پڑھی اور یہ جماعت چلی گئی، پھر پہلی جماعت کے ساتھ ایک رکعت پڑھی اور یہ چلی گئی، پھر دوسری جماعت کے ساتھ ایک رکعت پڑھی اور یہ چلی گئی تو سب کی نماز فاسد ہو جائے گی

ایک قاعدہ کلیہ صلوٰۃ خوف میں فقہا کا اصول یہ ہے کہ نماز سے ایسے وقت میں انحراف جبکہ اس کا موقع نہ ہو، مفسد صلوٰۃ ہے اور انحراف کے وقت منحرف نہ ہونا مفسد صلوٰۃ نہیں ہے[1]، پس اس قاعدہ کے مطابق اگر امام چار

---

[1] یہ اصول ایک مثال سے سمجھئے، ایک شخص نماز خوف میں شریک ہوا، اور ایک رکعت پوری نہیں ہوئی تھی کہ نماز سے منحرف ہو کر چلا گیا، تو یہ شخص ایسے وقت منحرف ہوا کہ جب اس کا موقع نہ تھا، اس لئے اس کی نماز فاسد ہو جائے گی، ایک شخص نماز خوف میں شریک ہوا، ایک رکعت پڑھ کر انحراف کرنا چاہیے تھا، لیکن نہیں کیا، بلکہ اسی جگہ کھڑے ہو کر اپنی نماز پوری کر لی، تو اس شخص کی نماز فاسد نہ ہوگی (لقمان الحق فاروقی)

جماعتیں بنائے، اور ہر جماعت کے ساتھ ایک رکعت پڑھے، تو پہلی اور تیسری جماعت کی نماز فاسد ہو جائے گی، اور دوسری اور چوتھی جماعت کی نماز صحیح ہو گی، اور دوسری جماعت لوٹ کر تیسری اور چوتھی رکعت بغیر قرارت کے پڑھے، پھر پہلی رکعت قرارت سے پڑھے، اور چوتھی جماعت آکر تین رکعتیں قرارت سے پڑھے، ایک رکعت الحمد اور سورۃ سے پڑھے، پھر یہ جماعت قعدہ کرے اور کھڑی ہو جائے، اور دوسری رکعت الحمد اور سورۃ سے پڑھے اور قعدہ نہ کرے، پھر تیسری رکعت میں صرف الحمد پڑھے اور کچھ نہ پڑھے اور قعدہ کرے اور سلام پھیر دے (سراج الوہاج) جو شخص دوسری جماعت میں داخل ہو گیا، اس کا حکم دوسری جماعت کا ہو گا لیکن جب وہ اپنے ذمہ کی نماز سے فارغ ہو گیا، اور اس کے بعد داخل ہوا، تو دوسری جماعت کا حکم نہ ہو گا پس اگر امام نے ظہر کی دو رکعتیں پہلی جماعت کے ساتھ پڑھیں اور سب لوگ چلے گئے لیکن ایک شخص باقی رہا یہاں تک کہ امام نے دوسری جماعت کے ساتھ نماز پوری کر لی اس کے بعد وہ شخص چلا گیا تو اسکی نماز پوری ہو گئی، اسلئے کہ اگرچہ وہ دوسری جماعت میں شامل تھا لیکن اس نے اپنے ذمہ کی نماز پوری کر لی اسلئے وہ شخص ان میں سے نہیں ہے (محیط سرخسی) امام مغرب کی نماز میں پہلی جماعت کے ساتھ دو رکعتیں پڑھے اور دوسری جماعت کے ساتھ ایک رکعت پڑھے، اور اگر غلطی سے پہلی جماعت کے ساتھ ایک.......

رکعت پڑھی، پھر یہ جماعت چلی گئی اور دوسری جماعت کے ساتھ دو رکعتیں پڑھیں تو سب کی نماز فاسد ہو جائے گی، اور اگر پہلی جماعت کے ساتھ ایک رکعت پڑھی، پھر یہ جماعت چلی گئی، پھر دوسری جماعت کے ساتھ ایک رکعت پڑھی اور یہ چلی گئی، پھر پہلی جماعت کے ساتھ تیسری رکعت پڑھی، تو پہلی جماعت کی نماز فاسد ہو گی، اور دوسری جماعت کی نماز جائز ہو گی اور وہ اپنی دو رکعتیں پڑھ لیں، ایک قرارت کے بغیر ادا کریں، اور دوسری رکعت قرارت سے پڑھیں، اور اگر مغرب میں امام تین جماعتیں بنائے، اور ہر جماعت کے ساتھ ایک رکعت پڑھے تو پہلی جماعت کی نماز فاسد ہو گی، اور دوسری و تیسری جماعت کی نماز جائز ہو گی، دوسری جماعت دو رکعتیں قضا پڑھے اور دوسری رکعت بلا قرارت ادا کرے، اور تیسری جماعت دو رکعتیں قرارت کے ساتھ پڑھے (جوہرہ نیرہ)

خوف دشمن کا ہو یا جانور کا دونوں برابر ہیں، خوف کی وجہ سے نماز میں قصر نہیں ہوتا، لیکن نماز میں چلنا جائز ہو جاتا ہے (مضمرات) نماز کیحالت میں قتال نہ کریں، اگر قتال کیا تو نماز باطل ہو جائے گی، اس لئے کہ قتال اعمال صلوٰۃ میں سے نہیں ہے اسی طرح اگر کوئی انحراف کرتے ہوئے گھوڑے پر سوار ہو گا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی (جوہرہ نیرہ) خواہ قبلہ کی طرف سے دشمن کیطرف پھرا ہو، یا دشمن کی طرف سے قبلہ کیطرف پھرا ہو، دریا میں تیرتے ہوئے اور پیدل چلتے ہوئے نماز نہ پڑھے (مضمرات)، اگر دشمن کی طرف سے بھاگ کر پیدل چلتا رہا اور نماز کا وقت آگیا اور نماز کے لئے ٹھیر نہیں سکتا تو ہمارے نزدیک پیدل چلتے ہوئے نماز نہ پڑھے، بلکہ نماز میں تاخیر کرے، صلوٰۃ خوف میں اگر سہو ہو جائے، تو سجدہ سہو کے دو سجدے واجب ہوں گے (محیط)

اگر خوف اور زیادہ بڑھ جائے تو سواری کی حالت میں الگ الگ نماز پڑھ لیں اور رکوع و سجدہ اشارہ سے کریں، اگر قبلہ کی سمت کی طرف رخ نہیں کر سکتے، تو جدھر چاہیں نماز پڑھ لیں (ہدایہ) خوف زیادہ ہونے کی صورت یہ ہے کہ دشمن اترنے کی مہلت نہ دے بلکہ لڑائی کے لئے ان پر ٹوٹ پڑے (جوہرہ نیرہ) سواری کی حالت میں جماعت سے نماز نہ پڑھیں، لیکن اگر امام اور مقتدی دونوں ایک جانور پر سوار ہیں تو اقتدار درست ہو گی، اگر اشارہ سے لوگوں نے نماز پڑھی، پھر اسی وقت یا وقت کے بعد عذر زائل ہو گیا تو اس نماز کا اعادہ واجب ہو گا، پیدل اگر رکوع و سجدہ پر

قادر نہیں ہے تو اشارہ سے نماز پڑھ لے، اور سوار اگر دشمن کے پیچھے جاتا ہے، تو جانور پر نماز نہ پڑھے اور اگر دشمن اس کے پیچھے آرہا ہو تو جانور پر نماز پڑھ لینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے (محیط) جو شخص اترنے پر قادر ہے وہ اگر سوار ہو کر نماز پڑھے گا، تو ہمارے نزدیک اس کی نماز فاسد ہو گی (مضمرات) اگر نماز کے اندر امن حاصل ہو گیا، مثلاً دشمن چلا گیا، تو صلوٰۃ خوف کو پورا کرنا جائز نہیں ہے اور جسقدر نماز باقی ہے وہ امن کی نماز کی طرح پڑھیں اور دشمن کے چلے جانے کے بعد جس نے قبلہ کی طرف سے منہ پھیرا اس کی نماز فاسد ہو جائے گی، اگر دشمن کے چلے جانے سے پہلے نماز کے لئے منہ پھیرا اور اس کے بعد دشمن چلا گیا تو اسی پر نماز بنا کرے (تاتارخانیہ)

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے زیادات میں کہا ہے، کہ امام نے ظہر کی نماز صلوٰۃ خوف سے ادا کی اور سب لوگ مقیم تھے، جب امام نے ایک جماعت کے ساتھ دو رکعتیں پڑھ لیں، تو سب لوگ چلے گئے، لیکن ایک شخص نہ گیا، تو اس کی نماز فاسد نہ ہو گی، لیکن ایسا کرنا اس کے لئے بہتر نہیں ہے، اگر امام کے ساتھ تیسری رکعت پڑھ چکا، پھر اس کو معلوم ہوا کہ اس نے یہ کام اچھا نہیں کیا اور تیسری رکعت کے بعد یا چوتھی رکعت میں امام کے بقدر تشہد قعدہ کرنے سے پہلے چلا گیا تو اس کی نماز صحیح ہے اور اسی طرح اگر امام کے بقدر تشہد قعدہ کر لینے کے بعد اور سلام سے پہلے چلا گیا، تو اس کی نماز پوری ہو گئی، اگر امام نے جماعت کے ساتھ ظہر کی نماز شروع کی اور وہ سب لوگ مسافر تھے، جب ایک رکعت پڑھ لی تو دشمن سامنے آگیا، اور نماز پڑھنے والوں میں سے ایک جماعت دشمن کے سامنے آگئی، اور ایک جماعت نے امام کے ساتھ باقی رہ کر اپنی نماز پوری کر لی تو ان لوگوں کی نماز ہو گئی جو جماعت امام کے ساتھ تھی اس جماعت کی نماز کا ادا ہو جانا تو بالکل ظاہر ہے اور جو جماعت چلی گئی، اس کی نماز اس لئے ہو گئی کہ چلا جانا اپنے موقعہ پر اور ضرورت کی وجہ سے ہوا، اگر امام نے ظہر کی نماز جماعت سے شروع کی اور وہ سب مقیم تھے، پھر دشمن سامنے آگیا اور نماز پڑھنے والوں میں سے ایک جماعت دو رکعتیں پڑھ لینے کے بعد دشمن کے مقابلہ پر چلی گئی تو اس کی نماز فاسد نہ ہو گی، اور اگر ایک رکعت پڑھنے کے بعد یہ جماعت چلی گئی تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی، اگر ظہر کی تین رکعتوں کے بعد دشمن سامنے آگیا اور ایک جماعت دشمن کے مقابلہ پر نماز چھوڑ کر چلی گئی تو اس مسئلہ کا کتاب میں کوئی ذکر نہیں ہے اور مشائخ کا اس میں اختلاف ہے، بعض نے کہا ہے کہ اس کی نماز فاسد نہ ہو گی، اس لئے کہ نماز کا ایک جز ادا ہونے کے بعد نماز سے فارغ ہونے تک پہلی جماعت کے انحراف کا وقت ہے (محیط)

خوف کی نماز جمعہ اور عیدین میں بھی جائز ہے (سراجیہ) اگر عید کے دن شہر میں امام دشمن کے مقابلہ پر ہے، اور عید کی نماز صلوٰۃ خوف پڑھنا چاہے، تو لوگوں کی دو جماعتیں بنائے اور ہر جماعت کے ساتھ ایک رکعت پڑھے، پس اگر امام کی رائے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کے موافق ہے، تو پہلی جماعت پہلی رکعت میں متابعت کرے اور دوسری جماعت دوسری رکعت میں، اگرچہ دونوں جماعتوں کا مذہب عید کی نماز میں امام کے خلاف ہو، لیکن اگر امام کا مذہب عید کی نماز میں یقیناً خطا ہے، اور صحابہؓ میں سے کسی کا قول نہیں ہے، تو اس کی متابعت نہ کریں، پس امام جب اپنی نماز پوری کر چکے، اور دوسری جماعت نماز سے پھر جائے اور پہلی جماعت آئے تو وہ اپنی دوسری رکعت بلا قرارت پڑھے اور امام کی قرارت کے بقدر یا اس سے کم یا اس سے زیادہ کھڑی ہو، پھر زائد تکبیریں کہے اور اس طرح رکوع کرے، جس طرح امام نے رکوع کیا تھا، اور جب نماز پوری کر لے تو یہ جماعت چلی جائے اور دوسری جماعت آئے اور وہ اپنی پہلی رکعت قرارت سے ادا کرے، پھر تکبیر کہے زیادات، جامع اور سیر کبیر کی روایت یہی ہے، اور نوادر کی دو روایتوں میں سے

ایک روایت بھی یہی ہے اور یہی استحسان ہے (محیط)

اکیسواں باب　جنازہ کے احکام و مسائل　(سات فصلیں)

پہلی فصل　اُس شخص کا بیان جو جانکنی کی حالت میں ہے،

اگر کوئی شخص جانکنی کی حالت میں ہو، تو داہنی کروٹ پر اس کا منہ قبلہ کی طرف پھیر دیں اور یہی سنت ہے (ہدایہ) یہ حکم اس وقت ہے جب اس کو تکلیف نہ ہو، اور اگر تکلیف ہوتی ہے تو اسی حالت پر چھوڑ دیا جائے (زاہدی) اس کی علامات یہ ہیں کہ دونوں پاؤں ڈھیلے ہو جائیں اور کھڑے نہ ہو سکیں اور ناک ٹیڑھی ہو جائے، دونوں کنپٹی بیٹھ جائیں خصیہ کی کھال کھنچ جائے (تبیین) اور منہ کی کھال تن جائے اور اس میں نرمی نہ معلوم ہو (سراج الوہاج) اس وقت اس پر کلمہ شہادتین تلقین کرنا چاہیے، تلقین کا طریقہ یہ ہے کہ غرغرہ سے پہلے نزع کی حالت میں اس کے پاس جہر سے اس طرح اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ واشھد ان محمد رسول اللّٰہ پڑھنا شروع کریں کہ وہ اچھی طرح سن لے۔ خود اس شخص سے پڑھنے کے لئے نہ کہیں۔ اور نہ اس پر اصرار کریں، اس اندیشہ کی بنا پر کہ کہیں وہ جھڑک نہ دے اور جب وہ شخص کلمہ شہادتین ایک بار کہہ لے، تو تلقین کرنے والا پھر اس کے سامنے نہ کہے، لیکن اس کے بعد اس شخص نے .... اس کے علاوہ اگر کچھ اور کلام کیا ہے تو پھر تلقین کریں (جوہرہ نیرہ) تلقین بالاتفاق مستحب ہے، ہمارے نزدیک ظاہری روایت کے بموجب موت کے بعد تلقین نہیں ہے (عینی شرح ہدایہ، معراج الدرایہ) اور ہم دونوں تلقینوں پر موت کے وقت اور دفن کے وقت عمل کرتے ہیں (مضمرات) مستحب ہے کہ تلقین کرنے والا ایسا شخص ہو، جس پر اس کے مرنے کی خوشی کی تہمت نہ ہو اور اس کے ساتھ نیک گمان رکھتا ہو (سراج الوہاج) فقہائے نے کہا ہے کہ اگر شدت نزع میں کسی شخص سے کفر کے کلمات سرزد ہو جائیں تو اس پر کفر کا حکم نہ لگایا جائے گا اور اس کے ساتھ اسی طرح عمل کیا جائے جس طرح مسلمانوں کے مردوں کے ساتھ کیا جاتا ہے (فتح القدیر) اس موقعہ پر نیک اور بزرگ لوگوں کا حاضر ہونا زیادہ بہتر ہے، اس کے پاس سورہ یٰسین پڑھنا مستحب ہے (شرح منیۃ المصلی مصنفہ ابن امیر الحاج) اس کے پاس خوشبو رکھنی چاہیے (زاہدی) حائضہ اور جنبی شخص کا اس شخص کے پاس موت کے وقت بیٹھنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے (فتاویٰ قاضی خاں)

جب وہ شخص انتقال کر جائے تو اس کی داڑھی باندھ دیں، اور آنکھیں بند کر دیں وہ شخص آنکھیں بند کرے، جو اس کے رشتہ داروں میں سب سے زیادہ اس پر مہربان ہو اور جہاں تک ہو سکے آسانی اور نرمی سے آنکھیں بند کرے اس کی داڑھی ایک چوڑی پٹی سے باندھیں، اور اوپر گرہ لگا دیں (جوہرہ نیرہ) آنکھیں بند کرنے والا یہ دعا پڑھے بِسْمِ اللّٰہِ وَعَلٰی مِلَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ یَسِّرْ اَمْرَہٗ وَسَھِّلْ عَلَیْہِ مَا بَعْدَہٗ وَاسْعِدْہُ بِلِقَائِکَ وَاجْعَلْ مَا خَرَجَ اِلَیْہِ خَیْرًا مِّمَّا خَرَجَ عَنْہُ

بنام خدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملت میں اس کا حشر ہو، اے اللہ اس مردہ پر اس کا معاملہ آسان فرما، اور جو حالت اس کو آگے پیش آنے والی ہے، وہ اس پر سہل کر دے اور اپنے دیدار سے اس کو مشرف کر، اور قیامت بھی اسکے حق میں دنیا سے بہتر کر دے

اس کے جوڑ بند ڈھیلے کر دے اس کے دونوں ہاتھوں کو دونوں بازوؤں کی طرف لیجائے، پھر ان دونوں ہاتھونکو پھیلا دے، پھر اس کے ہاتھوں کی انگلیاں ہتھیلیوں کی طرف موڑ کر سیدھی کر دے، اور اسکی دونوں رانیں پیٹ کی طرف موڑ کر سیدھی کر دے، اور دونوں پنڈلیاں رانوں کی طرف موڑ کر سیدھی کر دے (جوہرہ نیرہ) جن کپڑوں میں انتقال ہوا ہے، مستحب یہ ہے کہ وہ کپڑے اتار لیں اور تمام بدن ایک کپڑے سے ڈھک دیں، مردے کو بلند جگہ تخت یا چارپائی پر رکھیں تاکہ زمین کی نمی پہنچکر بدبو نہ پیدا ہو، اور پیٹ پر کوئی لوہے کی چیز یا تر مٹی رکھدیں، تاکہ پیٹ نہ پھولے (سراج الوہاج) پڑوسیوں کو اور اس کے دوستوں کو خبر کرنی مستحب ہے تاکہ اس پر نماز پڑھیں، اور اس کے لئے دعا کر کے اس کا حق ادا کریں (جوہرہ نیرہ) بازاروں میں آواز دینے کو بعض لوگوں نے مکروہ سمجھا ہے، اور اصح یہ ہے کہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے (محیط سرخسی) اس کا قرض چکانے اور بری الذمہ کرنے میں جلدی کرنا اور تجہیز و تکفین میں جلدی کرنا مستحب ہے، تجہیز و تکفین میں تاخیر نہ کریں، اور اگر ایک شخص اچانک مرگیا تو اس کو چھوڑے رکھیں، یہاں تک کہ اس کی موت کا یقین ہو جائے (جوہرہ نیرہ) اس کے پاس غسل کے وقت تک قرآن پڑھنا مکروہ ہے (تبیین) اگر عورت مرگئی اور بچہ اس کے پیٹ میں تڑپ رہا ہے، تو حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اس کا پیٹ چیر کر بچہ نکال لیں اس لئے کہ اس کے علاوہ کوئی اور صورت نہیں ہے (فتاویٰ قاضی خاں)

(دوسری فصل) میّت کو غسل دینے کا بیان

میت کو غسل دینا زندوں پر سنت سے اور اجماع امت سے واجب ہے (نہایہ) لیکن بعض اگر اس فرض کو انجام دے دیں تو باقی لوگوں سے ساقط ہو جاتا ہے (کافی) غسل ایک بار واجب ہے اور اس کی تکرار سنت ہے، یہاں تک کہ اگر ایک ہی مرتبہ کے غسل پر اکتفا کریں، یا جاری پانی میں ایک غوطہ دیدیں تو جائز ہے (بدائع) جب میت کو غسل دینا چاہیں، تو اس کو ننگا کر لیں، یہی ہمارا مذہب ہے (ظہیریہ) میت کو ایک تخت پر رکھیں، اور اس کو رکھنے سے پہلے طاق مرتبہ خوشبو کی دھونی دیجائے،

دھونی دینے کا طریقہ یہ ہے کہ تخت کے گرد انگیٹھی کو ایک بار، یا تین بار، یا پانچ بار پھرائیں، اور اس پر زیادتی نہ کریں (عینی شرح کنز)

میت کے رکھنے کا طریقہ ہمارے بعض اصحاب کے نزدیک میت رکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کو اس طرح لانبا لٹا دیں جس طرح حالت مرض میں اشارہ سے نماز پڑھنے کے لئے لٹاتے ہیں اور بعض نے کہا کہ اس طرح لٹائیں جس طرح قبر میں لٹاتے ہیں اور اصح یہ ہے کہ جس طرح آسانی ہو اس طرح لٹا دیں (ظہیریہ) جس جگہ میت کو غسل دیں، وہاں پردہ کر لینا مستحب ہے، غسل دینے والے اور ایک مددگار کے علاوہ کوئی اور اس کو نہ دیکھے (سراج الوہاج) اس کا ستر ناف سے گھٹنے تک کسی کپڑے سے ڈھانک لیں (محیط سرخسی) اور یہی صحیح ہے (محیط) ظاہر مذہب یہ ہے کہ ستر غلیظ کو ڈھک لیں، رانوں کو نہ ڈھکیں (خلاصہ) یہی صحیح ہے (ہدایہ) امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک استنجا بھی کرا دیا جائے (محیط سرخسی) استنجے کا طریقہ یہ ہے کہ دھونے والا اپنے دونوں ہاتھوں پر کپڑا لپیٹ لے، پھر نجاست کے مقام کو دھوئے، اس لئے کہ جس طرح ستر کو دیکھنا حرام ہے، اسی طرح ستر کو چھونا بھی حرام ہے (جوہرہ نیرہ) غسل کے وقت مرد

مرد کی ران نہ دیکھے، اس طرح عورت، عورت کی ران نہ دیکھے (تاتارخانیہ) پھر وضو کرادیں جس طرح نماز کے لئے وضو کرتے ہیں، اور اگر بچہ ہو جس پر نماز فرض نہ ہو، تو وضو نہ کرائیں (فتاویٰ قاضی خاں) وضو کی ابتدا منہ دھونے سے کریں، ہاتھوں سے نہ کریں (محیط) داہنی طرف سے ابتدا کریں، بالکل اسی طرح جس طرح وہ اپنی زندگی میں دھوتا تھا، کلی نہ کرائیں، اور ناک میں پانی بھی نہ ڈالیں (فتاویٰ قاضی خاں) بعض علماء نے فرمایا ہے کہ غسل دینے والا اپنی انگلی پر باریک کپڑا لپیٹ کر اس کے منہ میں داخل کرے اور اس کے دانتوں کو، ہونٹوں کو اور مسوڑوں اور تالو کو اچھی طرح صاف کرے اور اس کے دونوں نتھنوں میں بھی انگلی داخل کرے (ظہیریہ) شمس الائمہ حلوائی نے کہا ہے کہ اس زمانہ میں لوگوں کا اسی پر عمل ہے (محیط)

سر کے مسح میں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے، کہ اس کے سر پر مسح کیا جائے اور پیروں کے دھونے میں تاخیر نہ کیجائے (تبیین) گرم پانی سے غسل دینا ہمارے نزدیک افضل ہے (محیط) پانی کو بیری کے پتے یا اشنان سے جوش دیا جائے، اور اگر یہ نہ ملے تو خالص پانی کافی ہے (ہدایہ) سر اور داڑھی کو خطمی سے دھودیں، اور اگر خطمی نہ ہو، تو صابون یا اس کے مثل کسی اور چیز سے دھوئیں، اس لئے کہ صابن بھی وہی کام کرتا ہے، یہ حکم اس صورت میں ہے جب اس کے سر پر بال ہوں، اس لئے کہ اس صورت میں اس کی زندگی کی حالت کا لحاظ کیا جاتا ہے (تبیین) اور یہ چیزیں اگر نہ ملیں تو خالص پانی کافی ہے (شرح طحاوی) پھر اس کو بائیں کروٹ پر لٹادیں، اور بیری کے پتوں سے جوش دیئے ہوئے پانی سے نہلائیں، یہاں تک کہ یہ بات معلوم ہو جائے کہ پانی بدن کے اس حصہ تک خوب پہنچگیا ہے جو تخت سے ملا ہوا ہے، پھر اس کو داہنی کروٹ پر لٹادیں اور اسی طرح نہلائیں، اس لئے کہ داہنی طرف سے ابتدا کرنا سنت ہے، پھر اس کو بٹھائیں اور سہارا دیتے رہیں، اور نرمی کے ساتھ اس کے پیٹ پر ہاتھ پھیریں، اس لئے کہ کفن کہیں ملوث نہ ہو جائے، اگر کوئی چیز نکلے تو دھو ڈالیں اور اس کے غسل اور وضو کا اعادہ نہ کریں، پھر اس کے بدن کو کپڑے وغیرہ سے پونچھیں، تاکہ اس کے کفن کے کپڑے نہ بھیگ جائیں، اس کے بالوں میں اور داڑھی میں کنگھی نہ کریں، ناخن اور بال نہ تراشیں، اور مونچھیں بھی نہ تراشیں، بغل کے بال نہ اکھاڑیں اور ناف کے نیچے کے بال صاف نہ کریں، میت جس حالت میں ہے اسی طرح دفن کردیں (محیط سرخسی)

میت کا ناخن اگر ٹوٹ گیا ہے تو اس کو الگ کر لینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے (محیط سرخسی) چہرہ پر روئی رکھنے میں نیز پیشاب اور پاخانہ کے مقام اور دونوں کانوں اور منہ میں روئی رکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے (تبیین) ایک لاش پانی سے برآمد ہوئی، تو اس کا نہلانا ضروری ہے، اس لئے کہ نہلانے کا حکم آدمیوں پر ہے اور ان سے کوئی فعل نہیں پایا گیا، لیکن اگر اسی پانی سے نکالتے ہوئے غسل کی نیت سے ہلالیں تو پھر دوبارہ نہلانا ضروری نہیں ہے (تجنیس، بدائع محیط سرخسی) اگر میت سڑ گئی جسکو چھو نہیں سکتے، تو اس پر صرف پانی بہا لینا کافی ہے (تاتارخانیہ میں عتابیہ سے منقول ہے) غسل میں عورت کا وہی حکم ہے جو مرد کا ہے، عورت کے بال پیٹھ پر نہ چھوڑیں بلکہ سینہ پر ڈال دیں (تاتارخانیہ)

بچہ پیدا ہوتے ہوئے اگر کوئی آواز یا ایسی حرکت پائی گئی، جس سے اس کی زندگی معلوم ہوتی ہے تو اس کا نام رکھیں، اس کو غسل دیں اور اس کی نماز پڑھیں، اور اگر اس قسم کی کوئی بات نہیں پائی گئی، تو اس کو ایک کپڑے میں لپیٹ دیں اور اس پر نماز نہ پڑھیں، ایک روایت میں ہے جو ظاہر روایت نہیں ہے کہ اس کو غسل دیا جائے اور یہی مختار ہے (ہدایہ) اگر دائی یا بچہ کی ماں اس کی زندگی کی نشانی کی گواہی دیں تو ان کا قول مقبول ہوگا اور اس پر نماز جائز ہوگی (مضمرات) اگر حمل گر جائے اور بچہ کے سب اعضاء نہیں بنے تھے، تو باتفاق روایت یہ حکم ہے کہ اس پر نماز نہ پڑھیں اور مختار یہ ہے

کہ اسکو نہلائیں اور کپڑوں میں لپیٹ کر دفن کردیں (فتاویٰ قاضی خاں) اگر کسی میت کا نصف سے زائد بدن مع سر کے دستیاب ہو جائے، تو اس کو غسل اور کفن دیں اور نماز پڑھیں (مضمرات) اور جب نصف سے زائد بدن پر نماز پڑھ لی، اس کے بعد اگر باقی بدن بھی دستیاب ہو جائے تو اس پر نماز نہ پڑھیں (ایضاح) اگر نصف بدن دستیاب ہوا اور اس میں سر نہیں ہے یا نصف بدن لمبائی میں چرا ہوا ملے، تو اس کو غسل نہ دیں اور نماز نہ پڑھیں اور ایک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کردیں (مضمرات) اور جس شخص کا مسلمان یا کافر ہونا معلوم نہیں ہے، پس دیکھیں گے، اگر اس پر مسلمان ہونے کی کوئی علامت ہے، یا لاش ایسے ملک میں پائی گئی، جو مسلمانوں کا ملک ہے تو اس کو غسل دیں ورنہ غسل نہ دیں (معراج الدرایہ)

اگر مسلمان اور کافروں کی لاشیں خلط ملط ہوگئیں تو دیکھیں گے، اگر مسلمان کسی علامت سے پہچانے جاتے ہیں تو ان پر نماز پڑھیں اور مسلمانوں کی علامت ختنہ خضاب اور سیاہ کپڑے ہیں اور اگر کوئی علامت نہیں ہے تو اگر اس میں اکثر مسلمان ہیں تو سب پر نماز پڑھیں اور نماز و دعا میں مسلمانوں کی نیت کریں اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کریں، اور اگر کافروں کی اکثریت ہے تو کسی پر نماز نہ پڑھیں، غسل اور کفن دیا جائے گا، لیکن مسلمانوں کے مُردوں کی طرح غسل و کفن نہ دیں اور مشرکین کے قبرستان میں دفن کریں اور اگر دونوں کی لاشیں برابر ہوں تب بھی ان پر نماز نہ پڑھیں، دفن میں مشایخ کا اختلاف ہے، بعض کا قول ہے کہ مشرکین کے قبرستان میں دفن کریں اور بعض کا قول ہے کہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کریں، اور بعض نے کہا ہے کہ ان کے لئے علیحدہ مقبرہ بنائیں (مضمرات) اگر کافروں کا کوئی بچہ اپنے ماں باپ کے ساتھ یا ان کے بعد قید ہو کر آئے اور پھر مر جائے تو اس کو غسل نہ دیں، لیکن اگر وہ سمجھدار تھا اور اس نے اسلام کا اقرار کیا تھا، یا اس کے ماں باپ میں سے کوئی مسلمان ہو گیا تھا تو اسکو غسل دیں اور دادا دادی کے مسلمان ہونے کی صورت میں اختلاف ہے اور اگر صرف بچہ قید ہو کر آیا، تو اس کو غسل دیں اور اس پر نماز پڑھیں (زاہدی) ایک شخص کشتی میں مر گیا تو اس کو غسل دیں اور کفن پہنائیں (مضمرات) اس پر نماز پڑھیں، اور کچھ بوجھ باندھ کر دریا میں پھینک دیں (معراج الدرایہ) جو شخص بغاوت یا راہزنی کیوجہ سے قتل کیا گیا تو اس کو نہ غسل دیں اور نہ اس پر نماز پڑھیں، بعض نے کہا ہے کہ یہ حکم اس صورت میں ہے جب وہ لڑائی کے تمام ہونے سے پہلے قتل کیا جائے، لیکن ان میں سے اگر کوئی شخص مسلمانوں کے امام کے غالب ہونے کے بعد قتل ہوا، تو اس کو غسل دیں گے، اور نماز پڑھیں گے، یہی قول احسن ہے، بڑے بڑے مشایخ نے اس کو اختیار کیا ہے، جو شخص گلا گھونٹ کر لوگوں کو مارتا ہو اس کو نہ غسل دیا جائے گا اور نہ اس پر نماز پڑھیں گے، جو لوگ نافرمانی کیوجہ سے قتل ہوتے ہیں، ہمارے مشایخ نے اس تفصیل کے بموجب ان کا وہی حکم قرار دیا ہے جو باغیوں کا ہے (محیط سرخسی) جو لوگ شہر کے اندر رات کو ہتھیار باندھ کر غارت گری کرتے ہیں وہ راہزنوں کے حکم میں ہیں (ذخیرہ)

جو شخص میت کو نہلا رہا ہے وہ باوضو ہونا چاہیئے (فتاویٰ قاضی خاں) اگر نہلانے والا جنبی، حائضہ یا کافر ہے تو جائز ہے، لیکن مکروہ ہے (معراج الدرایہ) اگر نہلانے والا بے وضو ہے، تو بالاتفاق مکروہ نہیں ہے (قنیہ) نہلانے والا میت کا سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار ہونا چاہیئے اور اگر وہ نہلانا نہ جانے تو کوئی امین اور متقی آدمی غسل دے (زاہدی) نہلانے والا ثقہ شخص ہونا چاہیئے جو اچھی طرح غسل دے سکے اور اگر کوئی بری بات دیکھے تو اس کو چھپائے، اور اچھی بات دیکھے تو ظاہر کردے، پس اگر ایسی چیز دیکھے جو اس کو پسند ہو، مثلاً چہرہ کا نور یا خوشبو وغیرہ، یا اس کے علاوہ کوئی اور چیز تو لوگوں کے سامنے اس چیز کا ظاہر کرنا مستحب ہے اور اگر ایسی بات دیکھے جس میں قباحت ہو، مثلاً منہ سیاہ ہو جائے یا

بدبو آتی ہو، یا صورت وشکل بدل جائے، یا اعضا متغیر ہو جائیں تو کسی شخص کے سامنے بھی ان چیزوں کا ظاہر کرنا جائز نہیں ہے (جوہرہ نیرہ)، اور اگر میت بدعتی ہو اور اس کا بدعتی ہونا علانیہ ہو، اور نہلانے والا اس میں کوئی بری بات دیکھے تو اس کو لوگوں کے سامنے بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، تاکہ لوگ بدعت سے باز رہیں (سراج الوہاج)، نہلانے والے کے پاس انگیٹھی میں خوشبو سلگتی رہے تاکہ میت سے کسی بدبو کے ظاہر ہونے کی وجہ سے نہلانے والا اور اس کا معین ومددگار رست نہ ہو جائے (جوہرہ نیرہ)، میت کو بلا اجرت غسل دینا افضل ہے اور اگر غاسل اجرت طلب کرے اور وہاں اس کے علاوہ کوئی اور بھی نہلانے والا ہے تو اجرت لینا جائز ہے ورنہ اجرت لینا جائز نہیں ہے (ظہیریہ)

مرد مردوں کو اور عورتیں عورتوں کو غسل دیں، مرد عورتوں کو یا عورتیں مردوں کو غسل نہ دیں، اور اگر میت چھوٹا بچہ ہے جس کی طرف خواہش نہیں ہوتی تو عورتیں اس کو غسل دے سکتی ہیں، اسی طرح اگر لڑکی چھوٹی ہے جس پر خواہش نہیں ہوتی تو مرد اس کو نہلا سکتے ہیں، جس شخص کا عضو کٹا ہوا ہو، یا خصی ہو وہ مرد کے حکم میں ہے، عورت اپنے شوہر کو غسل دے سکتی ہے، یہ حکم اس صورت میں ہے، جب مرنے کے بعد اس نے کوئی ایسی حرکت نہ کی ہو جس سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے، جیسے اپنے شوہر کے بیٹے یا شوہر کے باپ کو بوسہ دے، اگر اس کے مرنے کے بعد اس قسم کی کوئی حرکت ہوئی ہے اس لئے غسل دینا جائز نہیں ہے، لیکن مرد کسی حالت میں اپنی عورت کو غسل نہ دے (سراج الوہاج)، اگر عورت کو طلاق رجعی دی تھی اور وہ عدت میں ہے اور شوہر مر گیا تو اس کیلئے شوہر کو غسل دینا جائز ہے (محیط سرخسی)، اگر عدت کے آخر میں اس کے پورا ہونے سے پہلے مرا اور مرنے کے بعد عدت پوری ہوگئی، تب بھی عورت کے لئے غسل دینا جائز ہے (شرح طحاوی)

ایک اصول اس میں اصل یہ ہے کہ ہر وہ شخص جسکو بسبب نکاح کے عورت کے ساتھ وطی جائز ہے اگر وہ شخص زندہ ہوتا، تو ایسے شخص کو عورت غسل دے سکتی ہے، اور اگر ایسا نہیں ہے تو غسل دینا جائز نہ ہوگا (تاتارخانیہ میں عتابیہ سے منقول ہے)، یہودیہ اور نصرانیہ عورت کا حکم اپنے شوہر کو غسل دینے میں وہی ہے جو مسلمان عورت کا ہے، لیکن اس میں قباحت ہے (زاہدی) اگر مرد عورت کو غسل دے رہا ہے اور وہ اس کا محرم ہے تو وہ ہاتھ لگا سکتا ہے اور اگر اجنبی ہے تو اپنے ہاتھوں کو کپڑا لپیٹ لے اور ہاتھوں پر نظر پڑتے وقت آنکھیں بند کرلے، اگر مرد اپنی عورت کو غسل دے تب بھی یہی حکم ہے، لیکن اس کے لئے آنکھیں بند کرنے کا حکم نہیں ہے، جوان اور بوڑھی عورت میں کوئی فرق نہیں ہے، اگر کسی شخص کی ام ولد یا مدبرہ یا مکاتبہ یا باندی مرجائے تو مولیٰ اس کو غسل نہ دے، اسی طرح یہ بھی مالک اور مولیٰ کو غسل نہ دیں، اگر کوئی مرد عورتوں میں مرجائے تو اس کی محرم عورت زوجہ یا باندی ہاتھ پر کپڑا لپیٹے بغیر تیمم کرادے اور ان کے علاوہ دیگر عورتیں کپڑا لپیٹ کر تیمم کرائیں (معراج الدرایہ)، ایک شخص کا سفر میں انتقال ہوگیا، اور اس کے ساتھ عورتیں اور ایک کافر مرد تھا، وہ عورتیں کافر کو غسل کا طریقہ بتلائیں اور کافر کو میت کے پاس تنہائی میں چھوڑ دیں تاکہ وہ غسل دے سکے اور اگر ان کے ساتھ کوئی مرد نہیں ہے، البتہ ایک چھوٹی بچی ہے، جسپر خواہش نہیں ہوتی اور وہ اس لائق ہے کہ میت کو غسل دے سکے تو اس کو غسل کا طریقہ سکھلادیں اور میت کے پاس چھوڑ دیں تاکہ غسل دیدے، اور اگر عورت سفر میں مر گئی، اور اس کے ساتھ کافرہ عورت اور ایک نابالغ لڑکا ہے جو ابھی حد شہوت کو نہیں پہنچا، تو اسی طرح عمل کیا جائے جو ابھی مردوں کے سلسلہ میں ذکر کیا گیا (مضمرات)، خنثیٰ مشکل نہ مرد کو غسل دے نہ عورت کو اور نہ اسکو مرد غسل دے اور نہ عورت، بلکہ ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر اس کو تیمم کرادیں (زاہدی)، اگر ایک شخص کا فر مرا اور اس کا ولی مسلمان ہے، تو اس کو غسل دے اور کفن دے اور دفن کرے لیکن اس طرح نہلائے جس طرح ناپاک کپڑے کو دھویا کرتے ہیں، اور ایک کپڑے میں لپیٹے اور ایک گڑھا کھودے اور کفن اور قبر میں

سنت کی رعایت نہ کرے، اور قبر میں اس کو رکھے نہیں بلکہ ڈال دے (ہدایہ) کافر باپ کا مسلمان بیٹا اگر مرجائے تو کافر باپ کو اس کے غسل دینے کے سلسلہ میں قابو نہ دینا چاہیئے، بلکہ مسلمان لوگ خود یہ کارِ خیر انجام دیں (نہایہ) اگر ایک شخص سفر میں مرا اور وہاں پانی نہیں ہے تو تیمم کرا کر اس پر نماز پڑھیں (محیط) ایک شخص مرا اور پانی نہ ملا تو اس کو تیمم کرائیں اور نماز پڑھیں، پھر اگر پانی مل جائے، تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق اس کو غسل دیکر دوبارہ نماز پڑھیں (فتاویٰ قاضی خاں)

تیسری فصل　کفن دینے کا بیان

کفن دینا فرض کفایہ ہے (فتح القدیر) مرد کا کفن سنت ایک تہبند ہے، ایک کرتا ہے، ایک لپیٹے کی چادر ہے، اور جس کفن پر کفایت کرنا جائز ہے وہ دو چیزیں ہیں یعنی تہ بند اور لپیٹنے کی چادر، اور ضرورت کے وقت جسقدر ملجائے وہی کفن ضرورت ہے (کنز) تہ بند سر سے پاؤں تک اور اسی طرح چادر بھی سر سے پاؤں تک ہوگی اور کرتا گردن سے پاؤں تک ہوگا (ہدایہ) کفن میں گریبان کلی اور آستین نہ لگائیں (کافی) ظاہر روایت کے مطابق کفن میں عمامہ نہیں ہے اور فتاویٰ میں ہے متاخرین نے عالم شخص کے لئے عمامہ کو مستحسن کہا ہے، اس کی زندگی کی حالت کے برخلاف، عمامہ کا شملہ اس کے منہ پر رکھدیں (جوہرہ نیرہ)

عورت کا کفن سنت یہ ہے ایک تہ بند، دوپٹہ، کفنی، لپیٹنے کی چادر، سینہ بند اور وہ کفن جس پر کفایت کرنا جائز ہے یہ ہے ایک تہ بند، لپیٹنے کی چادر اور دوپٹہ (کنز) سینہ بند چھاتی سے ناف تک ہونا چاہیئے (عینی شرح کنز، تبیین) اولیٰ یہ ہے کہ سینہ بند چھاتی سے رانوں تک ہو (جوہرہ نیرہ) عورت کو دو کپڑوں میں اور مرد کو صرف ایک کپڑے میں کفن دینا مکروہ ہے، لیکن ضرورت کے وقت جائز ہے (عینی شرح کنز) کفن میں قریب البلوغ لڑکے کا وہی حکم ہے جو بالغ کا ہے اور اسی طرح قریب البلوغ لڑکی کا حکم مثل عورت کے ہے، چھوٹے بچے کا کفن کم از کم ایک کپڑا اور چھوٹی بچی کا کم سے کم کفن دو کپڑے ہیں (تبیین) خنثیٰ کو احتیاطاً وہی کفن دیا جائے جو عورت کو دیا جاتا ہے لیکن اس کے کفن میں ریشمی کسمی اور زعفرانی رنگ کے کپڑے سے اجتناب کریں، مرد کو کفن ایسے کپڑے کا دینا چاہیئے، جیسا کہ وہ عیدین کے روز اپنی زندگی میں پہنکر نکلتا تھا اور عورت کو کفن ایسے کپڑے میں دینا چاہیئے، جیسے کپڑے پہن کر وہ اپنے ماں باپ کے یہاں جایا کرتی تھی (زاہدی) مرد کو، برد، کتان اور قصب کے کپڑوں میں کفن دینے میں، اور عورتوں کو، حریر، ریشم اور کسم کے رنگ اور زعفرانی رنگ کے کپڑوں میں کفن دینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اور مرد کے لئے یہ مکروہ ہیں، بہتر یہ ہے کہ کفن کے کپڑے سفید ہوں (نہایہ) اور پرانا اور نیا کپڑا کفن میں برابر ہے (جوہرہ نیرہ) مردوں کو جس کپڑے کا زندگی میں پہننا جائز ہے اس کا کفن دینا بھی جائز ہے اور زندگی میں جس کا پہننا جائز نہیں ہے اس کا کفن دینا بھی جائز نہیں ہے (شرح طحاوی) اگر ترکہ بہت ہے اور وارث کم ہیں تو کفن سنت دینا اولیٰ ہے اور اگر اس کے برعکس ہو، یعنی وارث زیادہ ہوں اور ترکہ تھوڑا ہو تو کفن ضرورت دینا اولیٰ ہے (ظہیریہ) اگر وارثوں میں کفن دینے کے سلسلہ میں اختلاف ہوجائے بعض کہتے ہیں دو کپڑوں میں کفن دیا جائے اور بعض کہتے ہیں تین کپڑوں میں کفن دیا جائے تو تین کپڑوں میں کفن دینا چاہیئے، اس لئے کہ وہ سنت ہے (جوہرہ نیرہ)

کفن پہنانے کا طریقہ یہ ہے کہ مرد کے لئے سب سے پہلے اوپر لپیٹنے کی چادر بچھائی جائے، پھر اس پر تہ بند بچھایا جائے پھر اس پر مردہ رکھا جائے اور کرتہ پہنایا جائے، اس کے سر داڑھی اور تمام بدن پر خوشبو لگائی جائے (محیط) ہر طرح کی خوشبو لگائیں، لیکن مرد کے لئے زعفران اور ورس نہ لگائیں (ایضاح) پیشانی، ناک، دونوں

ہاتھوں گھٹنوں اور دونوں قدموں پر کافور لگائیں، پھر تہ بند کو بائیں طرف سے اس لپیٹیں پھر داہنی جانب سے لپیٹیں اور اوپر کی چادر بھی اسی طرح لپیٹیں (محیط) اگر کفن کھلجانے کا خوف ہو تو کسی چیز سے باندھ دیں (محیط سرخسی)

عورت کو کفن پہنانے کا طریقہ

عورت کو کفن دینے کا قاعدہ یہ ہے کہ سب سے پہلے اوپر کی چادر بچھائیں اور اس پر تہ بند بچھادیں۔ جیسے کہ ہم نے مرد کے واسطے بیان کیا، پھر اس پر میت رکھیں پھر کفنی پہنائیں اور اس کے بالوں کی دو زلفیں کر کے سینہ پر کفنی کے اوپر رکھدیں اور اس کے اوپر دوپٹہ اڑھادیں، پھر تہ بند کو اور اوپر کی چادر کو لپیٹیں، جس طرح ہم نے مرد کے لئے بیان کیا ہے، پھر کفن میں چھاتیوں کے اوپر سینہ بند باندھ دیں (محیط) میت کو رکھنے سے پہلے کفن کو طاق مرتبہ خوشبو کی دھونی دیجائے، ایکبار، یا تین بار، یا پانچ بار، اور اس پر زیادتی نہ کریں (عینی شرح کنز) میت کو جن مواقع پر خوشبو کی دھنی دیجاتی ہے وہ تین ہیں، روح نکلتے وقت خوشبو کی دھونی دیجائے تاکہ بدبو دور ہو جائے، نہلاتے ہوئے اور کفن پہناتے ہوئے خوشبو کی دھونی دیجائے اور اس کے بعد خوشبو کی دھونی نہ دیں (تبیین) محرم اور غیر محرم اس میں برابر ہیں، خوشبو لگائے اور اس کا منہ اور سر ڈھکے، باندی کو بھی اسی طرح خوشبو کی دھونی دیجائے، جس طرح آزاد عورت کو دیجاتی ہے (محیط) اگر میت کے پاس مال ہے تو کفن اس کے مال میں سے دیا جائے، اور کفن مقدار سنت تک قرض وصیت اور وارث پر مقدم کیا جائے، یہ حکم اس صورت میں ہے جب اس کے مال میں سے غیر کا حق متعلق نہ ہو، مثلاً اگر گروی رکھی ہوئی چیز، فروخت کردہ چیز جسپر قبضہ نہیں دیا تھا غلام جس نے کوئی جنایت یعنی خطا کی ہے (تبیین) جس شخص کے پاس کچھ مال نہیں ہے، اس کا کفن اس شخص پر واجب ہے، جس پر اس کا نفقہ واجب تھا لیکن حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق شوہر پر کفن دینا واجب نہیں ہے، اور حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق شوہر پر کفن دینا واجب ہے اگر چہ بیوی مال بھی چھوڑے، اسی قول پر فتویٰ ہے (فتاویٰ قاضی خاں)

شوہر کا انتقال ہوا، اور کچھ مال نہ چھوڑا اور اس کی زوجہ مالدار ہے، تو اس پر کفن دینا بالاتفاق واجب نہیں ہے (محیط) اور اگر کوئی ایسا شخص نہیں ہے جسپر میت کا نفقہ واجب ہو تو اس کو بیت المال سے کفن دیا جائے اور اگر بیت المال نہیں ہے، تو مسلمانوں پر اس کا کفن دینا واجب ہے اور اگر وہ نہ دے سکیں تو اور لوگوں سے سوال کریں (زاہدی) عنایہ میں ہے اگر یہ بھی نہ ہوسکے تو اس کو نہلا کر گھاس میں لپیٹ کر دفن کردیں، اور اس کی قبر پر نماز پڑھیں (تاتار خانیہ)

ایک شخص کسی قوم کی مسجد میں انتقال کر گیا، اور ایک آدمی نے اس کے کفن کا اہتمام کر کے پیسے جمع کئے اور اس میں سے کچھ باقی بچ گئے، تو اگر وہ اس شخص کو پہچانتا ہے جس کے پیسے بچ گئے ہیں تو اس کو واپس کردے اور اگر نہیں پہچانتا، تو کسی دوسرے محتاج کفن میں صرف کردے اور اگر یہ بھی نہ کر سکے تو فقیروں پر صدقہ کردے (فتاویٰ قاضی خاں)

ایک شخص کو کفن دے کر دفن کردیا، اور اس کا کفن چوری ہو گیا، تو اگر تازہ دفن ہوا ہے، تو اس کے مال میں سے دوبارہ کفن دیا جائے گا، اور اگر مال تقسیم ہو گیا ہے، تو وارثوں پر کفن دینا واجب ہے، قرض خواہوں اور وصیت والوں پر کفن دینا واجب نہیں ہے، اگر قرض سے کچھ ترکہ نہ بچا، لیکن قرضداروں نے ابھی مال پر قبضہ نہیں کیا ہے تو پہلے کفن دیا جائے اور اگر قبضہ کر چکے ہیں تو ان سے کچھ واپس نہ لیا جائے، اور اگر میت کا بدن بگڑ چکا ہے، تو اس کو ایک کپڑے میں لپیٹ دینا کافی ہے اور اگر میت کو کسی درندے جانور نے کھالیا ہے اور کفن باقی رہ گیا ہے، تو اس کو ترکہ میں شامل کرلیا جائے گا، اور اگر کسی غیر شخص نے یا اس کے کسی رشتہ دار نے کفن دیا تھا، تو اس کی طرف واپس کردیا جائے گا (معراج الدرایہ)

چوتھی فصل — جنازہ اٹھانے کا بیان

سنت یہ ہے کہ چار مرد جنازہ اٹھائیں (شرح نقایہ مصنفہ شیخ ابوالمکارم) جسوقت پلنگ پر جنازہ اٹھائیں، تو اس کے چاروں پاؤں کو پکڑیں، اسی طرح سنت سے ثابت ہے (جوہرہ نیرہ) پھر جنازہ اٹھانے میں دو چیزیں ہیں۔ ایک اصل سنت، ایک کمال سنت اصل سنت یہ ہے کہ پلنگ کے چاروں پاؤں کو اس طرح باری باری پکڑے کہ ہر جانب سے دس قدم چلے اور یہ سنت تمام لوگ ادا کر سکتے ہیں، اور کمال سنت یہ ہے کہ اٹھانے والا سب سے پہلے اس کے سرہانے کے داہنے پایہ کو پکڑلے (تاتارخانیہ) اور داہنے کاندھے پر اس کو اٹھائے، پھر پائنتی کے داہنے پایہ کو داہنے کاندھے پر رکھے، پھر سرہانے کے بائیں پائے کو بائیں کاندھے پر رکھے، پھر پائنتی کے بائیں پایہ کو بائیں کاندھے پر رکھے اور یہ سنت صرف ایک شخص سے ادا ہوگی (تبیین) پلنگ کو دو لکڑیوں سے اس طرح اٹھانا کہ اس کو دو شخص ایک سرہانے سے اور دوسرا پائنتی سے اٹھائے مکروہ ہے لیکن ضرورت کے وقت جائز ہے، مثلاً جگہ تنگ ہے یا اس قسم کی کوئی اور ضرورت ہے۔ پلنگ کو ہاتھ سے پکڑے یا کاندھے پر رکھے، اس میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن اگر پلنگ کاندھے پر اور نصف گردن کی جڑ پر رکھا تو مکروہ ہے (شرح طحاوی) اسبیجابی نے کہا ہے کہ دودھ پیتا بچہ یا وہ بچہ جس کا دودھ چھوٹ گیا ہے۔ یا اس سے کچھ زائد عمر کا بچہ اگر مرجائے اور ایک شخص اس کو اپنے ہاتھوں پر اٹھائے تو اسمیں کچھ مضائقہ نہیں ہے اور لوگ نمبر وار اس کو اپنے ہاتھوں پر اٹھائیں اور اگر سوار ہو کر اسکو اپنے ہاتھوں پر اٹھالیا، تب بھی اس میں کچھ مضائقہ نہیں ہے اور اگر بچہ بڑا ہے، تو اس کو جنازہ پر اٹھایا جائے (بحرالرائق) میت لیجاتے ہوئے ذرا جلد چلیں لیکن دوڑے نہیں اور جلد چلنے کی حد یہ ہے کہ میت کو جنازہ پر حرکت نہ ہو (تبیین) جو لوگ میت کے ساتھ ہیں، وہ اس کے پیچھے چلیں، اور افضل ہے اور آگے چلنا بھی جائز ہے لیکن اس سے دور ہو جائیں اور سب لوگوں کا آگے بڑھ جانا مکروہ ہے، میت کے دائیں بائیں نہ چلیں (فتح القدیر) جب جنازہ لے چلیں تو سرہانا آگے کریں (مضمرات) اگر جنازہ کسی پڑوسی یا رشتہ دار یا کسی مشہور بزرگ شخص کا ہے تو اس کے ساتھ جانا نفل پڑھنے سے افضل ہے (بحرالرائق) جنازہ کے ہمراہ سواری پر جانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، اور پیدل چلنا افضل ہے اور سوار ہو کر جنازہ سے آگے بڑھ جانا مکروہ ہے (فتاوی قاضی خاں) جنازہ کے ساتھ یا میت کے گھر میں نوحہ کرنا چیخنا اور گریبان پھاڑنا مکروہ ہے، آواز بلند کئے بغیر رونے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اور صبر افضل ہے (تاتارخانیہ) جنازہ کے ساتھ انگیٹھی میں آگ اور شمع نہ ہونی چاہیئے (بحرالرائق)

عورتوں کو جنازہ کے ساتھ نہ جانا چاہیئے، اور اگر جنازہ کے پیچھے نوحہ کرنے والی اور چیخنے والی آجائے، تو لوگ اس کو منع کریں، اور اگر نہ مانے تو لوگوں کو جنازہ کے ساتھ جانے میں کوئی حرج نہیں ہے، اس لئے کہ جنازہ کے ساتھ چلنا سنت ہے، پس غیر کی بدعت کی وجہ سے اس کو نہ چھوڑیں، جنازہ کے لئے اسوقت تک کھڑا نہ ہو، جب تک اس کے ساتھ جانیکا ارادہ نہ کرے (ایضاح) اسی طرح عیدگاہ میں اگر جنازہ آگیا، تو زمین پر جنازہ رکھنے سے پہلے لوگ کھڑے نہ ہوں یہی صحیح ہے (فتاوی قاضی خاں) جو لوگ جنازہ کے ساتھ جائیں، ان کو خاموش رہنا چاہیئے، قرآن پڑھنے میں اور ذکر میں آواز بلند کرنی مکروہ ہے (شرح طحاوی) اگر اللہ کا ذکر کرنا چاہے، تو دل میں ذکر کرے (فتاوی قاضی خاں) جب قبر کے پاس زمین پر جنازہ رکھدیا جائے تو اس وقت بیٹھ جانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، جنازہ گردنوں سے اتارنے سے پہلے بیٹھنا مکروہ ہے

(خلاصہ) افضل یہ ہے، کہ جب تک میت پر مٹی نہ ڈالیں اس وقت تک نہ بیٹھیں (محیط سرخسی) جب نماز کے لئے جنازہ رکھیں تو قبلہ کے عرض میں رکھیں (تاتارخانیہ) جنازہ اٹھانے کے لئے اجرت لینا جائز ہے (فتاوی قاضی خاں)

(پانچویں فصل) میّت پر نماز پڑھانے کا بیان

جنازہ کی نماز پڑھنا فرض کفایہ ہے، اگر بعض اس کو ادا کرلیں، خواہ ایک شخص ہو، یا ایک جماعت ہو، مرد ہو، یا عورت ہو تو باقی لوگوں سے ساقط ہو جائے گا، اور اگر کسی شخص نے نماز نہ پڑھی، تو سب لوگ گنہ گار ہوں گے (تاتارخانیہ) جنازہ کی نماز صرف امام کی نماز سے ادا ہو جاتی ہے اسلئے کہ جنازہ کی نماز میں جماعت شرط نہیں ہے (نہایہ) جنازہ کی نماز کی شرط یہ ہے، کہ میت مسلمان ہو اور اگر نہلانا ممکن ہو تو اس کو نہلالیا جائے اور اگر نہلانا ممکن نہ ہو مثلاً غسل دینے سے پہلے میت کو دفن کردیا گیا، اور بغیر قبر کھودے ہوئے اس کو نکالنا ممکن نہیں ہے، تو ضرورت کی وجہ سے اس کی قبر پر نماز پڑھنا درست ہے اور اگر غسل کے بغیر میت پر نماز پڑھی گئی اور اس کو اسی طرح دفن کردیا، تو قبر پر دوبارہ نماز پڑھیں، اس لئے کہ پہلی نماز فاسد ہے (تبیین) میت کی جگہ کا پاک ہونا شرط نہیں ہے (مضمرات) جو شخص مسلمان ہونے کے بعد مرگیا، اس پر نماز پڑھی جائے گی، بچہ ہو، بڑا ہو، مرد ہو، یا عورت ہو، آزاد ہو، یا غلام ہو، لیکن باغیوں پر، راہزنوں پر اور اسی طرح کے لوگوں پر نماز نہ پڑھی جائے، اگر کوئی بچہ پیدا ہوتے وقت مرگیا، تو اگر نصف سے زائد خارج ہوگیا تھا، تو اس پر نماز پڑھی جائے گی، اور اگر نصف سے کم خارج ہوا تھا تو اس پر نماز نہ پڑھیں گے، اور اگر نصف خارج ہوا تھا، تو اس کا حکم کتاب میں مذکور نہیں، نصف میت پر نماز پڑھنے کا حکم جو بھی مذکور ہوا ہے، اسی پر اس کو قیاس کیا جائے گا (بدائع) اگر دارالحرب میں ایک بچہ کسی مسلمان سپاہی کے قبضہ میں آگیا اور وہ بچہ مرگیا تو اس کے قابض کے اعتبار سے اس پر نماز پڑھی جائے گی (محیط) حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے، کہ اگر ایک شخص کسی کا مال چھین لے اور اس کے عوض اس شخص کو قتل کیا جائے، تو اس پر نماز نہ پڑھیں گے (ایضاح) اگر ایک شخص نے ماں باپ میں سے کسی کو مار ڈالا، تو اس شخص کی اہانت و تذلیل کے لئے اس پر نماز نہ پڑھیں (تبیین)

اگر ایک شخص نے غلطی سے اپنے آپ کو مار ڈالا، مثلاً کسی دشمن کو تلوار سے مارنے کے لئے پکڑا، اور غلطی سے وہ تلوار اسی کے لگ گئی اور مرگیا، تو اس کو غسل دیں گے اور نماز پڑھیں گے، یہ حکم بلا خلاف ہے (ذخیرہ) اگر ایک شخص جان بوجھ کر اپنے آپکو مار ڈالے، تو حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام محمدؒ کے نزدیک اس پر نماز پڑھی جائے گی یہی اصح ہے (تبیین) اگر ایک شخص کسی حق میں تلوار سے یا کسی اور چیز سے قتل کیا گیا مثلاً قصاص یا رجم میں تو اس کو غسل دیں، اور اس پر نماز پڑھیں، اور اس کے ساتھ اس طرح معاملہ کریں جو مسلمان مُردوں کے ساتھ کیا جاتا ہے (ذخیرہ) امام نے جس شخص کو سولی دی ہے اس کے بارے میں حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے دو روایتیں ہیں، ابو سلیمانؒ نے حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے، کہ اس پر نماز نہ پڑھیں (فتاوی قاضی خاں) جنازہ کی نماز پڑھانے کے لئے سلطان سب سے اولیٰ ہے اور اگر وہ حاضر نہ ہو، تو قاضی اولیٰ ہے، پھر محلہ کا امام پھر ولی (اکثر متنوں میں یہی لکھا ہے) اور حسن نے حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت بیان کی ہے، کہ سب سے بڑا امام یعنی خلیفہ حاضر ہو، تو اولیٰ ہے اور اگر وہ نہ ہو تو شہر کا امام اولیٰ ہے، اور اگر وہ بھی حاضر نہ ہو تو قاضی اولیٰ ہے، اور اگر وہ بھی حاضر نہ ہو تو صاحب شرط اولیٰ ہے، اور اگر وہ بھی حاضر نہ ہو تو محلہ کی مسجد کا امام اولیٰ ہے اور

وہ بھی حاضر نہ ہو، تو نسب سے زیادہ قریب اور رشتہ دار ہے وہ اولیٰ ہے، اسی روایت کو اکثر مشائخ نے اختیار کیا ہے (کفایہ، نہایہ، معراج الدرایہ، عنایہ) اور ولی حضرات کی ترتیب عصبات کی ترتیب کے موافق ہے، جو زیادہ قریب ہوگا، وہ اولیٰ ہے لیکن باپ کا حکم اس کے خلاف ہے، اس لئے کہ وہ بیٹے پر مقدم ہے (خزانۃ المفتین) کہا گیا ہے کہ یہ حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اور حضرت امام ابو حنیفہ اور حضرت امام ابو یوسف رحمہا اللہ کے نزدیک بیٹا اولیٰ ہے، اور صحیح یہ ہے کہ سب کا قول یہی ہے (تبیین، غیاثیہ، فتح القدیر) جنازہ کی نماز پڑھانے میں عورتوں اور بچوں کا کوئی حق نہیں ہے اور اقرب شخص کو اختیار ہے کہ کسی دور کے رشتہ دار کو مقدم کردے، اور اگر قریبی رشتہ دار کہیں دور ہے، اور اس کے آنے تک نماز فوت ہو جائے گی، تو دور کا رشتہ دار اولیٰ ہے، اور اگر قریبی رشتہ دار حاضر نہ ہو سکا لیکن اپنے خط میں کسی غیر کو مقدم کرنے کا حکم دیا، تو دور کے رشتہ دار کو حق ہے کہ وہ اس کو منع کردے لیکن اگر وہ شہر میں بیمار ہے، تو تندرست کے قائم مقام ہوگا، اس کو اختیار ہوگا، کہ وہ جسکو چاہے مقدم کرے اور دور کے رشتہ دار کو منع کرنے کا کوئی حق نہیں ہے، اور اگر دو ولی درجہ میں برابر ہوں، تو جو عمر میں ان میں سب سے بڑا ہے وہ اولیٰ ہوگا، اور ان دونوں میں کسی کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ اپنے شریک کے علاوہ کسی اور کو مقدم کریں لیکن شریک کی اجازت سے غیر کو مقدم کرنا جائز ہے اور اگر ان دونوں میں سے ہر ایک نے الگ الگ شخص کو مقدم کیا، تو جسکو بڑے نے مقدم کیا ہے وہ اولیٰ ہوگا (جوہرہ نیرہ) کبیری میں ہے، کہ میت نے اگر کسی شخص کے بارہ میں وصیت کی کہ وہ میری نماز پڑھائے، تو اس کی وصیت باطل ہوگی، اسی پر فتویٰ ہے (مضمرات) ایک غلام مرا، اور اس کے مالک اور باپ اور بیٹے میں نماز کے سلسلہ میں جھگڑا ہوا، اور اس کے باپ اور بیٹے آزاد ہیں تو مالک اس کی نماز پڑھانے میں اولیٰ ہے (محیط) اسی پر فتویٰ ہے (مضمرات) ہمارے نزدیک شوہر کی ولایت نہیں ہے، اس لئے کہ موت سے تعلق منقطع ہو جاتا ہے (جامع الصغیر مصنفہ قاضی خاں)

اور اگر عورت کا کوئی ولی نہیں ہے، تو شوہر اولیٰ ہے، پھر پڑوسی اجنبی کے بہ نسبت اولیٰ ہے (تبیین) اگر ایک عورت کا انتقال ہوا، اس کا شوہر ہے، اور اسی شوہر سے اس کا ایک عاقل بالغ لڑکا ہے، تو ولایت بیٹے کے لئے ہے، شوہر کے لئے نہیں ہے لیکن بیٹے کے لئے یہ مکروہ ہے کہ وہ باپ پر مقدم ہو جائے اور اسے اپنے باپ کو مقدم کرنا چاہیئے، اور اگر بیٹا اس شوہر سے نہیں ہے، تو بیٹے کے مقدم ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، اس لئے کہ وہی ولی ہے اور ماں کے شوہر کی تعظیم اس پر واجب نہیں ہے (بدائع) میت پر صرف ایکبار نماز پڑھیں، اس لئے کہ جنازہ کی نماز میں نفل مشروع نہیں ہے (ایضاح)

اگر سب سے بڑے امام، یا قاضی، یا محلہ کی مسجد کے امام نے نماز جنازہ پڑھا دی، تو ولی کو اعادہ کا اختیار نہیں ہے اس لئے کہ وہ لوگ اس سے اولیٰ ہیں اور اگر ان لوگوں کے علاوہ کسی اور نے نماز جنازہ پڑھائی تو ولی کو اعادہ کا اختیار ہے (خلاصہ) اگر ولی نے نماز جنازہ پڑھ لی تو اس کے بعد کسی شخص کو نماز پڑھنا جائز نہیں ہے اور اگر سلطان نماز پڑھنے کا ارادہ کرے تو پڑھ سکتا ہے، اس لئے کہ وہ اس پر مقدم ہے، اگر میت پر ولی نے نماز پڑھی، اور اسی درجہ کے میت کے اور بھی ولی ہیں، تو ان کو نماز کے اعادہ کا اختیار نہیں ہے (جوہرہ نیرہ) اگر ولی یا سلطان کے علاوہ کسی اور شخص نے نماز پڑھائی، تو ولی نماز کا اعادہ کر سکتا ہے (ہدایہ) اگر ایک شخص نے جنازہ کی نماز پڑھائی، اور ولی اس کے پیچھے ہے، لیکن وہ اس کی امامت پر راضی نہیں ہے اگر ولی نے اس کی متابعت کر کے نماز پڑھ لی، تو نماز جائز ہے، اور ولی اعادہ نہیں کر سکتا، اگر جنازہ کی نماز کا امام بے وضو تھا، تو دوبارہ نماز پڑھیں، اور اگر امام باوضو تھا اور مقتدی بے وضو تھے، تو امام کی نماز صحیح ہوگی اور نماز کا اعادہ نہ کیا جائے گا، (خلاصہ) اگر مریض نے بیٹھ کر جنازہ کی نماز پڑھائی، اور یہ شخص ولی بھی ہے، اور جماعت کے لوگ اس کے پیچھے کھڑے ہوئے ہیں،

تو جائز ہے، اگر ایک شخص سفر میں انتقال کر گیا اور اسکے رشتہ دار اس کو وطن لے گئے، پس اگر سلطان یا قاضی کے حکم سے اس کی نماز پڑھ چکے تھے، تو دوبارہ نماز نہ پڑھیں گے (فتاوی قاضی خاں) مغرب کی نماز کے وقت جنازہ آگیا، تو جنازہ کی نماز کو مغرب کی سنتوں پر مقدم کریں گے (ذخیرہ) سوار ہو کر جنازہ کی نماز پڑھنا جائز نہیں ہے (محیط) دیگر نمازوں کے لیے جو شرائط ہیں مثلاً حقیقی و حکمی طہارت، قبلہ کی طرف متوجہ ہونا، ستر عورت، اور نیت یہ سب جنازہ کی نماز کی بھی شرائط ہیں (بدائع)

نماز جنازہ کی نیت

امام اور قوم جنازہ کی نماز کی نیت اس طرح کریں، میں اللہ کی عبادت کے لئے اس فرض کے ادا کرنے کی نیت کرتا ہوں، اور خانۂ کعبہ کی طرف متوجہ ہوں، اور اس امام کے پیچھے ہوں، اگر امام دل میں نیت کرے کہ وہ جنازہ کی نماز پڑھ رہا ہے، تو صحیح ہے، اسی طرح اگر مقتدی صرف یہ کہے کہ وہ اس امام کی اقتدا کرتا ہے تو جائز ہے (مضمرات) جنازہ کی نماز میں ایک شرط یہ بھی ہے، کہ میت حاضر ہو اور رکھی ہوئی ہو، اور نماز پڑھنے والے کے سامنے ہو، پس اگر میت حاضر نہیں ہے، یا کسی سواری پر ہے، یا نماز پڑھنے والے کے پیچھے ہے تو نماز صحیح نہ ہوگی (نہر الفائق) جن چیزوں سے اور نمازیں فاسد ہو جاتی ہیں، ان سے جنازہ کی نماز بھی فاسد ہو جاتی ہے لیکن عورت کے برابر آجانے سے جنازہ کی نماز فاسد نہیں ہوتی (زاہدی) اگر جماعت میں سات آدمی ہیں، تو تین صفیں کر لیجائیں، ایک آگے بڑھے، تین اس کے پیچھے کھڑے ہوں اور ان کے پیچھے دو، اور ان کے پیچھے ایک (تاتارخانیہ) میت مرد ہو یا عورت، امام کو اس کے سینے کے مقابل کھڑا ہونا چاہیے، میت کی نماز میں امام کے کھڑے ہونے کی جگہ یہی مناسب ہے، اور امام دوسری جگہ کھڑا ہوا تو جائز ہے، جنازہ کی نماز میں چار تکبیریں ہوتی ہیں، اگر ان میں سے ایک تکبیر بھی چھوڑ دی تو جائز نہ ہوگی (کافی)

نماز جنازہ کس طرح ادا کریں

سب سے پہلے تکبیر تحریمہ کہیں اور سبحانک اللھم آخر تک پڑھیں، پھر دوسری تکبیر (اللہ اکبر) کہیں اور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھیں، پھر تیسری تکبیر کہیں، میت کے لئے اور سب مسلمانوں کے لئے دعا پڑھیں اس کے لئے کوئی دعا متعین نہیں ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے آپ یہ دعا پڑھتے تھے،

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا وَشَاھِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِیْرِنَا وَکَبِیْرِنَا وَذَکَرِنَا وَاُنْثَانَا اَللّٰھُمَّ مَنْ اَحْیَیْتَہٗ مِنَّا فَاَحْیِہٖ عَلَی الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّیْتَہٗ مِنَّا فَتَوَفَّہٗ عَلَے الْاِیْمَانِ ،	اے اللہ، ہمارے زندوں، مردوں، حاضر، غائب چھوٹے بڑے، مرد اور عورت (سب) کے گناہ بخشدے، اے اللہ تو ہم میں سے جسے زندہ رکھے، اسے اسلام ہی پر زندہ رکھ اور جس کو موت دے اس کو ایمان ہی پر موت دے،

اور اگر میت بچہ ہے، تو حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ یہ دعا پڑھے،

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ لَنَا فَرَطًا .... وَّاجْعَلْہُ لَنَا اَجْرًا وَّذُخْرًا وَّاجْعَلْہُ لَنَا شَافِعًا وَّمُشَفَّعًا،	اے اللہ اس بچہ کو (قیامت کے دن) ہمارا پیش رو بنا، اور ہمارے لئے ذخیرہ و ثواب بنا اور اس کو شفاعت کرنے والا اور مقبول الشفاعت بنا۔

یہ حکم اس صورت میں ہے، جب یہ دعا اچھی طرح پڑھ سکے، اور اگر اچھی طرح نہ پڑھ سکے، تو جو دعا چاہے پڑھے، پھر چوتھی تکبیر کہے اور سلام پھیر دے، چوتھی تکبیر کے بعد اور سلام سے پہلے کوئی دعا نہیں ہے (شرح جامع صغیر مصنفہ قاضیخاں) یہی ظاہر مذہب ہے (کافی) تکبیر کے علاوہ اور سب چیزیں آہستہ آہستہ پڑھے (تبیین) جنازہ کی نماز میں قرآن نہ پڑھے

اگر سورۂ فاتحہ دعا کی نیت سے پڑھی، تو کوئی مضائقہ نہیں ہے اور اگر قرارت کی نیت سے پڑھی تو جائز نہیں ہے اس لیے کہ یہ دعا کا محل ہے قرارت کا نہیں ہے (محیط سرخسی) ظاہر روایت کے مطابق شروع کی تکبیر کے علاوہ اور تکبیروں میں ہاتھ نہ اٹھائے (عینی شرح کنز) امام اور قوم اس حکم میں برابر ہیں (کافی) دونوں سلاموں میں میت کی نیت نہ کرے، بلکہ پہلے سلام میں ان لوگوں کی نیت کرے، جو اس کے داہنی طرف ہیں اور دوسرے سلام میں ان لوگوں کی نیت کرے جو اس کے بائیں جانب ہیں (سراج الوہاج) (فتاویٰ قاضی خاں) (ظہیریہ) اگر امام نے پانچ تکبیریں کہیں، تو پانچویں تکبیر میں مقتدی متابعت نہ کرے، اور حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ وہ ٹھیرا رہے اور امام کے ساتھ سلام پھیرے، یہی اصح ہے (محیط سرخسی) ایک شخص آیا، اور امام پہلی تکبیر کہہ رہا تھا، اور یہ تکبیر کے وقت موجود نہ تھا، تو انتظار کرے اور جب امام دوسری تکبیر کہے، تو اس کے ساتھ تکبیر کہہ کر نماز میں شریک ہو جائے اور جب امام فارغ ہو جائے تو مسبوق جنازہ اٹھنے سے پہلے وہ تکبیر کہے جو اس سے فوت ہوگئی تھی، یہ حضرت امام ابو حنیفہ اور حضرت امام محمد رحمہما اللہ کا قول ہے، اسی طرح اگر امام دو یا تین تکبیریں کہہ چکا تب بھی یہی حکم ہے (سراج الوہاج) اگر ایک شخص آیا اور امام چار تکبیریں کہہ چکا ہے، اور ابھی سلام نہیں پھیرا ہے تو حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت یہ ہے کہ وہ امام کے ساتھ داخل نہ ہو اور اصح یہ ہے کہ امام کے ساتھ شریک ہو جائے، اسی پر فتویٰ ہے (مضمرات) پھر جنازہ اٹھنے سے پہلے برابر تین تکبیریں کہے، دعا نہ پڑھے (خلاصہ) (فتاویٰ قاضی خاں) اگر جنازہ ہاتھوں پر اٹھا لیا گیا، اور کاندھوں پر نہیں رکھا گیا، تو ظاہر روایت کے مطابق اب تکبیر نہ کہے (ظہیریہ) ایک شخص امام کے ساتھ شریک ہوا اور غافل ہوگیا، اور امام کے ساتھ تکبیر نہ کی، یا نیت کر رہا تھا اور اسی بنا پر تکبیر میں تاخیر ہوگئی، تو وہ تکبیر کہے اور فقہا کے قول کے موافق امام کی دوسری تکبیر کا انتظار نہ کرے، اس لئے کہ وہ نماز کے لئے مستعد تھا، تو یہ اس شخص قائم مقام سمجھا جائے گا جو نماز میں شریک ہے (شرح جامع صغیر مصنفہ قاضی خاں)

اگر امام کے ساتھ پہلی تکبیر کہی اور دوسری و تیسری تکبیر نہ کہی تو وہ دونوں تکبیریں کہے پھر امام کے ساتھ تکبیر کہے (فتاویٰ قاضی خاں) اگر امام نے تین تکبیروں کے بعد بھولے سے سلام پھیر دیا، تو چوتھی تکبیر کہہ کر سلام پھیر دے (تاتارخانیہ) اگر متعدد جنازے جمع ہو جائیں تو امام کو اختیار ہے، خواہ ہر ایک کے لئے الگ نماز پڑھے، یا ایک نماز میں سب کی نیت کرے (معراج الدرایہ) اور ان جنازوں کے رکھنے میں بھی اسے اختیار ہے، خواہ لمبائی میں ان کی ایک صف بنائے، اور ان میں جو شخص افضل ہو اس کے پاس کھڑے ہو کر نماز پڑھا دے یا ایک جنازہ ایک جنازہ کے بعد قبلہ کی طرف رکھے ان جنازوں کی ترتیب امام کی بہ نسبت اسی طرح ہوگی جس طرح زندگی میں امام کے پیچھے نماز میں ان کی ترتیب ہوتی ہے پس افضل افضل ہوگا، امام کے قریب مردوں کے جنازے ہوں گے ان سے پیچھے لڑکوں کے، پھر خنثوں کے، پھر عورتوں کے اور پھر قریب البلوغ لڑکیوں کے جنازے ہوں گے اگر سب جنازے مردوں کے ہیں تو حسن نے حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ جوان لوگوں میں سے افضل اور عمر میں سب سے بڑا ہو اس کا جنازہ امام کے قریب رکھا جائے، اگر جنازہ میں غلام اور آزاد جمع ہو جائیں تو مشہور یہ ہے کہ ہر حال میں آزاد کو مقدم کریں (فتح القدیر) اگر امام ایک جنازہ کی نماز کی تکبیر کہہ چکا تھا، پھر دوسرا جنازہ آگیا تو اسی طرح نماز پڑھتا رہے اور دوسرے جنازے پر از سر نو نماز پڑھے، اگر وہ جنازہ رکھ دیا گیا، اور امام نے دوسری تکبیر کہی، اور دونوں جنازوں کی نیت کر لی تو پہلے جنازہ کی تکبیر ہوگی، دوسرے جنازہ کی نہ ہوگی، اور اگر دوسری تکبیر میں صرف دوسرے جنازہ کی نیت کی، تو وہ دوسرے جنازے کی تکبیر شمار ہوگی، اور پہلے جنازہ کی نماز سے نکل جائے گا، پس جب نماز سے فارغ ہو جائے تو پہلے جنازہ کی نماز دوبارہ پڑھے (سراج الوہاج) اگر امام کا جنازہ کی نماز میں وضو ٹوٹ گیا، اور کسی دوسرے شخص کو آگے بڑھا دیا تو جائز ہے اور یہی صحیح ہے (ظہیریہ) اگر میت کو نماز سے یا غسل سے پہلے دفن کر دیا گیا تو تین دن تک اس کی قبر پر نماز پڑھیں اور صحیح یہ ہے کہ تین دن کی مقدار واجب نہیں ہے، بلکہ جب تک

یہ سمجھے، کہ ابھی میت کا جسم نہیں پھٹا ہے اسوقت تک اس پر نماز پڑھے (سراجیہ) جنازہ کی نماز عیدگاہ میں، مکانوں میں، اور گھروں میں برابر ہے (محیط) جنازہ کی نماز ایسی مسجد میں جس میں جماعت ہوتی ہو مکروہ ہے، خواہ میت اور قوم مسجد میں ہو، یا میت مسجد سے باہر ہو اور قوم مسجد میں ہو، یا امام اور کچھ لوگ مسجد سے باہر ہوں اور باقی لوگ مسجد میں ہوں، یا میت مسجد میں ہو اور امام اور لوگ مسجد سے باہر ہوں یہی مختار ہے (خلاصہ) بارش وغیرہ کے عذر سے نماز جنازہ مسجد میں ادا کر لینا مکروہ نہیں ہے (کافی) سڑک میں اور اجنبی لوگوں کی زمینوں میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ ہے (مضمرات) لیکن اگر کوئی مسجد جنازہ کی نماز ہی کے لئے بنائی گئی ہو تو اس میں جنازہ کی نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہے (تبیین) جب تک جنازہ کی نماز نہ پڑھ لیں اسوقت تک نہ لوٹیں، اور نماز پڑھنے کے بعد دفن سے پہلے اہل جنازہ کی اجازت کے بغیر نہ واپس ہوں اور دفن کے بعد اجازت کے بغیر واپس آنے کا اختیار ہے (محیط)

(چھٹی فصل) قبر، دفن اور میت کا ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا

میت کا دفن کرنا فرض کفایہ ہے (سراج الوہاج) لحد والی قبر سنت ہے شق والی نہیں (محیط سرخسی)

لحد کی تعریف یہ ہے کہ پوری قبر کھود یجائے پھر اس میں قبلہ کی طرف ایک گڑھا کھودا جائے اور اس میں میت رکھدی جائے (محیط) اور اسکو چھت دار کمرہ کیطرح بنا دیں (بحر الرائق) زمین اگر نرم ہے تو شق میں کوئی مضائقہ نہیں ہے (فتاوی قاضی خاں)

شق کی تعریف یہ ہے کہ نہر کی طرح وسط قبر میں ایک گڑھا کھودا جائے اور اس کے دونوں جانب کچھ کچی اینٹیں وغیرہ لگا دیں اور اس میں میت رکھدیں اور چھت بنا دیں (معراج الدرایہ) قبر کی گہرائی میانہ قد والے آدمی کے سینہ تک ہوتی چاہیئے، اور اس سے زیادہ گہرائی افضل ہے (جوہرہ نیرہ) حسن ابن زیاد نے حضرت امام ابو حنیفہؒ سے روایت بیان کی ہے کہ قبر کی لمبائی اس آدمی کے قد کے طول کی برابر ہونی چاہیئے اور قبر کی چوڑائی نصف قد کے بقدر ہوتی چاہیئے (مضمرات) شیخ امام ابوبکر محمد بن فضل سے روایت ہے کہ ہمارے شہروں میں زمین کی نرمی کی وجہ سے میت کو صندوق میں رکھنا جائز ہے، صندوق اگر لوہے کا ہے تب بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے لیکن اس کے اندر مٹی بچھا دیں، اور اوپر کی جانب جو میت سے متصل ہے اس پر بھی مٹی لگا دیں اور کچھ کچی اینٹیں میت کی داہنی اور بائیں طرف رکھدیں تاکہ لحد کی طرح ہو جائے، میت سے متصل پختہ اینٹوں کا لحد میں رکھنا مکروہ ہے (فتاوی قاضی خاں) پانی کے بہاؤ کی جگہوں پر دفن کرنا مکروہ ہے (فتح القدیر) جو لوگ قبر کے اندر اتریں ان کا طاق اور جفت ہونا برابر ہے (کافی) ان لوگوں کا قوی، امین، اور صالح ہونا مستحب ہے (تاتارخانیہ) عورت کو قبر میں داخل کرنے کے لئے رشتہ دار محرم اور لوگوں سے اولی ہے (جوہرہ نیرہ) اسی طرح رشتہ دار غیر محرم اجنبی سے اولی ہے اور اگر یہ لوگ نہ ہوں، اور اجنبی لوگ عورت کو قبر میں رکھیں تو کوئی مضائقہ نہیں ہے (بحر الرائق) کسی عورت کو قبر میں داخل نہ ہونا چاہیئے (محیط سرخسی) میت قبلہ کی طرف سے قبر میں اتاری جائے اور یہ اس طرح ہوگا کہ جنازہ قبر سے قبلہ کی طرف رکھا جائے، اور جب میت کو اٹھا کر لحد میں رکھیں گے تو اس کو لینے والے لیتے وقت قبلہ رو ہوں گے (فتح القدیر) قبر میں رکھنے والا بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ کہے (متنوں میں لکھا ہے) قبر میں داہنی کروٹ پر قبلہ رخ لٹایا جائے (خلاصہ) میت رکھنے کے بعد کفن کی گرہ کھول دیجائے اور لحد پر کچی اینٹ اور نرسل بچھا دی جائیں، پختہ اینٹ اور لکڑی نہ بچھائیں، عورت کی قبر پر پردہ کیا جائے اور مرد کی قبر پر پردہ نہ کیا جائے اور اس پر مٹی ڈال دی جائے (متنوں میں لکھا ہے) اس میں کوئی حرج نہیں ہے، کہ مٹی ہاتھوں سے ڈالیں یا اوزاروں سے ڈالیں، یا جس طرح ممکن ہو (جوہرہ نیرہ) جو مٹی قبر

سے نکلی ہے، اس پر زیادتی مکروہ ہے (عینی شرح کنز)، جو لوگ میت کے دفن میں حاضر ہوں ان کے لئے مستحب ہے کہ سب لوگ اپنے اپنے دونوں ہاتھوں سے تین تین لپ مٹی قبر میں ڈالیں، مٹی میت کے سر کی جانب سے ڈالیں، پہلے لپ میں مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ، دوسرے لپ میں وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ اور تیسرے لپ میں وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى پڑھیں (جوہرہ نیرہ) رات کو دفن کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، اور دن کو دفن کرنے میں سہولت ہے (سراج الوہاج)

قبر کیسی بنائی جائے

قبر کوہان شتر کی طرح ایک بالشت اونچی بنائی جائے، چوکوٹھی نہ بنائی جائے اور اس پر گچ کیا جائے اور قبر پر پانی چھڑک دینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، قبر پر کوئی عمارت بنانا، یا اس پر بیٹھنا، سونا اور پھلانگنا اور اس پر بول و براز کرنا اور کتبہ لگانا مکروہ ہے (تبیین) اگر قبر خراب ہو جائے تو اس کو مٹی سے لیس دینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے (تاتارخانیہ) یہی اصح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے (جواہر اخلاطی) اگر کسی شخص نے اپنے لئے پہلے ہی سے قبر کھود کر تیار کر لی تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، بلکہ اس پر اجر پا دے گا (تاتارخانیہ) ایک شخص نے قبر کھود رکھی تھی اور لوگوں نے اس میں دوسری میت کے دفن کا ارادہ کیا تو دیکھیں گے اگر قبرستان وسیع ہے تب تو مکروہ ہے اور اگر قبرستان تنگ ہے تو جائز ہے لیکن پہلے شخص کا اس پر جو خرچہ ہوگا وہ دینا پڑے گا (مضمرات) میت کو صالحین کے قبرستان میں دفن کرنا افضل ہے، میت کے دفن سے فارغ ہو کر قبر کے پاس اتنی دیر بیٹھے رہنا مستحب ہے، جتنی دیر میں ایک اونٹ کو ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کریں اور قرآن شریف کی تلاوت کرتے رہیں اور میت کے لئے دعا کرتے رہیں (جوہرہ نیرہ) قبروں کے پاس قرآن کی تلاوت کرنا حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مکروہ نہیں ہے ہمارے مشایخ نے اسی کو اختیار کیا ہے اور مختار یہ ہے کہ میت کو اس سے نفع پہنچتا ہے (مضمرات) قبر پر مسجد وغیرہ بنانا مکروہ ہے (سراج الوہاج) جو فعل سنت سے ثابت نہیں ہے اس کو قبر کے پاس کرنا مکروہ ہے اور سنت رسولؐ سے قبر کی زیارت اور اس کے پاس کھڑے ہو کر دعا کرنے کے علاوہ کچھ اور ثابت نہیں ہے (بحرالرائق) ایک قبر میں دو یا تین شخص دفن نہ کئے جائیں، لیکن ضرورت کے وقت جائز ہے، ایسی صورت میں مرد کو قبلہ کی طرف رکھیں، اس کے بعد لڑکا اور اس کے بعد مخنث اور اس کے بعد عورت کو رکھیں اور ایکدوسرے کے درمیان کچھ مٹی کی آڑ کر دیں (محیط سرخسی) اگر دونوں جنازے مردوں کے ہیں تو افضل شخص کو مقدم کریں گے (محیط) اسی طرح اگر جنازے دو عورتوں کے ہیں تو ان میں افضل عورت کو مقدم کریں گے (تاتارخانیہ) میت اگر گل کر مٹی ہو جائے تو اس قبر میں اور شخص کو دفن کرنا یا اس پر کھیتی باڑی کرنی یا عمارت تعمیر کرنی جائز ہو (تبیین) میت اور مقتول جس جگہ مرا ہے اس کو اس جگہ کے رہنے والے لوگوں کے قبرستان میں دفن کرنا مستحب ہے اور دفن کرنے سے پہلے ایک میل یا دو میل دور اگر میت لے جائی جائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے (خلاصہ) اگر ایک شخص اپنے وطن کے علاوہ کسی دوسرے شہر میں انتقال کر گیا تو اس کو وہیں چھوڑ دینا مستحب ہے اور اگر اس کو دوسرے شہر میں لیجائیں تب بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے،

میت کو دفن کے بعد نہ نکالیں

دفن کرنے کے بعد میت کو قبر سے نہ نکالنا چاہیئے، لیکن زمین اگر غصب کی ہوئی ہو، یا بطور شفعہ کوئی شخص اس کو لے لے (تو یہ صورت مستثنیٰ ہے) فتاویٰ قاضی خاں۔

اگر غیر شخص کی زمین میں مالک کی اجازت کے بغیر کسی میت کو دفن کر دیا تو مالک کو اختیار ہے، خواہ میت کو نکالنے کا حکم کرے، یا زمین کو برابر کر کے اس پر کھیتی وغیرہ کرے (تجنیس) اگر میت کو قبلہ رخ نہیں لٹایا، یا بائیں طرف لٹایا، یا جس طرف پیر ہونے چاہیئے تھے اس طرف اس کا سر کر دیا اور مٹی وغیرہ ڈال چکے تو اب اس قبر کو نہ کھودیں اور اگر ابھی صرف کچی اینٹیں بچھائی تھیں، مٹی نہیں ڈالی تھی، تو ان اینٹوں کو نکال کر سنت کے مطابق میت کو لٹا دیں (تبیین) اور اگر قبر میں کچھ مال رہ گیا ہے اور مٹی ڈالنے کے بعد معلوم ہوا تو دوبارہ

قبر کھود بجائے گی (فتاویٰ قاضی خاں) فقہانے کہا ہے کہ اگر مال ایک درہم کا بھی ہو تب بھی یہی حکم ہے (بحر الرائق) قبرستان سے لکڑی، گھاس وغیرہ کاٹنا مکروہ ہے اگر خشک ہو تو کوئی مضائقہ نہیں ہے (فتاویٰ قاضی خاں) ہمارے نزدیک قبرستان میں جوتیاں پہن کر چلنا مکروہ نہیں ہے (سراج الوہاج)

متعلقہ مسائل صاحب مصیبت سے تعزیت کرنا مستحب ہے (ظہیریہ) حسن ابن زیاد نے روایت بیان کی ہے جب اہل میت کو ایکبار تعزیت کردیں تو دوبارہ تعزیت نہ کرنی چاہیئے (مضمرات) تعزیت کا وقت موت سے تین دن تک رہتا ہے اور اس کے بعد مکروہ ہے، لیکن اگر تعزیت کرنے والا یا وہ شخص جس سے تعزیت کرتے ہیں غائب ہے تو پھر (تین دن کے بعد تعزیت) مکروہ نہیں ہے دفن سے پہلے تعزیت کرنے سے دفن کے بعد تعزیت کرنا اولیٰ ہے، یہ حکم اس صورت میں ہے جب میت والے اس حادثہ سے غیر معمولی متاثر نہ ہوں اور اگر غیر معمولی تاثر ہے تو دفن سے پہلے تعزیت کریں اور مستحب یہ ہے کہ میت کے سب اقارب سے تعزیت کرے، بڑے ہوں یا چھوٹے، مرد ہو، یا عورت، لیکن اگر عورت جوان ہے تو صرف محرم لوگ اس سے تعزیت کریں (سراج الوہاج) ان الفاظ سے تعزیت کرنی مستحب ہے،

اللہ تعالیٰ نے مرحوم کی مغفرت فرمادی اور اس سے درگذر کیا، اور اپنی رحمت و نوازش سے اس کو ڈھانپ لیا، خداوند کریم آپ کو مصیبت پر صبر اور مرحوم کی وفات پر اجر عطا فرمائے (مضمرات)

حضرت نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جن الفاظ سے تعزیت فرمائی ہے وہ سب سے بہتر اور جامع ہے،

اِنَّ لِلّٰہِ مَا اَخَذَ وَلَہٗ مَا اَعْطٰی وَکُلُّ شَیْءٍ عِنْدَہٗ بِاَجَلٍ مُّسَمًّی — جو چیز لی وہ اللہ ہی کی تھی اور جو موجود ہے وہ اللہ ہی کی ہے اور ہر چیز اس کے نزدیک ایک متعین وقت تک کے لئے ہے،

اگر مسلمان کی تعزیت کافر سے کریں تو یہ کہیں، اللہ تعالیٰ حادثہ ناجعہ کو تم پر آسان کردے اور تمہاری میت کی مغفرت کردے اور کافر سے اعظم اللّٰہ اجرک (اللہ تعالیٰ تمہارے اجر میں زیادتی کرے) نہ کہے،

اور اگر کافر کی تعزیت مسلمان سے کریں تو یہ کہیں، اللہ تعالیٰ تمہارے اجر میں زیادتی کرے اور تمہاری مصیبت کو آسان کردے اور اگر کافر شخص کی تعزیت کافر سے کریں تو یہ کہیں، اللہ تمہیں اس کا عوض دے اور تمہاری تعداد کم نہ ہو (سراج الوہاج)

اور اس میں مضائقہ نہیں ہے کہ اہل مصیبت کسی گھر میں یا مسجد میں تین دن تک بیٹھے رہیں اور لوگ ان کے پاس تعزیت کے لئے آتے جاتے رہیں، گھر کے دروازہ پر بیٹھنا مکروہ ہے، عجم کے شہروں میں جو فرش بچھاتے ہیں اور راستوں میں کھڑے رہتے ہیں اس میں بڑی قباحت ہے (ظہیریہ)

خزانۃ الفتاویٰ میں ہے کہ مصیبت میں تین روز تک بیٹھنا رخصت ہے اور اس کا چھوڑنا احسن ہے (معراج الدرایہ) بلند آواز سے نوحہ کرنا جائز نہیں ہے اور رقت قلب کے ساتھ رونے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، لوگوں کو تعزیت کے لئے سیاہ لباس پہننا، اور کپڑے پھاڑنے مکروہ ہیں، عورتیں اگر سیاہ لباس پہنیں تو کوئی مضائقہ نہیں ہے، رخساروں اور ہاتوں کو سیاہ کرنا اگریبان پھاڑنا منہ نوچ لینا، بال اکھاڑنا، سر پر خاک ڈالنا، رانوں کو، اور سینہ کو زدکوب کرنا، اور قبروں پر آگ جلانا وغیرہ یہ سب جاہلیت کی رسمیں ہیں اور باطل ہیں (مضمرات)

اہل میت کے لئے کھانا تیار کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے (تبیین) اہل میت کی تیسرے دن ضیافت کرنا جائز نہیں ہے (تاتارخانیہ)

ساتویں فصل شہید کے مسائل اور احکام

شریعت میں شہید کی تعریف یہ ہے کہ جسکو حربی یا باغی یا راہزن قتل کریں، یا میدان کارزار میں زخمی پایا جائے، یا اس کی آنکھ، کان یا پیٹ سے خون جاری ہو جائے، یا اس میں جلانے کے اثرات ہوں، یا دشمن گھوڑوں پہ سوار ہو کر یا گھوڑوں کو ہنکا کر اسے ٹاپوں سے روند ڈالیں یا اس کو زخمی کر دیں، یا جانور کے ہاتھ اور پیروں سے اس کو مسل دیں، یا دشمنوں نے اس کے گھوڑے کو مار کر یا للکار کر بھگا دیا اور اس وجہ سے وہ قتل ہو گیا، یا نیزہ مار کر اس کو پانی یا آگ میں ڈال دیا، یا دیوار سے گرا دیا، یا اس پر دیوار گرا دی، یا مسلمانوں کے لشکر پر آگ پھینکی یا ہوا آگ کو مسلمانوں کے لشکر کی طرف اڑا لائی یا دشمنوں نے کسی ایسی لکڑی میں آگ لگا دی جس کا ایک سرا مسلمانوں کی طرف ہو یا مسلمانوں کے لشکر کی طرف پانی بہا دیا اور کوئی شخص آگ میں جل گیا یا پانی میں ڈوب گیا، یا کسی مسلمان نے اس کو ظلماً قتل کیا اور اس کی دیت واجب ہوئی (کافی) اسی طرح اگر اس کو ذمیوں نے یا مستامنوں نے قتل کر دیا تب بھی یہی حکم ہے (عینی شرح ہدایہ)

اگر صلح کی وجہ سے یا اس وجہ سے کہ باپ نے بیٹے کو قتل کر دیا، دیت واجب ہو گئی تو شہادت ساقط نہ ہوگی، اس لئے کہ واجب تو قصاص ہی تھا لیکن وہ صلح یا شبہ کی وجہ سے ساقط ہو گیا (عینی شرح کنز) اگر ایک شخص اپنی جان یا مال بچاتے ہوئے قتل ہو گیا، یا مسلمان اور ذمیوں کے بچانے میں قتل ہوا تو وہ شہید ہے، خواہ کسی آلہ سے قتل ہو لوہے پتھر یا لاٹھی سے (محیط سرخسی) اگر مسلمان کشتی میں ہیں، اور دشمن نے ان پر آگ پھینکی اور کشتی جل گئی، یا آگ دوسری کشتی میں پہونچی، اور اس میں مسلمان بھی تھے وہ بھی جل گئے تو تمام مسلمان شہید ہونگے (خلاصہ)

شہید کا حکم یہ ہے، کہ اس کو غسل نہ دیا جائے صرف اس پر نماز پڑھیں (محیط سرخسی) اور اسی خون اور کپڑے میں دفن کر دیں (کافی) اگر شہید کے کپڑوں میں نجاست لگی ہوئی ہے تو اسی کو دھو ڈالیں (عنایہ) اور جو اشیاء کفن کی جنس سے نہیں ہیں وہ اس کے بدن سے نکال لی جائیں، جیسے ہتھیار، پوستین، زرہ، روئی کے کپڑے، موزے، ٹوپی، پائجامہ وغیرہ، حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے سیر کے علاوہ اور کسی کتاب میں پائجامہ کا ذکر نہیں کیا اور شیخ ابو جعفر ہندوانی کا قول ہے کہ بہتر یہ ہے کہ پائجامہ نہ نکالیں، اور بہت سے مشائخ نے اسی قول سے موافقت کی ہے (محیط) اگر کپڑے کم ہیں تو بڑھا کر کفن پورا کر دیا جائے، اور اگر کفن سنت سے زیادہ ہے تو کم کر دیا جائے (کافی) شہید کی خوشبو اسی طرح لگائی جائے، جیسے اور مردہ کے لگایا کرتے ہیں (بحر الرائق) اور اگر وہ جنبی ہے یا لڑکا ہے، یا مجنون ہے، تو حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کو غسل بھی دیں (تبیین) اسی طرح اگر حیض یا نفاس والی عورت قتل ہو جائے اور وہ طاہر ہو چکی ہے اور اس کا خون بند ہو چکا ہے تب بھی غسل دیں اور اگر عورت کا خون بند نہیں ہوا، تو جو کچھ نظر آ رہا ہے وہ اگر حیض ہونے کے قابل ہے تو صحیح یہ ہے کہ اس کو غسل دیں (کافی) لیکن اگر ایک یا دو دن خون دیکھا تھا پھر قتل کر دی گئی، تو بالاتفاق غسل نہ دیں (عینی شرح ہدایہ) مرتث یعنی وہ شخص جو کچھ زندہ رہنے کی وجہ سے شہادت کے حکم سے جدا ہو گیا، مثلاً کچھ کھایا، پیا یا سو گیا، یا دوا کی، یا میدان کارزار سے اس کو زندہ اٹھا لائے، لیکن اگر مقتل سے اس لئے اٹھا لائے، کہ اس کو گھوڑے نہ روندیں تو یہ حکم نہیں ہے اور اسی طرح اگر کسی سائبان یا خیمہ میں جگہ لی، یا اتنی دیر تک زندہ رہا کہ ایک نماز کا وقت گذر گیا، اور اس کے ہوش و حواس درست تھے تو فقہا کی اصطلاح میں ایسے شخص کو مرتث کہتے ہیں، اس کا حکم یہ ہے کہ ایسے شخص کو غسل دیا جائے (ہدایہ) یہی حکم اس صورت میں ہے جب وہ کچھ خرید و فروخت کرے یا بہت سی باتیں کرے اور یہ حکم اس صورت میں ہے جب یہ امور لڑائی کے تمام ہونے کے بعد پائے جائیں اور اگر لڑائی کے تمام ہونے سے پہلے یہ باتیں پائی جائیں تو وہ مرتث نہ ہوگا (تبیین) اگر

اس نے کسی دنیاوی امر کی وصیت کی یا شہر میں قتل ہوا اور یہ نہ معلوم ہوا کہ وہ کسی دھاردار چیز سے ظلماً قتل ہوا ہے تو اس کو غسل دیا جائے گا۔ (عینی شرح کنز) اسی طرح اگر اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا، یا اپنی جگہ بدل دی تب بھی یہی حکم ہے (خلاصہ)

اگر کسی مشرک کا جانور چھوٹ کر بھاگ گیا اور اس پر کوئی سوار نہیں ہے اور اس نے کسی مسلمان کو روند ڈالا، یا ایک مسلمان نے مشرکوں کی طرف تیر پھینکا اور وہ کسی مسلمان کے لگ گیا، یا مسلمان کا گھوڑا مشرک کے گھوڑے کی وجہ سے بھاگا اور مسلمان کو گرا دیا، یا مسلمان بھاگے اور کافروں نے ان کو آگ یا خندق کی طرف جانے پر مجبور کر دیا، یا مسلمانوں نے اپنے گرد کانٹے بچھائے تھے اور اس پر چلنے سے مر گئے، تو ان سب صورتوں میں غسل دیا جائے گا، حضرت امام ابو یوسف رح کا اس میں اختلاف ہے (محیط سرخسی) اگر مسلمان کے گھوڑے نے لڑائی کے وقت ٹھوکر کھا کر مسلمان کو گرا دیا، اور قتل کر دیا تو حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک غسل دیا جائے گا، مسلمانوں کے جانوروں نے مشرکین کے جھنڈے دیکھے، اور اس وجہ سے کوئی جانور بھاگ نکلا، اور مشرکین نے اس کو نہیں بھگایا تھا، اس نے اپنے سوار کو گرا دیا، تو حضرت امام ابو حنیفہ اور حضرت امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک غسل دیا جائے گا، اسی طرح اگر مشرکین کسی شہر میں محصور ہو گئے، اور مسلمان اس شہر کی فصیل پر چڑھ گئے، ایک شخص کا پیر پھسل گیا، اور گر کر مر گیا، تو حضرت امام ابو حنیفہ اور حضرت امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک اس کو غسل دیں گے، اسی طرح اگر مسلمان شکست کھا کر بھاگے اور ایک مسلمان کی سواری نے کسی مسلمان کو روند ڈالا اور اس کا مالک اس پر سوار تھا، یا پیچھے سے ہانک رہا تھا، یا آگے سے کھینچ رہا تھا تو ان سب صورتوں میں اس کو غسل دیں گے اسی طرح اگر مسلمانوں نے کسی دیوار میں سوراخ کیا اور اس وجہ سے وہ دیوار اس پر گر پڑی، تب بھی غسل دیں گے لیکن حضرت امام ابو یوسف رح کا اس میں اختلاف ہے (محیط) یہی حکم اس صورت میں ہو کہ دشمن پر حملہ کیا اور اپنے گھوڑے سے گر گیا (بدائع)

اگر دونوں فریق کا صرف سامنا ہوا لڑائی نہ ہوئی اور ایک شخص مردہ پایا گیا تو اس کو غسل دیں گے، لیکن اگر یہ بات معلوم ہو جائے کہ وہ لوہے وغیرہ کی کسی چیز سے بطور ظلم کے قتل ہوا ہے، تو اس کو غسل نہ دیں گے (تاتار خانیہ) میدان کارزار میں ایک شخص مرا ہوا ملا لیکن اس پر قتل وغیرہ کی علامت نہ تھی، مثلاً زخم یا گلا گھوٹنے یا ضرب یا خون وغیرہ کی کوئی علامت نہ تھی تو وہ شہید نہ ہوگا اسی طرح اگر خون ایسی جانب سے نکلا جہاں سے کسی اندرونی بیماری کو بغیر بھی خون نکل آیا ہو، جیسے پیشاب گاہ، یا خانے کا مقام، یا سر سے خون اترا اور منہ سے بہا تب بھی یہی حکم ہے (بدائع)

قاعدہ کلیہ اس سلسلہ میں فقہا کے یہاں اصول یہ ہے کہ جو شخص اہل عرب، باغیوں اور راہزنوں کی لڑائی میں اس طرح قتل کیا گیا کہ خود دشمنوں نے اس کو قتل کیا، یا دشمنوں کا فعل اس کے قتل کا سبب بنا تو وہ شہید ہوگا اور جو شخص اس طرح قتل کیا گیا کہ دشمن کی طرف اس کی نسبت نہیں کی جا سکتی تو وہ شہید نہ ہوگا (محیط)

بائیسواں باب سجدے کے مسائل اور چار اصول

پہلا اصول سجدہ اگر اپنے محل میں ادا ہو، تو نیت کے بغیر بھی ادا ہو جاتا ہے، اور جب اپنے محل سے فوت ہو جائے، تو نیت کے بغیر صحیح نہیں ہوتا، سجدہ پر اپنے محل سے فوت ہو جانے کا حکم اس وقت کیا جاتا ہے جب اس سجدہ میں اور اس کے محل میں پوری ایک رکعت کا فصل ہو جائے،،

دوسرا اصول ایک شخص کو اگر اس میں شک ہے کہ اس کی رکعت چھوٹی ہے یا سجدہ تو دونوں ادا کرے، تاکہ جو کچھ چھوٹ گیا ہے بالیقین ادا ہو جائے اور سجدہ کو رکعت پر مقدم کرے اگر رکعت کو سجدہ پر مقدم کیا، تو نماز فاسد ہو جائے گی

تیسرا اصول ایک شخص کو اگر کسی چیز کے واجب اور بدعت ہونے میں شک ہے تو احتیاطاً اس کو ادا کرے اور اگر کسی چیز کے سنت

اور بدعت ہونے میں شک ہے تو اس کو چھوڑ دے

چوتھا اصول ایک شخص نے اگر کچھ سجدے ادا کئے اور کچھ چھوٹ گئے تو جوان میں سے کم ہوں گے ان ہی سے اعتبار کیا جائے گا اس لئے کہ کم سجدوں سے اعتبار کرنے میں آسانی ہے (محیط سرخسی) (ظہیریہ)

چند مسائل ایک شخص نے فجر کی نماز پڑھی اور نماز کے آخر میں سلام سے پہلے یا سلام کے بعد یاد آیا کہ اس سے ایک سجدہ چھوٹ گیا ہے تو اس پر وہ سجدہ کرنا واجب ہے، پھر التحیات پڑھے، سلام پھیرے اور سجدہ سہو کرے پس اگر معلوم ہے کہ پہلی رکعت کا سجدہ چھوٹا تھا اور غالب گمان یہی ہے تو قضا کی نیت کرے، اور اگر یہ معلوم نہ ہو کہ یہ سجدہ پہلی یا دوسری رکعت کا ہے اور غالب گمان سے کسی طرف ترجیح بھی نہیں دے سکتا تب بھی یہی حکم ہے (یعنی قضا کی نیت کرے) اور اگر یہ معلوم ہے کہ دوسری رکعت کا سجدہ ہے تو قضا کی نیت نہ کرے، اور اگر یاد آیا کہ اس نے دو سجدے چھوڑے ہیں، اور یہ جانتا ہے کہ دو سجدے دو رکعتوں میں چھوٹے ہیں، یا آخر کی رکعت سے چھوٹے ہیں، تو اس پر واجب ہے کہ دو سجدے کرے، التحیات پڑھے، سلام پھیرے، اور سجدہ سہو ادا کرے، اور اگر جانتا ہے کہ دونوں سجدے پہلی رکعت کے چھوٹ گئے ہیں، تو اس پر ایک رکعت پڑھنا واجب ہے اور اگر یہ نہ معلوم نہ ہو سکا کہ دو سجدے کس طرح چھوٹے ہیں، تو دو سجدے کرے، اور پہلی رکعت کے دو سجدے قضا کرنے کی نیت کرے، پھر ایک رکعت پڑھے، جو شخص دوسرے رکوع میں آکر ملا، تو اس کو یہ رکعت نہ ملی اس لئے کہ دونوں سجدے پہلی رکعت سے ملیں گے، یہ حکم ایک روایت کے مطابق ہے، اور ایک روایت یہ ہے کہ دونوں سجدے دوسرے رکوع سے ملتے ہیں پس اس روایت کے بموجب اس کو رکعت مل جائے گی، اور اگر یہ معلوم نہیں ہے کہ دونوں رکعتوں میں سے کون سی رکعت کے سجدے چھوٹے ہیں، تو پہلے دو سجدے کرے، التحیات پڑھے اور سلام نہ پھیرے پھر کھڑے ہو کر ایک رکعت پڑھے التحیات پڑھے اور سلام پھیر دے اور سجدہ سہو کرے اور اگر یاد آیا کہ اس سے تین سجدے چھوٹ گئے ہیں تو ایک سجدہ کرے، ایک رکعت پڑھے، پھر التحیات پڑھے اور سجدہ میں قضا کی نیت نہ کرے، اور اگر یاد آیا کہ اس سے چار سجدے چھوٹ گئے ہیں تو دو سجدے کرے اور یہ دونوں سجدے ایک روایت کے مطابق پہلے رکوع سے ملیں گے، اور دوسری روایت کے مطابق دوسرے رکوع سے ملیں گے اور ایک رکعت اور پڑھے (خلاصہ) ایک شخص نے مغرب کی نماز پڑھی اور ایک سجدہ چھوٹ گیا تو وہ سجدہ کرے اور جو چیز اس پر واجب ہے اس کی نیت کرے، التحیات پڑھے اور سلام پھیر دے اور سجدہ سہو کرے، اور اگر مغرب کی نماز میں دو سجدے چھوٹ گئے اور یہ نہ معلوم ہو سکا کہ دونوں رکعتوں کے چھوٹے ہیں یا ایک رکعت کے چھوٹے ہیں تو اپنی رائے قائم کرے اگر کسی طرف اس کی رائے قائم نہ ہوئی تو احتیاط پر عمل کرے اور دو سجدے کرے اور دونوں رکعتوں میں سے جو چیز اس پر واجب ہے اس کی نیت کرے یا قضا کی نیت کرے اس کے بعد التحیات پڑھے پھر ایک رکعت اور پڑھے پھر التحیات پڑھے اور سلام پھیر دے پھر سجدہ سہو کرے پھر التحیات پڑھ کر سلام پھیر دے، اور اگر اس سے تین سجدے چھوٹ گئے ہیں، تو مندرجہ بالا طریقے کے مطابق اپنی رائے قائم کرے اگر کسی جانب اس کی رائے قائم نہ ہوئی تو تین سجدے کرے اور اس کے بعد تھوڑی دیر بیٹھے، یہ بیٹھنا واجب ہے اگر نہ بیٹھا، تو نماز فاسد ہو جائے گی، پھر کھڑے ہو کر ایک رکعت پڑھے، پھر التحیات پڑھے اور سلام پھیر دے اور سلام کے بعد سجدہ سہو کرے اور اگر اس سے چار سجدے چھوٹ گئے، اور یہ معلوم نہ ہو سکا کہ کس طرح چھوٹے ہیں دو رکعتوں کے چھوٹے ہیں یا تین کے، تو دو سجدے کرے اس کے بعد تھوڑی دیر بیٹھے، یہ بیٹھنا واجب ہے، پھر کھڑے ہو کر ایک رکعت پڑھے اور التحیات پڑھے پھر دوسری رکعت پڑھے اور التحیات پڑھے اور سلام پھیر دے اور سجدہ سہو کرے، اور اگر پانچ سجدے چھوٹ گئے ہیں، تو اس صورت میں صرف ایک سجدہ ادا ہوا ہے اس کے ساتھ ایک سجدہ اور ملائے تو رکعت پوری ہو جائے گی، پھر ایک رکعت پڑھے اور التحیات پڑھے پھر تیسری رکعت پڑھے اور التحیات پڑھے، پھر سجدہ سہو کرے، شیخ الاسلام معروف بخواہر زادہ نے کہا ہے کہ یہ حکم اس صورت میں ہے کہ

جب اس سجدہ میں یہ نیت کرے کہ یہ ایک سجدہ اس رکعت کا ہے جسمیں سجدہ کر رہا ہوں تاکہ اس رکوع سے نہ مل جائے جو اس رکعت کے بعد ادا کرے گا لیکن اگر مطلق سجدہ کرلیا اور نیت نہ کی تو نماز فاسد ہو جائے گی، اور چار رکعتوں کی نماز کا حکم وہی ہے جو ایک، دو تین سجدے چھوڑنے کی صورت میں دو یا تین والی نماز کا حکم ہوتا ہے (ظہیریہ) اگر چار سجدے چھوٹ گئے، اور یہ نہیں معلوم کہ کس طرح چھوٹے ہیں تو چار سجدے کرے اور تھوڑی دیر بیٹھے یہ بیٹھنا واجب ہے، اگر نہ بیٹھے گا، تو نماز فاسد ہو جائے گی، پھر ایک رکعت پڑھے قعدہ کرے، اور التحیات پڑھے، پھر کھڑے ہو کر دوسری رکعت اور التحیات پڑھے، اور سلام پھیر دے اور سجدہ سہو کرے، اور اگر پانچ سجدے چھوٹ گئے ہیں تو تین سجدے کرے اور اس کے بعد نہ بیٹھے پھر دو رکعتیں پڑھے اور احتیاطاً ان دونوں کے درمیان قعدہ کرے اور اگر چھ سجدے چھوٹ گئے ہیں، تو دو سجدے کرے اور قعدہ نہ کرے پھر دو رکعتیں پڑھے، فقہاء نے کہا ہے کہ یہ حکم اس صورت میں ہے جب اس ایک سجدہ میں اسی رکعت کی نیت کرے جسمیں اس نے سجدہ کیا ہے، اور اگر نیت کے بغیر بھول کر وہ سجدہ کرلیا، پھر یاد آیا تو دو سجدے کرے اور ان میں سے ایک سجدہ بہ نیت واجب ادا کرے تاکہ ایک سجدہ پہلی رکعت سے ملجائے اور دوسرا سجدہ دوسری رکعت سے، پس دونوں رکعتیں ادا ہو جائیں گی، پھر جب تین رکعتیں پڑھے، تو تین میں سے دوسری رکعت کے بعد قعدہ کرے پھر چوتھی رکعت پڑھے تو اس کی نماز جائز ہو جائے گی، اور اگر آٹھ سجدے چھوٹ گئے، تو دو سجدے کرے اور تین رکعات پڑھے اور اگر فجر کی نماز میں تین رکعات پڑھیں اور دوسری رکعت میں قعدہ نہ کیا، یا قعدہ کیا اور سجدہ چھوٹ گیا اور یہ معلوم نہ ہو سکا کہ کس طرح چھوٹا ہے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر دو سجدے چھوڑے تو اس میں دو قول ہیں اور اصح یہ ہے کہ نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر تین سجدے چھوڑے تب بھی یہی حکم ہے اور اگر چار سجدے چھوڑے تو نماز فاسد نہ ہوگی، دو سجدے کرے اور قعدہ کرے پھر ایک رکعت پڑھے، اگر ظہر کی نماز میں پانچ رکعتیں پڑھیں اور ایک سجدہ چھوڑ دیا تو نماز فاسد ہو جائے گی اصح قول کے مطابق یہی حکم ہے، اگر دو سجدے چھوڑے، یا تین، یا چار، یا پانچ سجدے چھوڑے تب بھی یہی حکم ہے، اگر چھ سجدے چھوڑے نماز فاسد نہ ہوگی اور اس کا حکم ایسا ہی ہے جیسے ایک شخص نے ظہر کی چار رکعات پڑھیں اور چار سجدے چھوڑ دیئے، جیساکہ اس کا بیان گذر چکا، اور اگر سات سجدے چھوڑ دیے تو نماز فاسد نہ ہوگی، وہ تین سجدے کرے اور دو رکعتیں پڑھے، اور اگر آٹھ سجدے چھوڑے تو دو سجدے کرے اور تین رکعتیں پڑھے (محیط سرخسی) اگر نو سجدے چھوڑے تو ایک سجدہ کرے اور ایک رکعت پڑھے پھر قعدہ کرے اور یہ قعدہ سنت ہے، پھر دو رکعتیں پڑھے اور قعدہ کرے یہ قعدہ واجب ہے، اور اگر دس سجدے چھوڑے، تو دو سجدے کرے، پھر تین رکعتیں پڑھے اور بعد میں سجدہ سہو کرے (ظہیریہ)

اگر مغرب کی چار رکعات پڑھیں تو نماز فاسد ہو جائے گی، اور اگر دو سجدے چھوڑے، تو اس میں دو قول ہیں، اسی طرح اگر تین یا چار سجدے چھوڑے، تب بھی یہی صورت ہے، اور اگر پانچ سجدے چھوڑے تو نماز فاسد نہ ہوگی، وہ تین سجدے کرے اور ایک رکعت پڑھے اور اگر چھ سجدے چھوڑے تو دو سجدے کرے اور دو رکعتیں پڑھے، جس طرح کہ مغرب کی تین رکعتیں پڑھنے کی صورت میں حکم تھا اور دو سجدے کرے (محیط سرخسی)

الیٰ ھٰنا تم کتاب الصلوٰۃ وسیتلوہ کتاب الزکوٰۃ ان شاء اللہ تعالیٰ